اُدع الیٰ سبیلِ ربکَ بالحکمۃِ وَ الموعظۃِ الحسنۃِ

(اے حبیب مکرم آپ اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو بہترین تدبیر اور اچھی نصیحت سے دعوت دیجئے)

فن تصوف پر بیش بہا معلومات، روحانی کیف سے لبریز، اور نادر مضامین پر مشتمل اک عظیم گلدستہ

بنام

سبیل النجات

من الغمات الی الھدایات

المعروف

بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی

(تصنیف لطیف)

غواصِ علومِ معرفت واقفِ اسرارِ احدیت وصمدیت

پیر طریقت عالی مرتبت الشاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ

المطوطن فقیر نند ہلی، مقیم حال سونا پور، مالا پور، دھارواڑ، کرناٹک، (الہندی)

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشیں آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

Published By:

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neel Kanth, Qaziwara, Daryaganj, N. Delhi-2

Mobile : 08010503999 / 08459026205

Email: alhudapublications@yahoo.com

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں

نامِ کتاب	:	سبیل النجات من الغمات الی الھدایات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی)
مصنّف	:	الفقیر الشاہ عارف القادری سلیمانی عفی عنہ
سکونت	:	المتوطن فقیر نند ہلی، مقیم حال سونا پور، مالا پور، دھارواڑ، کرناٹک، (الہندی)
رابطہ	:	Mobile : 09448467215
پروف ریڈنگ	:	عبیدالرحمٰن صدیقی
طباعت	:	2011
تعداد	:	1100
صفحات	:	208
قیمت	:	80/-
پریس	:	حرمین آفسیٹ پریس دہلی

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشیں آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

☆☆☆

Published By:

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neel Kanth, Qaziwara, Daryaganj, N. Delhi-2

Mobile : 08010503999 / 08459026205

Email: alhudapublications@yahoo.com

قصیده برده شریف

مَوْلا یاَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیِنِ وَ الثَّقَلَیْنِ وَ الْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجَیٰ شَفَاعَتُهٗ لِکُل هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَال مُقْتَحِم

یاَاَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَ لُوْذُ بِه سِواکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْم اللَّوْحِ وَالْقَلَم

نبِیُّناَ الآمِرُ النَّاهِیْ فَلاَ اَحَدٌ اَبَرَّفِیْ قَوْلِ لاَ مِنْهُ وَ لاَ نَعَمِ

مُحَمَّدٌ بَاسِطُ الْمَعْرُوفِ جَامِعُهٗ مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْاِحْسَانِ وَالْکَرَمِ

فَا قَ النَّبِیّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ وَ لَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَلَاکَرَمِ

یارَبِّ بِالْمُصْطَفیٰ بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا وَاغْفِرْلَنَا مَامَضیٰ یاَوَاسِعَ الْکَرَمِ

امام شرفُ الدین بوصِیری علیه الرَّحمة والرِّضوان

انتساب

یہ کتاب چار پیر چودہ خانوادوں
جمیع سلاسل کے پیران عظام ،
مریدان کرام اور علماء ربانیین
کے نام !

الفقیر عارف القادری ابن منور القادری غفرلہٗ

تعارف مصنف

پیر طریقت عالی مرتبت الشاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ سبحان اللہ ایک معتمد اور معتبر خاندان سے ہیں جنکے آباواجداد کے سامنے شہنشاہ اکبر اور شہنشاہ جہان گیر جیسے حکمرانوں نے زانوئے ادب تہہ کر چکے ہیں۔ المختصر آپ بارہ سال کی عمر میں اپنے آبائی وطن ریاست شہنور سے ہانگل شریف تشریف فرما ہوئے یہاں آپ کو پیر طریقت عظیم المرتبت پیر سید مقبول احمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت صالح اور مقدس نشستیں میسر آئیں۔ بچپن سے اللہ نے آپ میں علمی، وعملی صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھی۔ تیرہ یا چودہ سال کی عمر میں آپ کا رجحان شعر گوئی کی طرف ہوا تو آپ نے نعتیں اور قصائد لکھ کر حضور اعلیٰ حضرت فاضل کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کی محافل میں گنگانے لگے حضرت موصوف بھی محظوظ ہو کر آپ کے علم وقلم میں برکت، شفاء اور تاثیر کی دعا فرمائی۔ سبحان اللہ حضرت عارف القادری صاحب آپکی دعاؤں کا ثمرہ ہیں، کہ آپ کئی نادر ونایاب کتابوں کے مصنف ہیں، وہ بھی علم معرفت پر، خصوصا اس دور پر آشوب میں علم معرفت پر کتابیں رقم کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے، الغرض آپنے کئی سلاسل کی خانقاہوں کا معائنہ کرنے کے بعد مصمم ارادے کے ساتھ ایک ٹھوس قدم اٹھایا کہ وہ تمام سلاسل کی خانقاہوں کے لئے وہ علمی، وعرفانی اثاثہ مہیا کرواکے رہیں گے جو کبھی خانقاہوں کی جان وشان رہے ہیں۔

خصوصاً ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' جیسے نظریات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے راہ خدا کی معرفت کو بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی! میں تبدیل کر کے رکھدیا ہے۔

تا حال آپ تقریبا بیالیس سالوں سے شہر دھارواڑ میں مقیم ہیں اور خانوادۂ قادریہ ولی اللٰہیہ سے منسلک رہکر تحریری وتقریری خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کتاب کے علاوہ بھی آپکے تین اور تصنیفات بنام ''کشف الغطاء'' اَسرار تصوف، اور ایک شعری مجموعہ ''روح سماع'' بہت جلد منظر عام پر آرہے ہیں، پڑھیئے اور دعائے خیر کا عطیہ ارسال فرمائے۔

فقط

پیش لفظ

دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں کہ جس میں اصطلاحات موجود نہ ہوں ! مگر زبان کے ساتھ اصطلاحات کو ماہر استاد کی رہبری کے بغیر سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے۔ آج تو ہم بالکل کمپوٹر کے دور میں پہنچ چکے ہیں جہاں کوڈ یعنی اصطلاحات کے بغیر حصول علم دنیا ناممکن نظر آرہا ہے، دنیا کا ہر علم اپنے اندر بے شمار code words یا اصطلاحات رکھتا ہے جنکا سمجھنا ہر خاص وعام کے لئے دشوار نظر آتا ہے۔ لہٰذا پیر طریقت عالی مرتبت حضرت شاہ عارف القادری صاحب قبلہ نے ایک مختصر کتاب میں علم تصوف کو پیچیدہ اصطلاحات کے بغیر آسان زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے، یا یوں کہیئے کہ معمہ جات کی نقاب کشائی کی ہے۔ انشاء اللہ جنکو سمجھ کر آج کل کے علم تصوف سے وابستہ حضرات اپنی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ محسوس کرینگے، فقیر راقم الحروف نے آپکی کئی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے تو ہر کتاب کو رہنمائے شاہراہ تصوف پایا! اللہ جل شانہ آپکی کاوشوں اور کوششوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے آمین، کتاب ''سبیل النجات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی)'' علم تصوف کی بے شمار اصطلاحات میں ایک جدید انقلابی تصنیف ہے، کیونکہ آجکل اس لائن سے وابستہ ہر شخص راز کی آڑ میں اپنی کج فہمی چھپائے ہوئے بس عمامہ اور خرقہ کی حفاظت میں مصروف نظر آرہا ہے، پس اس نازک ترین دور میں جہاں علم تصوف پر قلم اٹھانا دشوار تھا وہاں محترم مصنفِ کتاب نے بڑی جرأت مندی کا اقدام کیا ہے۔ اور ہر اس معمہ کا حل بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے جسکا سمجھنا شائقین علم تصوف کیلئے بہت ضروری تھا، اس سے زیادہ اور کیا لکھوں۔۔۔۔ ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

فقط: پیر طریقت عالمِ اسرار ربانی حضرت سید شاہ ولی اللہ قادری

صاحب قبلہ، سجادہ نشیں آستانۂ عالیہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ

مرکزی خانقاہ قادریہ ولی اللٰہیہ، مالاپور، دھارواڑ (کرناٹک)

تقریظِ جلیل

ادیب شہیر محقق بےنظیر گنجینہ علم وعرفاں غزالئِ عصر دوراں حضرت علامہ ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب قبلہ مدظلہ العالی (کامل جامعہ نظامیہ) پروفیسر و چیرمین بورڈ آف اسٹڈیز عربک عثمانیہ یونیورسٹی ،حیدرآباد، الہند۔

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نَحمدُہ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین اماَّ بعد

ایک ایسے دور میں جب بہت سی خانقاہیں عام طور پر محض اسیر رسم و رواج و قیل قال ہیں ایسے میں پیر طریقت غوّاص علمِ معرفت حضرت شاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ کا علم تصوف کی نشر و اشاعت میں قولی، فعلی اور حالی اعتبار سے سرگرم رہنا یقیناً لائق تحسین اور اہمیت کا حامل ہے۔

علم وعرفان کی روشنی میں زندگی گذارنا ہی کامل نجات کا ذریعہ ہے، نجات کے لئے عقیدہ صحیحہ کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے، عقیدہ وعمل میں پختگی علم وعرفان پر موقوف ہے۔ جس قدر علم وعرفان بڑھتا جائیگا اسی قدر ایمان وعمل کے نور میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا اس اعتبار سے ان عرفانی علوم و مباحث کا نام ’’**سبیل النجات من الغمات الی الہدایات المعروف، بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی**......رکھنا انتہائی معقول ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ عظمت کے بلند مینار تک کیسے پہنچے انہوں نے اس حقیقت کا انکشاف اپنی کتاب ’’المُنقذ من الضلال و الموصل الیٰ ذی العزۃِ و الجلالِ‘‘ لکھ کر اس راز سے خود ہی پردہ اٹھا دیا! اور اپنی روحانی کشمکش اور اندرونی اضطراب اور تلاش حق میں ہر در کی خاک چھاننے اور ہر عقدے کو کھولنے کی کوشش کی اور پھر اس منزل عرفان تک رسائی کی فرحت انگیز داستان اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ حضرت امام غزالی دس سال تک مجاہدے و ریاضتوں کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے اسکے بارے میں رقمطراز ہیں: ’’خلوت کے ایام میں ایسے راز کھلے جن کا شمار کرنا ناممکن ہے فائدے کے لئے صرف اتنا ذکر

کرتا ہوں کہ مجھے یقین سے معلوم ہوگیا کہ صرف صوفیہ ہی راہِ خدا کے صحیح مسافر ہیں انکی سیرت سب سے اچھی، انکا راستہ سب سے بہتر اور انکے اخلاق سب سے ستھرے ہیں بلکہ اگر دانشوروں کی دانش، حکما کی حکمت اور علمائے شریعت کے علم کو جمع کر دیا جائے اور ان سے صوفیہ اپنے اخلاق کو بدل کر پہلے سے بہتر کرنا چاہیں تو ایسا انکے لئے ممکن نہ ہوگا، کیونکہ صوفیہ کے تمام ظاہری اور باطنی حرکات وسکنات مشکوٰۃِ نبوت سے منور ہیں اور نورِ نبوت کے سواء روئے زمین پر کوئی ایسا نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جا سکے۔ اس طریقے کے سالک جو کچھ بیان کرتے ہیں منجملہ اسکے ایک امر طہارت ہے اسکی سب سے شرط اول یہ ہے کہ دل کو ماسوائے خدا سے کلی طور پر پاک کیا جائے اور جسکی کلید (کنجی) طہارت سے وہی نسبت رکھتی ہے جو تکبیر تحریمہ نماز سے رکھتی ہے، وہ یہ ہیکہ قلب کو پورے طور سے ذکر خدا میں مستغرق کر دیا جائے اور اس طریق کی انتہاء یہ ہیکہ کلی طور پر فنا فی اللہ ہوجائے اور فنا آخری منزل صرف اس اعتبار سے ہے کہ وہ کسب و اختیار کی آخری منزل ہے ورنہ حقیقت میں وہ اس سفر کا آغاز ہے اور اس سے پہلے کے جو درجات ہیں انکی حقیقت صرف دہلیز کی ہے۔

راہ سلوک کے آغاز کے ساتھ ہی مکاشفات ومشاہدات کی شروعات ہوجاتی ہے یہاں تک کہ وہ حالت بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کی روحوں کو دیکھتے ہیں انکی آوازیں سنتے ہیں اور اس سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ پھر صُور و امثال کے مشاہدے سے ترقی ہوتی ہے اور سالک اُن بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے جسکی تعبیر سے بیان قاصر ہے اگر کوئی ان احوال کو بیان کرنا چاہے تو ایسے الفاظ کا سہارا لینا پڑیگا جن کا استعمال غلط ہے اور ان سے بچنا اسکے لئے ناممکن ہے،،(’’المُنقذ من الضلال و المُوصل الیٰ ذی العزۃِ و الجلالِ‘‘ ص ۱۱۸۔۱۲۰)

نجات وفلاح کے اہم ذرائع کیا ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے : **یا ایھا الذین آمنو ا اتقو اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون** ،،اے ایمان والو! اس اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اسکی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ،(سورہء مائدہ پ ۶، آیت ۵۳) اس

آیت کریمہ میں فلاح ونجات کے حصول کے لئے چار باتوں کا حکم دیا گیا ہے ۱) ایمان ۲) تقویٰ ۳) وسیلہ کی تلاش ۴) جہاد (ضرورت پڑنے پر جہاد اصغر ورنہ جہاد اکبر یعنی نفس کا جہاد اسکی ہر وقت ضرورت ہے)

وسیلہ سے کیا مراد ہے ؟ حضرت امام فخر الدین رازی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں "**دلت الآیۃُ علیٰ انَّہ لاسبیل الیٰ اللہ تعالیٰ الا بمعلمٍ یُعلِّمنا معرفتہ و مرشدٍ یُرشدنا الی العلم بہ** "یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وصول الیٰ اللہ کی کوئی راہ نہیں مگر کسی ایسے معلم کے ذریعہ جو ہمیں اسکی معرفت کروائے اور ایسے مرشد کے ذریعے جو ہمیں اسکے علم وعرفان سے آگاہ کرے) اس آیت سے پتہ چلا کہ فلاح ونجات کی تیسری شرط تلاشِ مرشد ہے، پھر آیت کریمہ کی چوتھی شرط مجاہدہ یہ بھی بتاتی ہیکہ عوام کی طرح بطور تبرک کسی مرشد سے ارادت قائم کرلینا ہی کافی نہیں بلکہ فلاح کے لئے انکے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق مجاہدہ وریاضت میں ہمہ تن مصروف ہوجائے۔ زیرنظر کتاب "**سبیل النجات من الغمات الی الھدایات المعروف** بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی" میں صلاح وفلاح کے اُن ذرائع پر مؤثر انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے، مجاہدہ کی پہلی سیڑھی ذکر وفکر ہے اگر ہاتھ پاؤں اطاعت میں لگے رہیں تو دل اسکی یاد میں مستغرق رہے۔

ذکر تیرا فکر تیری نام تیرا تیری یاد
اس سے بڑھ کر کام ہی آتا ہے دیوانہ کو کیا

اس کتاب میں پاس انفاس، تصور اسم "ھُوْ" پر کافی معلومات فراہم کئے ہیں جو قربِ الٰہی کا اقرب راستہ ہے۔

کہ روشن تصور بہ از آفتاب
حجابش نماند شود بے حجاب

تصور کی روشنی آفتاب سے زیادہ ہے کوئی پردہ نہیں رہتا تمام پردے اٹھ جاتے ہیں۔

کسے را تصور تاثیر شد
کہ غالب بکونین آں میرشد

جس کے تصور میں تاثیر پیدا ہوگئی وہ دونوں جہاں کا سردار ہوگیا۔ یہ "ھُو" کیا ہے؟ کائنات کی ابتدا منزلِ "ھو" سے ہوئی، جسکی دلیل "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن اور ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو" ہے، تصوف درجہ احسان شریعت پر مکمل آوری کا نام ہے تصوف عمل سے دوری کا نام نہیں ہے۔ تصوف باطن کو اختیار کر کے ظاہر کو چھوڑنے کا نام نہیں۔ زیرنظر کتاب ظاہر وباطن کے امتزاج کے ساتھ ساتھ علم وعمل اور عشق کا جذبہ ابھارتی ہے اس کتاب کا حسب ذیل اقتباس ملاحظہ ہو "عمل مظہر جمال ہے، علم عشق ہے عمل معشوق ہے، علم ظاہر ہے عمل پوشیدہ ہے۔ اور سالک کو صرف عمل کو عمل صالح میں تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے علم ظاہر اگر ہے تو علم باطن کا محتاج ہے اور علم باطن علم ظاہر کا پابند ہے۔ اگر علم ظاہر وباطن متحد ہوجاتے ہیں تو عملِ صالح نمودار ہوتا ہے اور عملِ صالح اللہ تک پہونچا دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علمِ ظاہر علمِ باطن اور عملِ صالح جب تک ایک نہیں ہوجاتے اللہ تک رسائی ناممکن ہے" ص ۲۵۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہیکہ اس کتاب کا فیضان عام کرے اور لوگوں میں ان عرفانی نکات سے استفادہ اور اسکے مطابق عمل کرنے کا شوق پیدا فرمائے اور اس ناچیز کی حالت کو میرے دادا پیر حضرت قطب العرفان ہاشمی علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق بدل دے:

دل مرا ہوجائے اک میدانِ ھُو
توہی تو ہو توہی تو ہو تو ہی تو
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
توہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علیٰ آلہ وصحبہ و سلم

شرع دستخط

حافظ سید بدیع الدین صابری، ۲۳ جنوری ۲۰۱۱ء

تقریظِ جمیل

پیر طریقت صوفیٔ ملت ضیاءِ اہلسنت حضرت علامہ سید شاہ یوسف الدین قادری، چشتی نقشبندی، بی، اے، یم ،او، یل (عثمانیہ یونیورسٹی) المعروف صدقی شاہ صاحب، جانشین حضرت کنزالعرفان رفیع شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، حیدرآباد، دکن، الہند۔

بسمِ اللہِ الرَّحمٰن الرَّحیم

نَحمدُ ہ ونصلِّی علیٰ رسولہِ الکریم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین اماَّ بعد

پیر طریقت غوَّاص علومِ معرفت کنز العرفان حضرت الشاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ ساکن مالاپور، دھارواڑ کرناٹک کی معرکتہ الآراء تصنیف ''سبیل النجات مِن الغمات الی الھدایاتِ المعروف، بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی......کا میں نے بغور مطالعہ کیا جو آٹھ ابواب پر مشتمل ہے باب اول میں علم اور عمل کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور علم نافع کے حصول کی ترغیب احادیث شریفہ کی روشنی میں مؤثر انداز میں کی گئی ہے۔ جو انتہائی قابلِ قدر سعی ہے۔ باب دوم میں عالی مرتبت مصنف نے علم تصوف جو اصل میں علم معرفت الٰہی ہے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ خصوصاً تصور شیخ اوراذکار الٰہی کے جہری وسری طریقے، اور ایک ضربی دو ضربی، تین ضربی کی خصوصی تعلیمات جو خانقاہی نظام میں مرجح ہیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جو طالبان حق و معرفت حق تعالیٰ، معرفت نفس ومعرفت رسول ﷺ کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے، جس سے صاحب تصنیف کے علم ظاہر وباطن کا ایک خزانہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ نے علم مراقبہ اور اسکے ذریعہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تجلیہ روح کے طریقے تفصیلاً بیان فرمائے ہیں اور یہ علمی سعی ہر لحاظ سے قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمایے آمین۔ باب چہارم میں پیر کامل کی شناخت اور اسکی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور مریدین کی تربیت کے آسان طریقے بتائے گئے ہیں مشاہدہ حق تعالیٰ اور مکاشفہ کے تعلیمات تفصیلاً بیان کی گئی ہیں، جسکی خانقاہی نظام میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔

باب پنجم میں روح اور اسکی تعریف بیان کی گئی ہے جو خانقاہی نظام کا خاص علم ہے اور یہی وہ علم

ہے جس سے سرِ تخلیق اور مقصد تخلیق اور منشاءِ حق تعالیٰ کو سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ باب ششم میں حضوری نماز کو حاصل کرنے کا طریقہ جو اصل مقصدِ عبادت ہے احادیث کی روشنی میں سمجھانے کی ممکنہ کوشش کی ہے تاکہ نماز مومن کی معراج بن جائے۔ اسکے علاوہ طریقۂ حبس دم بھی بتایا گیا ہے جس سے شیطان کے وسوسوں اور شیطان کے ہمارے خون میں داخل ہونے سے بچنے کا اہم ذریعہ ہے، چوں کہ حدیث شریف کی روشنی میں شیطان کا ہمارے جسم میں آنا اور جانا ہماری سانس کے ساتھ ہے، اور حبس دم میں سانس کو روکا جاتا ہے۔ باب ہفتم میں تصوف کے خاص خاص اصطلاحات کی تعریفیں بیان کی گئی ہیں جو سالکین کے لئے بہت ضروری ہیں خصوصاً ''انا'' اور اسکی حقیقت، انا کی دو قسمیں ۱) اَنائے مطلقہ ۲) اَنائے مقیدہ اسکو کھول کر بیان کیا گیا ہے جو نہایت ہی قابل تحسین ہے، جس علم کی وجہ سے سالک شرِ خفی الاخفیٰ سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ باب ہشتم جو اس کتاب کا آخری وانتہائی اہم باب ہے جس میں حق تعالیٰ کی معرفت پھر معرفت رسول ﷺ کا بیان کیا گیا ہے جسکا تعلق احدیت، وحدت، اور واحدیت سے ہے اور آخر میں طریقۂ بیعت بھی بتایا گیا ہے تاکہ عوام الناس بیعت اور اسکی اہمیت وفضیلت سے واقف ہوجائیں اور بیعت کی طرف راغب ہوں۔ الغرض یہ کتاب علم ظاہر وباطن کا ایک خزانہ ہے، حضرت کنز العرفان پیر طریقت الشاہ عارف القادری سلیمانی مدظلہ کی سعی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حضور اکرم مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کے قبول فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقط :

سید شاہ یوسف الدین قادری، چشتی نقشبندی، بی، اے، یم، او، یل (عثمانیہ یونیورسٹی) المعروف صدقی شاہ، جانشین حضرت کنزالعرفان رفیع شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (سلسلۂ غوثیہ کمالیہ) ۱۰، ۰۱، ۲۰۱۱ء۔

فہرست

نمبر	مشمولات	صفحہ نمبر
	باب اوّل	
1	علم کی تعریف	2
2	اقسامِ علم	4
3	علمِ اقرار کی تعریف	4
4	علمِ قلب کی تعریف	7
5	علمِ قلب کا اصول	8
6	علمِ قلب کا کمال	10
7	علم اور علمی تجدید	12
8	قرآن کیا ہے؟	15
9	عمل کیا ہے؟	20
10	عمل صالحہ کیا ہے؟	21
11	عملِ ذکر کیا ہے؟	22
12	علم وعمل کا حسین امتزاج	24
13	ٹائٹل بازی کا دور	25
	باب دوّم	
14	تصوف کیا ہے؟	27

15	خشیت وخوف الٰہی کس طرح پیدا ہوتا ہے؟	27
16	تصور کیا ہے؟	29
17	تصور کے اقسام کتنے ہیں؟	30
18	مشقِ تصور کا طریقہ	33
19	مشقِ تصورِ شیخ	34
20	اذکار اور طریقہءاذکار	35
21	ذکر سے پہلے سالک کو کیا کرنا چاہیۓ	36
22	طریقہءذکر ایک ضربی	37
23	ذکر دوضربی	38
24	ذکر بافکر تین ضربی	38
25	ذکر بافکر چار ضربی	39
26	ذکر بافکر پانچ ضربی	39
27	ذکر بافکر چھ ضربی	40
28	حسن طریق	41
29	راستہ کیا ہے؟	41
30	سالک سلوک الی اللہ از روئے تصوف کیا ہے؟	44
31	سالکین کے اقسام	44
32	تربیت سالکین	46
33	شائقین راہ سلوک	48

	باب سوّم	
34	تلاش مرشد، راہ روحانیت اور مقامات	50
35	مرشد مرید کی تربیت کس طرح کرے	53
36	اقسامِ مرشد	53
37	دوسری نظر	59
38	تیسری نظر	59
39	ملکوت اور جبروت کیا ہے؟	60
40	نفس کے ساتھ مجاہدہ کا آسان طریقہ	64
41	حبسِ دم اور تصور	64
42	دستِ شفا کیا ہے؟	66
43	علاج کا طریقہ	66
44	تاثیرِ زبان کا عمل	66
45	نظر اور دستِ شفا کی اتحادی کیفیت	67
46	مراقبہ کیا ہے؟	67
47	مراقبہ کے اثرات	71
48	مراقبہ اور تزکیہء نفس	72
49	مراقبہ اور تصفیہء قلب	73
50	مراقبہ اور تجلیہء روح	74
51	مراقبہ اور تخلیہء سر	74

	باب چہارم	
52	روحانی سفر کی کیفیت	76
53	رمزِ موت	77
54	مشاہدۂ موت کا عالم	78
55	مشاہدہ کیا ہے؟	79
56	مکاشفہ کیا ہے؟	80
57	پیر مراقبہ کس طرح کرائے	80
58	پیر مرید کی تربیت کس طرح کرے	81
59	صوفیانِ کرام اور علمائے کرام کے مابین وجوہاتِ اختلافات	85
60	چھ مسائلِ لاینحل	89
61	مشعلِ راہ سلوک	90
62	جسم اور جسمانیت کیا ہے؟	91
63	راہ سلوک میں حائل رکاوٹیں	92
64	انسان اور علم	93
65	جسمِ انسان کیا ہے؟	94
66	جسدِ انسان اور دل	95
67	پیر کی تربیت کے انداز	96
68	ٹینشن (ڈپریشن) کے علاج کی تلاش	99
69	مذہبِ اسلام کا مُدعا کیا ہے؟	100

	باب پنجم	
70	جان کیا ہے؟	103
71	عالم صغیر وکبیر کا اتحاد	104
72	قوت اور قدرتِ جان کیا ہے؟	105
73	جان کی جان کیسے بنیں؟	108
74	جان اور عقل	109
75	اندورنی افعال سے آزادی کیوں؟	110
76	دل کیا ہے؟	113
77	فطرت اور سائنس	114
78	ہمارے مدارس اور دار العلوم	116
79	قرآن اور علومِ دو عالم	119
80	قرآنِ مجید کی پہلی سورت	120
81	عالمِ اسلام کی تہذیب وثقافت	120
82	کل کے مدارس ودار العلوم میں پڑھائے جانے والے علوم	121
83	آج کے مدارس اور تعلیمی معیار	122
	باب ششم	
84	مرید اور نماز	124
85	حضوریٔ قلب اور نماز	125
86	پیر مرید کا طبعی مشاہدہ کرے	126

87	انسان کا صحت مند وزن کتنا ہونا چاہیئے	127
88	خوراق میں اعتدال	127
89	سالک کو کتنا کھانا چاہیئے	128
90	پیر اور مزاجِ مرید	128
91	اگر دماغ میں خشکی آگئی ہو تو کیا کریں؟	129
92	ضعف سے پہلے کی ترکیب	129
93	فکر کس طرح کرائی جائے؟	131
94	پیر کو معالج ہونا چاہیئے	131
95	بیماری کیا ہے؟	133
96	ہمارے یہاں اذکار کیا ہے؟	134
97	طریقۂ علاج اور جسم	134
98	طریقۂ حبسِ دم	135
	باب ہفتم	
99	تصوف اور اصطلاحات	136
100	''انا'' کی حقیقت کیا ہے؟	137
101	''سمع'' بصر اور کلام کی شرح	140
102	تشریحِ اعتبارات (وجود، علم، نور، شہود)	140
103	سبع صفات کا راز	143
104	فخلقتُ الخلق کیا ہے	144

105	ایک مثال	147
106	''امین نور'' کی وضاحت	148
107	طبعیتِ کُل کیا ہے؟	149
108	حضرات خمسہ کی تعریف	150
109	ظہورِ اجسام کا راز	151
110	اے سالکِ راہِ خُدا	154
111	''اناالحق'' کیا ہے؟	159
112	تعینِ ثانی	159
113	سبع صفاتِ اسماءِ حق	160
114	سبع صفاتِ بشر	160
115	روح، دل اور جسم	162
116	''امین دیکھ'' مطلق کیا ہے؟	162
	باب ہشتم	
117	واحدیت کی تفصیل	164
118	نور تنزل کا بیان تعین ثانی	166
119	علم ملکوت ومثالِ قلب ودل اور روحِ انسانی کسے کہتے ہیں؟	169
120	دل اور قلب کسے کہتے ہیں؟	172
121	معلوماتِ ارواح	174
122	نفس کی ذات قلب کب کہلاتی ہے	175

123	اختلاف کے وجوہات	177
124	حاصلِ بحث اور صوفیانہ تشریح	178
125	ولایت، قطبیت اور غوثیت کسے کہتے ہیں؟	179
126	رمزِ صفات	182
127	رمزِ مخلوقات	182
128	سوالات وجوابات	184
129	طریقۂ بیعت	186

☆☆☆

بسم اللّٰہِ الرَّحمٰن الرَّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَقُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِنُوْرِ مَعْرِ فَتِہٖ وَاَحْرَقَ اَکْبادَالْعَاشِقِین بِنارِاشْتِیاقِہٖ وَاَمْلأَ صُدُورَ الْمُحِبِّین بِحُبِّ ذَاتِہٖ وَاَجْلأَ ضَمایرَ الْواصِلِینَ بِنظرِ جمالِہٖ وَالصَّلوٰۃُ والسَّلامُ عَلیٰ حبیبِہٖ وَرَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَالَ فِی شانِہٖ ومایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلاَّ وَحْیٌ یُّوحیٰ وَآلِہٖ الطیِّبِینَ قَا لَ فِیْ حَقِّھِم اِنَّما یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عنکُمُ الرِّجْسَ اھْلَ الْبَیْتِ ویُطَھِّرَ کُمْ تَطھیراً وَاَصْحَابِہٖ الطَّاھِرِینَ الَّذِینَ قَالَ فِیْ وَصْفِھِمْ وَکلاًّ وَّ عدَاللّٰہُ الْحُسْنیٰ وعَلَیْنا معَھمْ اَجْمَعِین اِلیٰ یَوْمِ الدِّین .

سبحان اللّٰہ! فقیر نے ''سبیل النجات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی)، لکھ کر یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ راہ طریقت کا ہر سالک وہ علم تصوف کو سمجھے اور سمجھ کر عمل کرے جو صرف اور صرف صوفیان کرام کیلئے مخصوص رہ چکا ہے۔ممکن ہے کہ کئی مخلصین نے اصطلاحات تصوف کے تعلق سے علوم کے دریا بہادئے ہوں ۔مگر اس فقیر نے اصطلاحات کے بغیر اور اصطلاحات کے ساتھ بھی تصوف کے دقیق مسائل پر اظہارِ خیال کیا ہے۔انشاءاللہ آج کے جدید ذہن کے لئے یہ کوشش فصل بہار ثابت ہوگی۔آمین۔

باب اوّل

علم کی تعریف:

العالم العارف یعنی عارف اسرار الٰہی کو عالم کہتے ہیں! عالم وہ نہیں جو علم عکوس میں الجھ کر عالمیت و علمیت کا دعویٰ کرتا ہے۔کیونکہ علم حکمت ہے اور حکمت نبوت کا بدل ہے اور صرف نبوت دعویٰ کی چیز ہے۔حکمت ولایت ہے اور ولایت دعویٰ کی چیز نہیں ہے۔عالم وہ نہیں جو اپنے علم پہ غرور اور تکبر کرتا ہے بلکہ عالم بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند مردہ کو زندہ کرتا ہے اور مردہ کی زندگی قلب پر منحصر ہے۔معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء نے جو مردے جلائے دراصل مردہ قلوب کو جلایا تو مردہ بھی جی اٹھا۔معلوم ہوا کہ عالم وہ ہے جو کم ازکم مردہ قلوب کو زندہ کر کے دیدار جمال حی القیوم میں مصروف ومشغول کر دیتا ہے۔عالم وہ نہیں جس کا علم نفاق کی دلیل بن جائے۔عالم وہ نہیں جو دنیا کمانے کے لئے در بدر بھٹک کر علم دین بیچے۔کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے علم دین کو بیچا وہ جہنمی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے'' لَا تَشْتَرُو ا بِاٰیٰتِیْ ثَمَناً قلیلاً ،،میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کیلئے مت بیچو۔معلوم ہوا کہ اللہ کی آیات کو بیچنا بھی گناہ اور خریدنا بھی گناہ ہے خواہ وہ وعظ میں ہو، خواہ تحریر میں خواہ تقریر میں یا تعویذ میں سب کچھ گناہ ہے۔جو شخص جان بوجھ کر علم دین کو دنیا کمانے کیلئے بیچتا ہے یا بیچ رہا ہے ایسے شخص سے راضی رہنا یا اطاعت کرنا، پیرومرشد ماننا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ کافر کے کفر سے راضی رہنا بھی کفر ہے تو ایسا شخص جس کو نبی علیہ السلام نے جہنمی کہا ہو اس سے راضی رہنا اس کے فرسودہ گناہوں پر پردہ ڈالنا جہنم کا راستہ ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے'' وَ تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ،، ترجمہ،نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مدد کر و برائی میں ایک دوسرے کی مذمت کرو۔(نعوذ باللہ) اللہ ایسی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

عالم عارف اسرار ربانی محبوب سبحانی ہوتا ہے! عارف اللہ کے رازوں میں ایک راز ہوتا ہے اس کے وجود سے قوم وملت کو اتحاد نصیب ہوتا ہے۔اس کے وجود سے زمین پر فساد برپا نہیں ہوتا ہے۔وہ دائمی

امن و انسانیت کا علمبردار ہوتا ہے۔اس کا وجود رحمت باری کا چلتا پھرتا کرشمہ ہوتا ہے ۔وہ جس طرف جاتا ہے سوکھے کو سیراب کر دیتا ہے۔عالم وہ نہیں جسے آج کل ہم دو چار خوشنما القاب یا ٹائیٹل دے کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ عالم ہے۔

تو علم کیا ہے؟اَلْعِلْمُ نُوْرٌ، علم نور ہے اور بے علم حیوان ہے،حیوان سراپا نفس اور نار ہے اور ناری جنت کا مستحق کس طرح ہوسکتا ہے اس لئے اے اللہ کے بندو علم نافع حاصل کرو، کہا گیا ہے’’ اَلْعِلْمُ نَافِعٌ ،، علم نفع پہنچانے کا نام ہے لہٰذا نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا’’اللّٰھم اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ،، ترجمہ(اے اللہ) میں نفع نہ پہونچانے والے علم سے پناہ مانگتا ہوں۔کیوں آپ ﷺ نے پناہ مانگی ایسے علم سے؟اس لئے کہ علم الٰہی کے خلاف ’’علم انا‘‘ اَنَا خَیْرٌ مِنْہُ ،، میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ظاہر ہے اس دعویٰ کے بعد ابلیس کا کیا انجام ہوا۔

لہٰذا اے اللہ کے بندو !وہ علم حاصل کرو جس کو اللہ اور رسول پاک علیہ السلام نے پسند فرمایا ہے۔یادرکھو علم ایک بیج کے مانند ہوتا ہے،جیسا بیج ویسا ہی پیڑ اور پھل ہوگا۔بیج اگر ناری ہے تو پھل نار جہنم ہوگا،بیج اگر نوری ہے پھل جنت کا نمونہ ہوگا۔ارشادی باری تعالی ہے’’وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ،، اور وہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچائے۔معلوم ہوا کہ نفع پہنچانے والا علم یقیناً نور ہے اور یہ نور نعمت کبریٰ ہے ۔یہ نعمت کبریٰ کہاں میسر آتی ہے؟ارشاد باری تعالی ہے’’ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِم،، راستہ ان کا جن پر تیرا انعام ہوا۔معلوم ہوا کہ سیدھا راستہ ہی وہ ہے جس پر اللہ کا انعام ہے۔لہٰذا انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ یعنی ان لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ جن پر اللہ نے انعام مقرر فرمایا ہے۔اے صادق علمائے کاملین آج بھی ہیں اور انشاء اللہ صبح قیامت تک رہینگے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ انعام بغیر علم نافع کے یوں ہی مقرر فرما دیا گیا ہے نہیں ہر گز نہیں اس راستے کی ابتداء اَلْعِلْمُ نُوْرٌ ہے اور انتہاء خود نور ہے۔

اقسام علم:

علم دو طرح ہوتا ہے ایک علم اللسان،ایک علم القلب (حدیث) علم اللسان کو باللسان اور علم قلب کو بالقلب حاصل کرنا ہوتا ہے اور ان دونوں علوم کا سرچشمہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے متعلق ہے۔اس لئے علم کو اَلْعِلْمُ نُوْر ’’ کہا گیا ہے۔علم خواہ لسانی ہو یا قلبی اگر کلمہ طیبہ کے تقاضے پورے نہ کرسکا تو علم جہل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔معلوم ہوا کہ ہر علم کا معیار اور کسوٹی صرف اور صرف کلمہ طیب ہے۔اس لئے حضور علیہ السلام فرماتے ہی ’’اِقْرَار‘‘ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْق‘‘ بِالْقَلْبِ،، معلوم ہوا کہ اک علم اقرار ہے اور اک علم تصدیق ہے۔

علم اقرار کی تعریف:

اللہ کا علم اللہ کی صفت، بندہ کا علم بندہ کی صفت ہے۔ہاں بندہ کی صفت کو صفت الٰہی میں فنا کر کے اقرار کرنے کا نام اقرار باللسان یا علم اقرار ہے،اس لئے ارشاد گرامی ہے’’تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ، ،اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو۔اللہ کے اخلاق کیا ہیں؟اللہ کے علوم ہیں اور اللہ کے علوم بے شمار اور بے حد ہیں ۔دونوں جہاں کی ہر چیز اللہ کے اسماء اور صفات سے متعلق ہے اور اس کی مظہر ہے۔معلوم ہوا کہ ہر چیز کو اللہ نے کسی نہ کسی صفت پر تخلیق کر کے صفت کا مظہر بنا دیا ہے۔

اے طالب اللہ ! اللہ کی تخلیق تو بے شک کامل اور بے نقص ہے ۔تجھے نفس اور عقل عطا کر کے امتحان میں ڈالنا چاہتا ہے یا تو صفت الٰہی پر برقرار رہے گا یا منشاء الٰہی کے خلاف نفس کو خود کا مظہر بنا کر پیش کرے گا۔اگر ایسا ہوا تو جانتا ہے انجام کیا ہوگا؟یہ شرک ہے اور یہ جب خفی سے جلی میں تبدیل ہوجاتا ہے تو بندہ کھلا ہوا مشرک ہوجاتا ہے۔لہٰذا شرک کسی صورت میں قابل معاف گناہ نہیں۔(نعوذ باللہ منہ)

جاننا چاہئے علم اقرار باللسان یا علم اللسان صفت سے متعلق ہے۔اور صفات الٰہی جلالی، جمالی اور اوسط درجات میں منقسم ہیں۔اے اشرف المخلوقات۔اللہ نے تجھے فطری طور پر جمال کا مظہر بنا کر پیدا فرمایا

ہے۔لہٰذا تجھے چاہئے کہ جمال سے وصال حاصل کر کے اور اپنی انا کی صفت کو صفت الٰہی میں فنا کر کے ”تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہِ ،، اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو! کے مطابق تمام صفات جمال کی مظہریت سے گذر کر ذات کی طرف سفر کرے۔راستہ مشکل ہے اور مشکل بھی نہیں اگر قابل و لائق نکتہ شناس پیر رکھتا ہے۔ورنہ بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی۔اے طالب خدا! تو اگر جمال ہے تو جمال سے وصال کی طرف ہی تیری منزل ہونی چاہئے۔بخدا اگر جلال میں فنا ہوا تو جلال کے فراق سے خود کے قریب اور خدا سے دور ہو جائے گا۔فرعون، ہامان، شداد اور نمرود کا کیا انجام ہوا جو جمال سے جلال کے فراق میں گئے۔

معلوم ہوا کہ علم اقرار صفت سے متعلق ہے اور صفات انگنت ہیں یہاں سے نکلنا ذرا دشوار ہے ذرا سا بہک گیا تو کسی چیز کو سالم و ثابت نہیں چھوڑے گا۔مثلاً جنہوں نے دین اسلام کے تہتر ٹکڑے کیے وہ بھی اپنے آپ کو عالم ہی کہتے تھے یہ اور بات ہے ہم انہیں علماء سوء کہتے ہیں کیا یہ کام جاہل سے ممکن تھا؟ ہرگز نہیں۔ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ ایسے خود پرست عناصر کو کوئی کامل پیر نہ ملا یا انہوں نے تلاش نہ کیا یا تو ممکن ہے ایسے لوگ یا علماء علماء حقانی کے خلاف صف آراء ہو کر جلال کے فراق میں مبتلا ہو کر، دیوانے یا پاگل ہو گئے ہوں۔یقیناً وہ دیوانے گمراہ اور پاگل ہی تھے جنہوں نے دین متین کے تہتر ٹکڑے کر ڈالے اور اس کا آغاز جنگ صفین کے میدان سے خوارج کی شکل میں ہوا اور ان کا محبوب مشغلہ جنگ اور تباہی ہے، ان کا مذہب انسان اور انسانیت کا قتل ہے۔ایسے لوگ جنگ پسند اور امن کے دشمن ہوتے ہیں، انبیاء اور اولیاء کی حرمت کو مجروح کرنے والے بے قید تنقید کرنے والے دائرہ امت سے خارج ہوتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کو ایک اور حاکم ماننے کے نام پر انسانیت کے قتل کو جائز ٹھہرا لیتے ہیں اور ایسے لوگ گروہ در گروہ دنیا بھر بھٹکتے رہتے ہیں تا کہ انسانیت کے وقار سے منہ کالا کیا جا سکے۔جب یہ جنگ اور بربادی انسان دشمنی کی آگ جنگ صفین سے چلی اور عرب ممالک سے ہوتے ہوئے صدیوں بعد ہندوستان پہنچی تو 1840ء کے بعد سے آج تک انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے کئی ممالک کو جنگ کے میدان میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اے اللہ کے بندو خوارج کی پہچان صرف یہی ہے کہ یہ لوگ انبیاء کرام، اولیائے عظام اور سنت

و جماعت کے خلاف ہمیشہ ناپاک جنگ کرتے آئے ہیں جیسے حالات ہوتے ہیں ویسی جنگ کرتے ہیں کبھی قلمی جنگ کرتے ہیں، کبھی تقریری اور اجتماعی جنگ کرتے ہیں اور موقع ملا تو تلوار سے انسانیت کا بے دریغ خون بہاتے ہیں۔

لہٰذا ایک فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے خلاف بہتر فرقے ہیں کہیں نہ کہیں یہ انسانیت کے خلاف جنگ و جدال کو اپنا مذہب، مسلک اور مشغلہ بنائے ہوئے رہتے ہیں۔کہیں نہ کہیں ان کے تانے بانے ضرور ملتے ہیں یا یوں کہئے کہ یہ سب فرقے ایک تھیلے کے چٹے بٹے ہیں اور اس علم کے علماء کو علماء سوء یا علماء انا خیر منہ کہا جاتا ہے۔اللہ اس گمراہ اور ضلالت والے علم سے محفوظ رکھے۔آمین!

حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو اہل کوفہ نے بیعت کی دعوت دی، آپ مع اہل خاندان اور چند جاں نثاروں کے جب تشریف لے گئے تو میدانِ کربلا میں آپ کو روک کر فوجی پہرے بٹھا دیئے گئے۔بالآخر بھوکے پیاسوں پر ظالم و سفاک یزیدیوں نے جارحانہ حملہ کیا اور آپ اس معرکۂ حق و باطل میں حد فاصل کی طرح اٹھے اور اپنے دفع میں تلوار چلائی۔تو ظالم و جابر خارجی آج تک آپ پہ یہ الزام لگاتے آئے ہیں کہ آپ نے بادشاہ وقت سے بغاوت کیا، آپ نے خروج کیا۔(نعوذ باللہ) اس لفظ خروج ہی سے خارج پیدا ہوئے تو کیا آپ خارجی تھے؟ ہرگز نہیں اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ آپ حق پرست تھے۔تو یہ خارجی کون ہیں جو یزید پلید ملعون کو امیر المؤمنین مانتے ہیں۔یہ وہی خارجی ہیں جن کا مذہب جنگ و جدال ہے اور جنگ و جدال کو یہ جہاد کے نام پر انسانیت کا خون بہانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔زمانہ زاز علماء سوء چاہے لاکھ کوشش کر لیں مگر سنی صادق، حق پرست، حق پسند، متوکل علماء کاملین صبح قیامت تک حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کرتے رہینگے۔

علم قلب کی تعریف:

علمِ قلب کو علمِ باطن، علمِ خواص اور تصدیق بالقلب کہتے ہیں۔ اور یہ علم ذاتِ قلب اور ذاتِ حق کے درمیان واسطہ ہے یعنی اس علم سے عرفانِ حق حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ علم ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ مجدہ الکریم فرماتا ہے ''وَمَا اُوتِیتُم مِنَ العِلمِ اِلَّا قَلِیلاً''، جتنا حصہ تمہیں علم کا دیا گیا ہے دراصل وہ بہت تھوڑا ہے ۔ بے شک اس علم کے عالم و عامل صرف خاصانِ خدا ہوتے ہیں اور یہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس علم کے عامل کو عارف اور کامل کہتے ہیں اور یہ علم، علمِ ولایت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتا ہے۔ علمِ ظاہر نبوت کا حصہ ہے، علمِ باطن ولایت کا حصہ ہے۔ علمِ ظاہر سے ایک مسلمان مؤمن متقی پرہیزگار اور جنت کا حقدار ہوتا ہے۔ علمِ باطن کا عالم عارف، کامل اللہ کا ولی اور جنت کے مالک کا طلبگار رہوتا ہے۔ لہٰذا ارشاد نبوی ﷺ ہے'' مَنْ لَہُ المَولٰی فَلَہُ الکُل''۔ جو اللہ کا ہوگیا سب کچھ اسی کا ہوگیا۔ نیز ارشاد گرامی ہے ''اَلوِلَایَۃُ اَفضَلُ مِنَ النَّبُوَّۃِ''۔ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کیا واقعی افضل ہے؟ ایک عام آدمی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولایت اور علم ولایت ہر نبی کی نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ اور نبیوں کی نبوت کا اظہار اللہ کے بندوں کو جنت کا حقدار بنانے کیلئے ہے۔ ہدایت کی طرف پیروی کرانے کیلئے ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ کی ولایت اور علم ولایت خالص اللہ کے لئے ہے یعنی علم شریعت نے جنہیں آراستہ کیا انہیں علمِ ولایت اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ نبی کا ایک مرتبہ نبوت ہے اور ایک مرتبہ ولایت ہے۔ مگر ہمارے نبی کا مرتبہ ولایت دیگر انبیاء کے مرتبہ نبوت سے افضل ہے۔ نیز نبوت کا رخ مخلوق کی اصلاح کی طرف ہوتا ہے اور ولایت کا رخ رب کے قرب و وصال کی طرف، ہر ولی کی ولایت اسی نبی کی ولایت کا فیضان ہے۔ اللہ کیونکہ علم القلب کا تعلق ذات سے ہے۔ علم لسان کا تعلق صفات سے ہے۔ اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنبِیَاءِ بَنِی اِسرَائِیلِ''، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہیں۔

علم قلب کا حصول:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَلعِلمُ نُقطَۃٌ''، علم ایک نقطہ ہے۔ یہ نقطہ اپنا ظاہر و باطن رکھتا ہے ،اس کے ظاہر کا اظہار میں نے اپنی کتاب (العلم نقطۃٌ) میں کیا ہے۔ اس کا باطن کیا ہے؟ یہ علم باطن یا علم قلب کیا ہے یہ ایک بحرِ بے کنار ہے ہر چیز اس علم کا ایک بلبلہ ہے، بنتا اور پھٹ جاتا ہے۔ اس بحرِ بے کنار کو اللہ چاہے تو ایک نقطہ میں سمیٹ سکتا ہے۔ پس اس نقطہ تک پہونچنے کی کوشش ہر طالب علم کو کرنی چاہئے۔ یہ نقطہ بھی عجیب نقطہ ہے جس میں ایک بحر بے کنار موجزن ہے۔ بس ذرا سا حوصلہ چاہئے کہ اس بحر بے کنار میں غوطہ لگا کر اس علم کے موتی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے۔ یہ علم کا موتی نہیں یہ علم کا شہر بھی ہے۔ یہ ھُوَ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاھِرُ اور الْبَاطِنُ کے علوم کا سرچشمہ ہے، یہ علم کا موتی یا شہر نہیں بلکہ نبوت اور ہدایت کا مرکز و محور ہے، پس اس شہر میں داخل ہونے کیلئے باب ولایت سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہاں کس کی مجال ہے کہ حضرت شیر خدا کا سامنا کر سکے۔ معلوم ہوا کہ اس علم پر ولی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بس اس موتی کے نور کا نقطہ میں ہی تمام علوم پوشیدہ ہیں۔ جس خوش نصیب کو اس موتی کے نور کا نقطہ مل گیا سمجھو اس کو علم کا دریا مل گیا۔ جو اس سے بے نصیب ہے وہ کب بانصیب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کہا گیا ہے ''اَلْعِلْمُ صِفَۃٌ یَصِیرُ الْجَاھِلُ بِھَا عَالِماً''، یعنی علم وہ صفت ہے جس سے جاہل عالم بن جاتا ہے۔ یہاں ذات علم کی تعریف صفت سے کی گئی ہے اور یہی صفت براہ راست ذات کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ایسے عالم کے سائے کو یا نگاہوں کے سائے کو اللہ تحت الثریٰ سے عرش اور فرش تک دراز کرتا ہے۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَلَمْ تَرَاِلیٰ رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ''، کیا تم اپنے رب کی قدرت کو نہیں دیکھتے کہ اس نے سائے کو کیسا دراز کیا۔ سبحان اللہ یہ سایہ بے سایہ ہے۔ کیونکہ قدرت کا سرچشمہ ہی علم کا وہ بے مثال موتی ہے۔ جس کے نقطۂ نور سے کائنات کا حسن و جمال زندہ و تابندہ ہے۔ اس نقطہ کی کیا تعریف کروں، کس طرح کروں کیا بتاؤں کہ وہ حروف کے ایسے ہجوم میں پوشیدہ ہے جہاں سے لوحِ محفوظ کے علوم کا اظہار ہوتا ہے، لوح محفوظ کا پڑھنا صاحب بصارت کے لئے شاید آسان ہو مگر نقطہ کا دیدار اور سمجھنا محال ہے۔ ہاں یہ بہت آسان کام

ہے اگر تو صاحب نظر علم حاضرات وناظرات کا ماہر پیر یا مرشد رکھتا ہے۔ ورنہ ایسے مرشد کے بغیر اس نقطہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ اور کیا صاف بتاؤں کہ یہ علم کا سمندر اور اس سمندر میں جانِ علم وہ موتی ظلمات کے اس پار ہے۔ جہاں اسمِ ذات ھو کے ورد میں مشغول دو شیر تعینات ہیں بس ذرا سا بچ کر نکل جانا چاہئے۔

اے عقلمند! تجھ پر یہاں انسان ،خدا ،نور ،روح ،ذات، صفات لوح وقلم کا پوشیدہ رازعیاں ہوجائے گا! اے میرے محبوب سالک! من عرف نفسہ سے اپنے آپ کو پہچان کہ وہیں فقد عرف ربہٗ اور ھو ہی ھو ہے ھو ہی ھو کو جانتا پہچانتا ہے، اے میرے یار تو خود کو دیکھ کہ تو خود کیا ہے؟ تو نے اپنے آپ کو نطفہ سمجھا ہے ۔نطفہ ظاہر ہے اور باطن میں تو خود ایک نقطہ ہے۔ تو کیا ہے اسی دریائے بے کنار کا گوہر آبدار اور نور ہے۔ اور نقطہ بھی ہے۔ تو نے اپنے آپ کو نطفہ سمجھا یہ نطفہ تو نہیں تیرا پیرہن ہے حقیقت میں تو نقطہ نور ہے۔ ورنہ تجھے انسان اور اشرف المخلوقات کس طرح کہا جاتا۔ تیرا ظاہر دراصل تو نہیں تیرا نور ہے۔ کیوں اپنے ہی عکس میں الجھا ہوا ہے۔ تیرا نقطہ نور ہے بس اس کی تلاوت کر لے سارے علوم منکشف ہوجائیں گے۔ اور تو خود اس قابل ہوجائے گا کہ تمام علوم ایک نقطہ میں بیان کر دے گا۔ اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ وَ كَثْرَتُهَا بِالْجُهَّالِ ۔علم ایک نقطہ ہے اور اس کی کثرت جہلاء کے پاس ہے یعنی علم کا نور ایک نقطہ میں ہے اور اس کی کثرت کا علم عوام کے پاس ہیں جو اپنے آپ سے نا آشنا من عرف نفسہٗ سے بے بہرہ ہیں۔ کیوں عکوس کے جنجال میں پھنس رہا ہے اب خود فیصلہ کر کہ علم بندہ اچھا یا علم الٰہی؟ علم الٰہی بہتر ہے کیونکہ یہ علم وہ ہے جس کی عین سے لوح محفوظ کا مطالعہ حاصل ہوتا ہے۔

علم القلب، علم الٰہی ہے۔ علم لوح محفوظ کیا ہے؟ کتاب دل کی ایک سطر ہے۔ علم القلب کے عالم کو عالم الٰہی یا تلمیذ الرحمٰن کہتے ہیں۔ علم الٰہی کیا ہے؟ رحمت باری تعالیٰ ہے اور یہ ہزاروں ،لاکھوں انوار کا ایک مجموعہ ہے، یہ علم اللہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ پس اس علم سے یعنی علم الٰہی سے، علم الحدیث، علم القرآن، تفسیر وفقہ، سیکھنا چاہئے۔ جس نے یہ علم سیکھا اسے وہ علم کبھی گمراہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ابلیس بھی عالم ہے اور اسے علم نفس عطا کیا گیا ہے اور حضرت آدم بھی عالم ہیں جنہیں علم قلب عطا کر کے اعلان فرمایا گیا ”وَ عَلَّمَ

آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ،، ہم نے آدم کو تمام علوم سکھائے۔ پھر بھی حضرت آدم سے لغزش ہوئی اور ابلیس نے دھوکہ میں ڈالا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام عالم القلب اور ابلیس عالم النفس تھا۔ لہٰذا ظاہر نے باطن کو دھوکہ دیا اور لغزش میں مبتلا کر دیا۔ اس لئے حضرت آدم نے کہا ”رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِن لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ،، اے اللہ نفس نے بڑا ظلم ڈھایا۔ کیا معنی جب کہ آدم علیہ السلام بے نفس تھے تو کس کے نفس نے دھوکہ دیا یا ظلم ڈھایا۔ معلوم ہوا کہ نفس ابلیس نے دھوکہ دیا۔ اس لئے اللہ رب العزت نے جب آپ کو زمین کی طرف روانہ کیا تو توبہ کے بعد علم نفس یا علم ظاہر سے بھی آراستہ کر کے ظاہری وباطنی علوم کا سرچشمہ بنا دیا تاکہ آپ کی ذریت مکروفریبِ ابلیس سے محفوظ رہ سکے۔ ”اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ،، ابلیس کے فریب سے بچو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

علم القلب کا کمال:

علم القلب ایک انوار کا مجموعہ ہے جو رحمت باری کی شکل میں انسان کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ یہ کس طرح وارد ہوتا ہے؟ کیا اس کا مشاہدہ ممکن ہے؟ ہاں اس حال کا مشاہدہ ممکن ہے! وہ کس طرح؟ اس طرح کہ جب طالب صادق بارگاہ خداوندی کی طرف مکمل یکسوئی کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو یعنی مراقب ہوتا ہے تو انسان بحیثیت عالم کبیر عالم صغیر سے متحد ہوجاتا ہے یا قدرت سے جڑ جاتا ہے تو اس کے سر پر اس قدر انوار علم برستے رہتے ہیں کہ وہ حیران وششدر ہوجاتا ہے، خدا کی قدرت کی ہر شئی کی حقیقت کا علم نور بن کر مراقب پر برسنے لگتا ہے، ہر چیز کی حقیقت کا علم مراقب پر منکشف ہوجاتا ہے، مراقب دیکھتا ہے کہ اس کے سر پر انوار کی بارش یا رحمتوں کی موسلا دھار بارش برس رہی ہے، اس حال میں مراقب کبھی حیرت زدہ ہوتا ہے، کبھی خوف زدہ ہوتا ہے، کبھی خوش ہوتا ہے، کبھی آپے سے باہر ہوجاتا ہے، کبھی دیکھتا ہے کہ ابلیس حسد وجلن سے گھور رہا ہے، کبھی اپنے حال پر عبرت کے آثار نمودار دیکھتا ہے۔ ہر غائب کا حال منکشف ہوتا ہے، ہر علم کی حقیقت آشکار ہوتی ہے، وہ علم غیب جو اب تک مراقب سے غائب تھا، حاضر ہوجاتا ہے، ہر

پردۂ غیب چاک ہوجاتا ہے، یہاں پہونچ کر مراقب کو خبر ہوتی ہے کہ وہ خود کیا ہے، من عرف نفسہ خود کی پہچان کیا ہے؟ خدا کی پہچان کیا ہے، فقدعرف ربہ کیا ہے؟ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا ہی مراقب کو دیدار جمال عطا کرتا ہے، تو علم کی کیا مجال کہ کامل مراقب سے پوشیدہ ہوجائے۔ بس اس حال کے حصول کے بعد بندہ کجا خدا کجا کے مقام کے عرفان کے بعد مت پوچھئے کہ بندہ کا کیا مقام ہوتا ہے، کیا حال ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا!

اے طالب اللہ! علم سے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اَلا اِنَّ الدُّنیا مَلْعُونَۃٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ،،(رواہ ترمذی وابن ماجہ) اللہ کا ذکر اور اس کا دم بھرنے والے اور عالم اور طالب علم ان کو چھوڑ کر بقایا دنیا و مافیہا سب ملعون ہیں۔

اے اللہ کے بندو علم حاصل کرو علم کی بڑی فضیلت ہے، علم انسان کی تیسری آنکھ ہے اس کے بغیر انسان اندھا ہے، تمہیں اللہ کے ذکر کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور اللہ کا ذکر بغیر علم کے ممکن نہیں اتنا تو ضرور علم حاصل کرو کہ تمہارا اندکو رشہ رگ کے قریب مل سکے۔ علم کس سے حاصل کروگے؟ کونسا علم حاصل کروگے یہ سوچ سمجھ کر حاصل کرو شاید تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔ وہ علم ہرگز حاصل نہ کرنا جس کا انجام۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا اِلٰہ الا اللہ

نہ ہوجائے۔ اے طالب اللہ! ایک رخہ علم ہرگز نہ حاصل کر کہ یہ علم تجھے دنیائے ملعون کا طلبگار و فریفتہ بنادے گا، ابلیس اسی قبیل کا عالم ہے تو بھی ابلیس جیسا عالم ہرگز نہ بننا۔ تجھے حضرت آدم علیہ السلام جیسا بننا ہے کیونکہ تو آپ کا بیٹا ہے۔ تجھے باپ جیسا بننا ہے۔ اے طالب اللہ! اگر سعادت چاہتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام جیسا علم حاصل کر کے اس کی حفاظت میں صبح و شام مصروف رہ۔ ورنہ کیا حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا گمراہ نہیں ہوا تھا؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ، لا یَتَعَلَّمُہٗ اِلَّا

لِیُصِیْبَ بِہٖ عَرَضاً مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَعْنِیْ رِیْحَھَا،،(ابن ماجہ رواہ ابن داؤد)

جس نے علم (دین) حاصل کیا جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے لیکن (اگر) وہ یہ علم حصول دنیا کیلئے سیکھتا ہے تو قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا (یعنی جہنمی ہوجائے گا)

نیز ارشاد پاک ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے دنیا (کامال) کمانے کیلئے علم دین کو سیکھا وہ جہنمی ہے،، معاذ اللہ! اس خطائے فاش سے اللہ محفوظ رکھے! آمین

علم اور علمی تجدید:

حقیقت میں علم علم الٰہی کو کہتے ہیں۔ خالق نے مخلوق کی تخلیق کے بعد مخلوق کو سکھانے کیلئے علم کی تعریف تین منازل میں کی ہے (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ علم الیقین یہ ہے کہ حدوث سے قدم کا جاننا، دلیل سے مدلول کا جاننا یا کسی چیز کا احاطہ و ادراک حاصل کرنے کے بعد مطمئن ہوجانا یا مطمئن کردینا۔ ''رب زدنی علما،، مجموعی طور پر تخلیق سے خالق کے وجود کو تسلیم کرنا ہی علم الیقین ہے۔ علم الیقین میں دو الفاظ انتہائی معنی خیز ہیں۔ علم سے متعلق نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں'' اَلا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَافِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَلاہُ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ،،(رواہ ترمذی وابن ماجہ) ترجمہ:۔ اللہ کا ذکر اور دم بھرنے والے، اور عالم اور طالب علم، ان کو چھوڑ کر بقایا دنیا و مافیہا سب ملعون ہیں۔

علم کیا ہے؟ یقین کیا ہے؟ اس کا سمجھنا اور وثوق کے ساتھ جاننا انسان پر لازم آتا ہے۔ علم اور یقین یہ الفاظ اللہ کی زبان میں وہ مخصوص اصطلاحات ہیں جو اللہ کی منشاء اور مراد کی طرف رہبری کرتی ہیں، ورنہ دنیا کی تمام زبانوں میں عربی وہ زبان ہے جو اپنی آغوش میں الفاظ، استعارے اور کنائے لئے ہوئے ہے۔ یہ وہ زبان ہے جس کے ایک ایک لفظ کے تین تین، چار چار حتیٰ کے پانچ پانچ سو معنیٰ حاصل ہوتے ہیں

محققین نے تحقیق کیا ہے کہ دنیا کی لاکھوں زبانیں اپنے الفاظ کیلئے دو معنٰی یا سہ معنٰی سے کچھ زیادہ اپنی نکھار کا سامان نہیں رکھتیں۔ سبحان اللہ! عربی زبان اللہ کی زبان، یہ وہ زبان ہے جس کا ہر لفظ جس کی ہر عبادت، ہر جملہ معنٰی در معنٰی اپنے اندر ایک ضخیم لغت لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اسلام کی پہلی صدی سے کلام اللہ کے متعلق علماء کاملین نے بھی شخصی تراجم سے احتراز کیا۔ بس اس قدر حتمی فیصلہ دے دیا کہ قرآن دانی حدیث دانی پر موقوف ہے۔ رہا سوال احادیث کا سمجھنا یا ظاہری و باطنی معنٰی تک پہنچنا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس لئے باقاعدہ علم الحدیث وجود میں آیا اور محدثین کرام وقتاً فوقتاً کلام اللہ کی صرف ان آیات کا ترجمہ احادیث کریمہ کی روشنی میں کرتے تھے جو ان کے موضوع سخن کیلئے ضروری ہوتیں۔ ترجمہ کی ضرورت اس لئے بھی آن پڑی کہ عربی النسل کے علاوہ عجمی النسل کے حضرات بھی حلقہ بگوش اسلام تھے، پس عجمی حضرات کو سمجھانے کیلئے صرف اور صرف ضروری آیات کے تراجم صدیوں تک علماء کرام اور صوفیان کرام نے کیا ہے۔ شاید ہی کسی کامل عالم و عارف نے یہ کوشش کی ہوگی کہ مکمل قرآن کا ترجمہ عجمی زبان میں کیا جائے۔ اگر کی ہوگی بھی تو میرے مطالعہ میں مکمل قرآن کا ترجمہ دنیا کی کسی زبان میں گذشتہ دو صدیوں کے پہلے کی صدیوں میں کیا ہو آج تک نہیں آیا۔

آتا بھی کیسے؟ کیوں کہ میرے خیال میں یہ اس قدر آسان بھی نہیں تھا کہ کلام اللہ کا ترجمہ عین منشاء و مراد الٰہی کے مطابق بندہ اخذ کر سکے۔ کیونکہ گذشتہ صدیوں میں کاملین حضرات قدسیہ اس خیال سے سہم جاتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، ترجمہ بندہ کی عام زبان ہے اور عام زبان میں بندہ عین منشاء الٰہی کے مطابق اللہ کے کلام کا ترجمہ کرے بھی تو کیسے۔ کیونکہ اللہ کی زبان کا ایک ایک لفظ چار چار، پانچ پانچ سو معنٰی کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ایک ایک آیت میں کئی کئی الفاظ ہوتے ہیں، اگر ہم ایک آیت کا ترجمہ اپنی زبان میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایک ایک لفظ کے سینکڑوں معنٰی کے ساتھ ایک آیت کا ترجمہ بھی ایک ضخیم کتاب بن جائے گا۔ اس لئے مکمل قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی کوشش گذشتہ دو صدیوں کے پہلے کے بزرگوں نے نہیں کی ہوگی۔ غالباً بارھویں صدی کے بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ قادری محدث دہلوی رحمۃ اللہ

علیہ نے وقت، حالات، سیاست، گردش زمانہ اور مادی ترقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اہم ضرورت سمجھ کر مکمل قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دیا، پھر آپ کے بعد آپ کے لائق دو فرزندوں نے (۱) شاہ عبد القادر صاحب (۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ نے اردو زبان میں کیا، پھر اس کے بعد قرآن کے تراجم کا وہ سلسلہ چل پڑا کہ دنیا بھر میں کئی فرقے کئی جماعتیں وجود میں آتی گئیں اور تراجم اپنی اپنی جماعت کی بالا دستی اور ترقی کیلئے دلائل بن گئے۔ آج اکیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے قرآن کے تراجم دنیا کی ہر زبان میں ہو چکے ہیں۔ گذشتہ ایک ڈیڑھ صدی سے ایک جماعت دوسری جماعت پر ترجمہ کی گڑبڑی کا الزام لگاتی رہی اور ثابت بھی کرتی رہی ثابت ہوا بھی، مگر آج کے گڑبڑی پسند علماء کو یہ گڑبڑی پر نہ کل ندامت ہوئی، نہ آج ندامت ہو رہی ہے۔ ''یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا''، یہ وہ کتاب ہے جس کو لوگ پڑھ کر گمراہ بھی ہو جاتے ہیں اور ہدایت پر بھی آجاتے ہیں۔ سبحان اللہ!

اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق حق و باطل کی لڑائی عام ہوگئی۔ قرآن کے خلاف قرآن ہی سے دلائل حاصل کئے جانے لگے۔ خود کو حق پرست ثابت کرنے کیلئے قرآن کے خلاف قرآن ہی سے فتوے حاصل کئے جانے لگے۔ دنیا دار، دنیا پرست علماء حتی کہ ڈاکٹر اور انجینیئر بھی قرآن کے تراجم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ صرف قرآن کو صراط مستقیم مانا حدیثوں کو جھٹلا دیا۔ شخصی آزادی، اظہار خیال کی آزادی نے انسان کو کلام اللہ اور منشاء خداوندی کے خلاف صف آراء ہونے کی جرأت عطا کی۔ ہم قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی سیرت سے بھٹک کر مادی فوائد کے حصول کیلئے فرقوں اور جماعتوں کے الجھیڑوں میں ایسے الجھے کہ اب سلجھنا انتہائی دشوار نظر آ رہا ہے۔

یہی وہ وجوہات تھے جس کے خدشہ کے تحت متأخرین علماء کاملین، عارفان الٰہی و کلام الٰہی نے خود شناسی اور خدا شناسی کے باوجود قرآن کا مکمل ترجمہ کرنے سے صدیوں تک احتراز کیا۔ ایک سوال ضرور یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کے دور میں غیر عربی دان کو قرآن کے سمجھنے کیلئے قرآن کے مقدس ترجمہ کی ضرورت نہیں تھی؟ ضرور تھی اور ہے! تو اس کام کو کون شخص انجام دینا چاہئے تھا؟ یہ کام وہی شخص انجام دے سکتا تھا اور

دے سکتا ہے جوصرف خدا کو دلیل سے جانتا ہی نہ ہو پہچانتا بھی ہو، جو صرف خدا کے علم کا عالم ہی نہ ہو، خدا کے عرفان کا عارف بھی ہو، یہ کام وہ شخص انجام دے سکتا ہے جو عین منشاء الٰہی کو پہچانتا ہو، عشق نبوی ﷺ میں جیتا اور مرتا ہو، یہ کام صرف وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو تلمیذ الرحمٰن ہو، تلمیذ الرسول ہو، نہ کہ تلمیذ الانسان۔ کیا انسانوں میں قیامت تک تلمیذ الرحمٰن نہیں پیدا ہونگے جو رحمٰن کے منشاء اور مراد کو جانتے ہیں، ضرور ان شاء اللہ تلمیذ الرحمٰن، تلمیذ الرسول قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ ایسے حضرات قدسیہ مقام قدس سے قرآن کے تراجم لائیں گے اور گڑ بڑی والے تراجم کو منسوخ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ یہ اللہ کی کتاب ہے اللہ ہی اس کا حافظ و نگہبان ہے وہ اپنی کتاب کی حفاظت خوب جانتا ہے۔ اللہ ضرور ایسے لوگوں کو لاتا رہا ہے جو حق اور باطل کے درمیان حد فاصل قائم کر دیتے ہیں۔ ”هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ“، اس میں متقین کیلئے ہدایت ہے۔ غیر متقی، دنیا دار علماء لاکھ کوشش کے باوجود قرآن کے زیر و زبر کے ساتھ معمولی کوشش بھی کریں تو گرفت ہوگی، ہر کھلواڑ کی قلعی علماء کاملین کھول کے رکھ دیں گے۔

قرآن کیا ہے؟

قرآن کتاب اللہ ہے، قرآن امام الکتب ہے۔ قرآن کل موجودات کے علوم کا گنجینہ ہے۔ ”وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ“، جس میں ہر خشک و تر کی بات کی گئی ہے، قرآن انوار الٰہی کا مرقع ہے، قرآن نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے، قرآن سیرت مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ ہے، ان شاء اللہ یہ آئینہ نہ قیامت سے پہلے داغدار ہوگا نہ قیامت کے بعد۔ کیونکہ اللہ ہی اس کا حافظ ہے۔

قرآن انتیس (۲۹) حرفوں سے تشکیل پذیر ہے۔ انتیس حروف کیا ہیں؟ ہر حرف اللہ کا ایک راز اور نور ہے۔ ایک حرف کے دوسرے حرف سے ملنے سے تیسرا نور پیدا ہوتا ہے، تیسرے حرف سے ملنے سے چوتھا نور پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ان انوار کا سلسلہ فرش سے عرش تک رہتا ہے۔ یہی ہمیں فیض پہونچا رہا ہے۔ مثلاً الحمد! الحمد کیا ہے؟ ا، ل، ح، م، د، کا مجموعہ ہے یہ حروف کیا ہیں؟ انوار ہیں یعنی پانچ انوار کے ملنے سے

مقام حمد ظاہر ہوتا ہے، حمد کیا ہے؟ پانچ حروف کے پانچ انوار کے مجموعہ کا ایک راز ہے، اس مقام پر عارفان خدا پہونچ کر اللہ کو پہچان کر اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ کیونکہ تعریف عرف سے ہے اور عرف کا معنٰی ہے پہچان، تعریف کا معنٰی ہے شئی کو پہچان کر شئی کی تعریف کرنا نہ کہ شئی کو مان کر شئی کی تعریف کرنا بالکل اسی طرح الحمد کے بعد ”للہ“، کا نام آتا ہے ”للہ“، کیا ہے؟ ل، ل، ا، ہ کا مجموعہ ہے پہلا، ل، ایک نور ہے جو اپنی خصوصیت کے ساتھ لاہوت سے نمودار ہو کر، جبروتی لام کے اختصاص کے ساتھ ملکوتی الف سے واصل ہو کر، اسم ذات ہ (ھو) کو عالم ناسوت پر ھوالظاہر کا جلوہ دکھا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح کامل و عارف صوفیان کرام حروف، الفاظ، آیات اور قرآن کے انوار کا مشاہدہ کر کے لفظ و معنٰی کی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے، غیر عربی کی رہبری کرتے آئے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے اگر قرآن کی صوفیانہ حقائق کے ساتھ تفسیر کی جائے تو علم و عقل کے پر عبرت سے جل جائیں۔ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ”اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ“، (رواہ الترمذی، دارمی، احمد)

ترجمہ:۔ وہ شخص جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ سبحان اللہ!

قرآن نور ہے، قرآن انوار الٰہیہ کا مجموعہ ہے، جس دل میں قرآن کا تھوڑا حصۂ نور نہیں وہ تاریک ہے۔ ظلمت پرست کی زبان اگر حافظ قرآن ہے اور قلب قرآن کے انوار سے محروم ہے تو وہ اس کمپیوٹر کی طرح ہے جس میں قرآن اور قرأت کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔

اے سالکان خدا! کتاب اللہ سے غیرت حاصل کرتے ہوئے یہ فیصلہ خود کریں کہ علم الدلائل والبراھین کو علم الیقین مان لیں تو دھوکہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ علم الگ شئ ہے یقین الگ شئ ہے، علم کی عین سے ل، م کے انوار و تجلیات تک پہونچ کر یقین حاصل کرنے کا نام علم الیقین ہے۔ یقین کیا ہے؟ قرآن کی اصطلاح میں ایک معنٰی خیز انوار کا مرقع ہے جس کا معنٰی صوفیان کرام نے موت سے کیا ہے۔ کیونکہ علم کے حصول کے بعد علم کی عین کو عمل کی عین دیکھتی ہے اور اگر علم عمل کے ساتھ عین کے مطابق نہیں تو منسوخ کر دیتی ہے اور علم کی موت ہو جاتی ہے۔ یہاں عمل کی عین عشق کی عین کی طرف دیکھتی ہے، اگر عمل عشق کی

عین کے مطابق نہیں تو عشق کی عین عمل کو منسوخ کر دیتی ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا " ان اللّٰہ لا ینظر الیٰ صورکم ولا ینظر الیٰ اعمالکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم،، بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا مگر دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

الغرض!علم الیقین نسخ پذیر بھی ہوسکتا ہے جو علم عمل یا عشق کی عین سے منسوخ ہوجاتا ہے۔معلوم ہوا کہ علم الیقین کا گواہ اور عین الیقین کا گواہ حق الیقین ہے اور جب تک تمام شہادتیں حق پر ثابت نہیں ہو جاتیں تب تک ترجمہ،قصہ،کہانی،علم عمل سب کچھ حقیقت سے بعید ہے۔

اے طالب اللہ! بحث ضمنی کے بعد ہم حاصل بحث سے دوطرح کے علوم پر روشنی ڈالنا چاہیں گے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا علم دوطرح ہوتا ہے۔(۱)اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب یعنی ایک علم اللسان ہے دوسرا علم القلب ہے۔علم لسان انسان کے نفس،عناصر اور ناسوت سے تعلق رکھتا ہے۔علم القلب انسان کے قلب اور خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلا علم ظاہر ہے جو ظاہر کو دیکھ کر فتویٰ لگاتا ہے۔دوسرا علم باطن ہے جو باطن کو دیکھ کر تقویٰ لگاتا ہے۔معلوم ہوا کہ پہلا علم،علم فتویٰ ہے اور دوسرا علم تقویٰ ہے۔پہلا علم ظاہری عقل یعنی نفس امارہ اور عناصر کی اصلاح اور فلاح کیلئے ہے جو دائرہ اسلام میں محدود کرتا ہے دوسرا علم باطن ہے جو قلب ،خدا اور روح کے عرفان و پہچان کیلئے ہے، جس سے ایمان کا نور قلب میں نمودار ہوتا ہے۔پہلا علم جسم ونفس کیلئے اسلام ہے۔دوسرا علم،قلب وروح کیلئے ایمان ہے اور یہ دونوں علوم محض اللہ کی توفیق سے حاصل ہوتے ہیں۔لہٰذا ارشاد خداوندی ہے"اَ فَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِن رَّبِّھِمْ ،، یعنی اللہ جسے چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور اس میں ایک نور کو نمودار کرتا ہے۔

اے طالب اللہ ! یہ اللہ کا فرمان ہے جسے چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے فقط اس جملہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ صرف اپنے دوستوں کو چاہتا ہے،فرمانبردار،وفاداروں کو چاہتا ہے ،نافرمان جفا کار کو ہرگز نہیں چاہتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہتا ہے وہ اللہ کا دوست ہوجاتا ہے۔لہٰذا

ارشاد ربانی ہے " اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُھُم مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ ،، یعنی اللہ مومنوں کا دوست ہے جو ظلمات کفر سے نکال کر ایمان کے اجالوں میں لاتا ہے۔معلوم ہوا کہ اللہ کا دوست وہی ہوتا ہے جو کفر کی ظلمت سے نکل کر ایمان کے اجالوں میں آگیا ہو۔اجالوں میں کون آتا ہے؟صرف اور صرف مؤمن آتا ہے۔کیونکہ اللہ جسے چاہتا ہے وہ اللہ کا دوست ہوجاتا ہے تب کہیں جاکر اسلام کے لئے اس کا سینہ کھولا جاتا ہے اور اس میں ایمان کا ایک نور نمودار کیا جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ محض کلمہ طیب کا اقرار بغیر تصدیق بالقلب کے کچھ خاص مقام نہیں عطا کرتا۔

مسلمان کا سینہ اسلام کیلئے کھولا جانا کیا معنی؟اسلام کیا ہے؟اسلام بھی ایک نور ہے جو ایمان کی طرف عروج کرکے نورٌ علیٰ نور ہونا چاہتا ہے۔جسد انسانی کیا ہے؟ایک پیکر عناصر ہے جس پر نفس یعنی عقل عناصر یعنی عقل ظاہر امر کرتی ہے گویا یہ حکمران برعناصر ہے اور اسلام نفس امارہ کو زیور اسلام سے آراستہ کر کے کفر کی تاریکیوں سے رہائی عطا فرماتا ہے۔جب ایک کامل سالک مراقب ہوکر اس حال کا نظارہ کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے؟یہ سب کچھ خدا کیسے کرتا ہے؟کس طرح عناصر کا سینہ چاک ہوتا ہے اور اسلام داخل ہوتا ہے ؟آیت مذکورہ کیا ہے؟آیت مذکورہ کی حقیقت سے مراقبہ حاصل ہوتا ہے۔جب کوئی نیک سالک مراقبہ میں پہلی مرتبہ محو ہوتا ہے تو وہ بحیثیت عالم کبیر دیکھتا ہے کہ اس کا تعلق عالم صغیر سے ہورہا ہے اور یہ تعلق کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔کیونکہ انسان کا تعلق دونوں عالم سے ہے یعنی جسم عالم زیریں کی چیز ہے اور روح عالم بالا کی چیز ہے۔یہاں تین عوالم کا وجود نظر آتا ہے۔ایک یہ کرہ ارض،دوسرا عالم سمٰوات اور تیسرا انسان یعنی ان دونوں عالموں کا ایک مجموعہ ہے۔معلوم ہوا کہ ایک عالم کبیر ہے دوسرا عالم صغیر ہے۔بعض حضرات حضرت انسان کو عالم صغیر مانتے ہیں،مگر ہم قادری عالم کبیر مانتے ہیں،اس بات کو آج کی ماڈرن سائنس بھی دو عالم کو تسلیم کرچکی ہے۔ایک انسان جسے(Macro Univers) کہتے ہیں۔اور انسان کے ماسویٰ جسے عالم صغیر (Micro Univers) کہتے ہیں۔یعنی کائنات(Cosmo) سے انسان کا گہرا تعلق ہے ۔

جب انسان مراقب ہوکر حس، حرکت، خیالات اور تصورات سے یکسر آزاد ہوکر مقام صفر پر آتا ہے تو اس حال کو صوفیان کرام مراقبہ کہتے ہیں اور دونوں بھوؤں کے یا ابرو کے درمیان اچانک ایک آنکھ نمودار ہوتی ہے تو انسان دیکھتا ہے کہ اس کے جسد خاکی میں ایک اور روحانی جسد داخل ہو رہا ہے یا بیدا رہو چکا ہے، یہ بالکل انسان کی مانند مگر نورانی ہوتا ہے۔ روح کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی، وہ اپنے آپ کو پا چکی ہوتی ہے، مراقب محسوس کرتا ہے کہ میں صرف عناصر نہیں روح بھی ہوں اور روح انتہائی طاقتور اور کمال کی چیز ہے، روح کی پرواز کا قائل ہو جاتا ہے، اسے عالم ازل اور عالم ارواح سے لے کر جسد خاکی تک کے سفر کی ہر بات یاد آجاتی ہے۔ حتیٰ کہ '' اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ '' کے جواب میں '' بَلٰی '' کہنا بھی یاد آتا ہے۔ الغرض اس کیفیت کے نور جمال کے وارد ہونے کو '' اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلاِسْلَامِ '' ہم جسے چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں۔ کہتے ہیں، پس اس نورانی جسہ میں پھر ایک نور عین سینے کے قلب میں داخل ہوتا ہے، اس حال کو ایمان کہتے ہیں۔ بس اے طالب اللہ! سالک اس حال کے مشاہدہ کے بعد مسلمان اور مؤمن بن جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے '' اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُھُم مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ '' اللہ ایمان والوں کا دوست ہے جو ظلمت سے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ ظلمت کیا ہے؟ کفر ہے، نور کیا ہے؟ اسلام و ایمان ہے۔ ظلمت کیا ہے؟ عناصر کا جسم ہے۔ نور کیا ہے؟ روح اور قلب ہے۔ معلوم ہوا کہ عناصر کی ظلمت کو توڑ کر اللہ ایمان والوں کا دوست بن کر اپنے دوستوں کو اسلام و ایمان کے اجالوں میں لے آتا ہے۔ جب تک ہم جسم پرست ہیں ظلمت پرست ہیں۔ اس حال کو اللہ کا فضل و توفیق ہی اجالوں سے تبدیل کر سکتا ہے ورنہ یہاں کس کی مجال ہے کہ اللہ جسے نہ چاہے اسے اسلام و ایمان کے اجالے عطا کر سکے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جسم اور جسمانی دنیا ظلمت ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ '' اَلدُّنْیَا کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ '' دنیا تمام تر ظلمت ہے اور ظلمت کیا ہے؟ باطل ہے، نیز ارشاد گرامی ہے '' حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ '' دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ صرف دنیا کے پرستار سے متعلق فرماتے ہیں '' طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ '' دنیا کا طلبگار مخنث (نامرد) ہے۔ اللہ کی پناہ خدا دنیائے ظلمت کی پرستش سے محفوظ رکھے۔ آمین

عمل کیا ہے؟

عمل، عمل صالحہ ہے، عمل صالحہ کیا ہے؟ عمل وہ ذکر الٰہی بھی ہے جس سے اللہ تک رسائی حاصل ہو، عمل صالحہ کو تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کیا ہے؟ مراقبہ اس حال کو کہتے ہیں جہاں ذکر، ذاکر اور مذکور ایک ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ذکر و روح ذکر کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس حال سے متعلق نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں'' **یقول الله تعالى: انا عند ظن عبدی بی و انا معه اذا ذكرنی فان ذكرنی فی نفسهٖ ذكرته فی نفسی و ان ذكرنی فی ملاءٍ ذكرته فی ملاءٍ خیرٌ منهم و ان تقرب الی شبراً تقربت الیه ذراعاً و ان تقرب الی ذراعاً تقربت الیه باعاً و ان اتانی یمشی اتیته هرولةً (متفق علیه)** ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا خیال رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر (خفی) کرے تو میں بھی (شایان شان) دل میں اس کا ذکر (خفی) کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے (ذکر جلی) تو اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر (جلی) کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر وہ ایک بازو برابر میرے قریب آئے تو میں دو بازوؤں کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کے آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

سبحان اللہ! یہ ہے عمل صالحہ کی کیفیت، یہی وہ سیدھا راستہ یا صراط مستقیم ہے جس پر خود اللہ رب العزت انعام بن کر ملتا ہے۔ صراط مستقیم کیا ہے؟ اے طالب اللہ! خود اور خدا کے درمیانی فاصلہ کو یا راستہ کو صراط مستقیم کہتے ہیں۔ کیا یہ واقعی کٹھن ہے؟ ہرگز نہیں جب کہ ہمارا رؤف و رحیم، ستار و کریم خدا ہی ہمارے حسن ظن سے زیادہ قریب ہے۔

علم میں تین حروف ہیں عین۔ لام۔ میم۔ انہیں تین حروف کے زیر و زبر سے عمل بنتا ہے۔ عمل کے بھی دو اقسام ہیں ایک عمل ظاہر اور دوسرا عمل باطن ایک نظر آتا ہے۔ ایک نظر نہیں آتا۔ ایک متبع نبوت

ہوتا ہے ۔ایک تبع ولایت ہوتا ہے عمل ظاہر کے دو اقسام ہوتے ہیں عمل بے ریا ۔عمل باریا ۔عمل بے ریا ظاہری عبادات وطاعات سے متعلق ہے جس سے تقویٰ وطہارت حاصل ہوتی ہے ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ،، اللہ جسے چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کی لئے کھول دیتا ہے، کے موافق ہوتا ہے ۔یہ عمل ظاہر علم ظاہر کا آئینہ دار ہوتا ہے، عمل اگر علم کے خلاف ہو تو سراسر نفاق ہے جس سے انسان منافق ہو جاتا ہے ۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِکُمْ وَ لَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ لٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعمَالِکُمْ،، بے شک اللہ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے ۔اجسام اور صورتوں سے گذر کر خدا دلوں اور اعمال کو کیوں دیکھتا ہے اور پسند کرتا ہے؟ کیونکہ دل اللہ کا عرش ہوتا ہے اور عمل اس کی طرف شاہراہ ہے ۔معلوم ہوا کہ عمل بے ریا جنت کی طرف اور عمل باریا جہنم کی طرف لے جاتا ہے ۔عمل بے ریا سے عمل صالحہ پیدا ہوتا ہے جو قلب سے متعلق ہے۔

عمل صالحہ کیا ہے؟

عمل صالح خالص ذکر وشغل کو کہتے ہیں جس سے راہ دیدار میسر آتی ہے ۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ قَالَ ،قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُولُ اللّٰہُ تَعَالٰی ،اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی وَ اَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِی فَاِنْ ذَکَرَنِی فِی نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِی نَفْسِی،وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِی مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِی مَلَاءٍ خَیْرٌ مِنْھُمْ وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعاً وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعاً وَ اِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْ وَلَۃً (متفق علیہ) بخاری ومسلم شریفین ۔ترجمہ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ،اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا خیال رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں ۔جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں ۔وہ اگر اپنے دل میں ذکر خفی کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر خفیہ

کرتا ہوں ۔اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر جلی کرتا ہے تو میں بھی اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں ذکر جلی کرتا ہوں ۔اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں دو باز کے برابر نزدیک ہو جاتا ہوں ۔اور اگر وہ نیک گمان بھی کرے میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کے آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

سبحان اللہ! کتنی سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی ۔اے طالب اللہ! تیرے چلنے کو اور اس کے دوڑ کے آنے کو سمجھنے کی کوشش کر یہاں چلنے سے مراد عمل صالح یعنی ذکر وشغل اور مراقبہ ہے ۔عمل صالح کا شعور کب بیدار ہوتا ہے؟ جب سالک قلب کی تحقیق کر کے باطنی صراطِ مستقیم پر آجاتا ہے ۔یہ راستہ وہ ہے جس کی آخری منزل خود خدا ہے ۔خدا نور ہے، قلب نور ہے، قلب سے نکلنے والی راہ اور عمل صالح بھی نور ہے ۔نور ہی نور کی پیروی کرتا ہے ۔یہ نور علم کے دریا سے نمودار ہوتا ہے ۔کیونکہ کہا گیا ہے ''اَلْعِلْمُ اِمَامُ الْعَمَلِ ،، علم عمل کا امام ہوتا ہے ۔عمل صالح کیا ہے ایک جذبۂ قلب ہے اور یہ صرف اس شخص کو نصیب ہوتا ہے، جسے اللہ پسند فرماتا ہے'' فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِنْ رَّبِّھِم ،، اس میں ایک نور کو نمودار کر دیتا ہوں ۔اس عمل صالح کے سوز وگداز سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے ۔جب مرکز ایمان سے عمل نور کا ظہور ہوتا ہے تو سالک قوت ایمانی سے مومن بن کر ''اَلْمُؤْمِنُ مِرآۃُ الْمُؤْمِن ،، کا نظارہ کرتا ہے۔

اے طالب اللہ! اگر تو پیر کامل رکھتا ہے تو یہ راہ اور بھی آسان ہو جاتی ہے ۔ورنہ بغیر رہبر کے راستہ طے کرنا کس قدر کٹھن ہے سوچنا چاہئے! عمل صالح بھی دو اقسام میں منقسم ہے (۱) عمل ذکر (۲) عمل مراقبہ

عمل ذکر کیا ہے؟

ذکر کے دو اقسام ہیں (۱) ذکر بے فکر (۲) ذکر بافکر! ذکر بے فکر کیا ہے؟ ذکر بے فکر تصور نفس سے کیا جاتا ہے جس سے نفس محظوظ ہوتا ہے ۔یہ وہ ذکر ہے جو عموماً بعد از نماز یا قبل از نماز کرتے ہیں ۔بعض بوڑھے اور بوڑھیاں اکثر تسبیح میں اذکار گنا کرتے ہیں یہ اذکار رسماً اور بلا فکر ہوتے ہیں جس سے خاطر خواہ

نتائج نہیں حاصل کیے جاسکتے۔ کیونکہ ان اوراد و وظائف اوراذ کار کا مقصد ذاکر کی نیت کے ساتھ یا تو ثواب ہوتا ہے یا تو حصول خیر و برکت ہوتا ہے۔ ذکر کیا ہے؟ ذکر نور قرآن ہے۔ قرآن کیا ہے؟ غیر مخلوق ہے۔ غیر مخلوق کیا ہے اللہ تعالی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک ذاکر ہے دوسرا مذکور قرآن ہے اور قرآن غیر مخلوق ہے۔ تیسرا خود مالک قرآن اور غیر مخلوق ہے۔ یعنی ذاکر اور مالک قرآن اللہ تعالی کے درمیان قرآن برزخ ہے۔ قرآن بھی غیر مخلوق اور اللہ تعالی بھی غیر مخلوق مگر ذاکر مخلوق اور مخلوق ذکر کے ذریعے غیر مخلوق تک کس طرح پہو نچ سکتی ہے؟ جبکہ ذاکر عناصر کا پتلا ہے اور اللہ تعالی خالص نور ہے۔ بندے کی سرشت میں نار بھی ہے۔ اللہ سراپا نور ہے۔ ''اَللّٰـهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ،، اللہ آسمانوں اورزمینوں کا نور ہے۔ پس اللہ سے ہر چیز روشن ہے، ہر چیز اس کا فیض پاسکتی ہے مگر ہر چیز منبع فیض تک نہیں پہو نچ سکتی۔ جس طرح ہم سورج سے فیض پاسکتے ہیں مگر سورج تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو ذاکر کو کیا کرنا چاہئے؟ خود سے خود کو نکال کر غیر مخلوق سے غیر مخلوق کو یاد کرنا چاہئے بس اس ذکر کو ذکر بافکر کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَاتِ الثَّقَلَیْنِ ،، ایک ساعت کی فکر دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے۔ خود کو خود سے کس طرح نکالنا چاہئے؟ یہ کام کامل پیر کرسکتا ہے۔ لہٰذا ارشاد گرامی ہے ''یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ،، (پ ٦ سورۂ مائدہ آیت ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو (ایسا وسیلہ) جو تمہیں (نفس کے خلاف) اس کی راہ میں جد و جہد کرنا سکھائے تو ممکن ہے (مجاہدہ کے بعد) تم کامیاب ہو جاؤ۔ خود سے خود کو نکالنا یہ کام ذکر بلا فکر کے ساتھ ممکن نہیں ہاں مگر ذکر بافکر کے ساتھ ممکن ہے۔ فکر بمعنی مراقبہ ہے یعنی جب ذکر مراقبہ میں تبدیل ہو جاتا ہے یا ذکر کے بعد ذاکر فوراً مراقبہ میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس عناصر کے گھر میں وہ اپنے آپکا مشاہدہ کرتا ہے۔ اپنی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے تو مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ کے عرفان سے واقف ہو کر اسم اللہ ذات کو نفسہٗ کے ھو سے حاصل کر کے اسم اللہ کا مظہر بن جاتا ہے یا اسم اللہ کے صفات یا صفت کا مظہر بن کر فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ '' تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ،، اللہ کے صفات کو پیدا کرو یعنی مظہریت اختیار کرو

! کے مطابق سالک جب صفت خدا کی مظہریت اختیار کر لیتا ہے تو راہ آسان ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صفت ہی ذات کا ذکر کرسکتی ہے کیونکہ صفت بھی غیر مخلوق ہے اور ذات بھی غیر مخلوق ہے! معلوم ہوا کہ سالک جب تک صفت مرید کا مظہر نہیں بن جاتا تب تک پیر تک بھی نہیں پہنچ سکتا اور جب تک مطلوب ومقصود کا مظہر نہیں بن جاتا تب تک اللہ تک رسائی ممکن ہی نہیں۔

علم وعمل کا حسین امتزاج:

ارشاد ربانی ہے ''وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ، اَیْ لِیَعْرِفُوْنَ ،، نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر عبادت کیلئے، عبادت سے مراد اللہ تعالی کی پہچان ہے۔ انسان کو اللہ نے اپنے اور اپنی پہچان کیلئے پیدا کیا ہے اور دونوں عالم کی ہر چیز انسان کیلئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا انسان کو اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ ، آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا ہم نے آدم علیہ السلام کو ذات وصفات کے تمام علوم سکھائے، کا خرقۂ خلافت پہنا کر اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کے اعزاز سے سرفراز کر کے مجسم علم بنا کر بھیجا معلوم ہوا کہ نبیوں کو اللہ ہی نبوت کیلئے چن کر مبعوث فرماتا ہے۔ اس لئے بغیر والدین کے نبی کو اور نبوت کو پیدا فرمایا اور اظہار والدین یا والدہ کے ذریعہ کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا استاد اللہ ہوتا ہے اور امت کا استاد نبی ہوتا ہے۔ حضرت آدم مجسم علم اور مظہر علم الٰہی ہیں اور حوا علیھا السلام مظہر عمل ہیں۔ اور عمل سے خطا ممکن ہے۔ مگر علمِ الٰہی بے خطا ہے، علمِ الٰہی مظہرِ جلال ہے اور عمل مظہرِ جمال ہے۔ علم عشق ہے۔ عمل معشوق ہے۔ علم ظاہر ہے۔ عمل پوشیدہ ہے اور سالک کو صرف عمل کو عمل صالحہ میں تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے علم ظاہر اگر ہے تو علم باطن کا محتاج ہے اور علم باطن علم ظاہر کا پابند ہے۔ اگر علم ظاہر و باطن متحد ہو جاتے ہیں تو عملِ صالحہ نمودار ہوتا ہے اور عملِ صالحہ اللہ تک پہونچا دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علمِ ظاہر، علمِ باطن اور عملِ صالح جب تک ایک نہیں ہو جاتے اللہ تک رسائی ناممکن ہے۔

ٹائیٹل بازی کا دور:۔

اللہ ہمارا ایمان سلامت رکھے کہ ہمارے سامنے اسلام کے نام پر ایسے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں کہ سرشرم سے جھک جاتے ہیں ہم نے ایک عرس کا اشتہار دیکھا کہ کسی عالم دین کی شان میں تین سطروں والے عجیب وغریب ٹائیٹل لکھے گئے تھے حیرت ہوئی کئی القاب یا ٹائیٹل تو خود صاحب عرس کی شان میں موجود نہیں تھے ایک دو پر اکتفاء کیا گیا تھا، اتنے ٹائیٹل تو نبی کریم علیہ السلام کی شان میں لکھے گئے نہ غوث و خواجہ اعظم کی شان میں وضع کیے گئے۔ ایسا کیوں ہورہا ہے۔ ہم کدھر جارہے ہیں۔ بس کسی عالم دین کو ہوائی جہاز میں لائے تقریر سنی اور ایک ٹائیٹل دے دیا۔ کوئی حامئ ملت ہے۔ کوئی مجاہدِ ملت ہے۔ حد تو یہ ہوگئی کوئی فاتح ہالینڈ ہے۔ کوئی فاتح امریکہ اور کوئی فاتح انگلینڈ۔ ہم پوچھتے ہیں اتنے بڑے ملکوں کو تم نے سکندر کی طرح فتح تو کرلیا۔ فاتح انڈیا کیوں نہیں ہوا۔ انڈیا میں رہ کر انڈیا کو فتح نہ کرسکے اور دنیا کے طاقتور ملکوں کو فتح کرلیا۔

افسوس! ٹائیٹل بازی کے اس دور میں علمی کورس کا نام بھی ٹائیٹل کی طرز پر افضل العلماء رکھدیا۔ میرے بھائیو! ذرا سوچو اللہ کے رسول بھی عالم ہیں اور تھے۔ صحابۂ کرام بھی علماء ہی تھے۔ حضور غوث پاک اور خواجۂ پاک وغیرہم مقدس ترین ہستیاں بھی علماء ہی تھے۔ ان سب پر سبقت لے جانے والا ایک علمی کورس دریافت کرلیا گیا اور سند دے دیا کہ افضل العلماء۔ کیا اس ڈگری والا عالم واقعی صحابہ کرام اور اولیاء عظام سے افضل ہے؟

افسوس صد افسوس اس ٹائیٹل بازی سے ہم آہستہ آہستہ ریاکار، چاپلوس اور خوشامد پرست بنتے جارہے ہیں۔ ہم اپنا قیمتی وقت اور پیسہ بھی ان کے پیچھے ضائع کررہے ہیں اور بے تکے ٹائیٹل بھی برداشت کررہے ہیں کیا ایسے ٹائیٹل کو جیتے جی اللہ کے کسی نبی نے، ولی نے اپنی حیات مبارک میں قبول کیا ہرگز نہیں کیونکہ اللہ والوں کو ٹائیٹل خود اللہ دیتا ہے یا انبیاء دیتے ہیں جیسے آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ وغیرہ وغیرہ۔

ہائے وائے حسرتاہ! افسوس کہ ٹائیٹل بازی کا فن بھی عجیب وغریب ہے جس کا نام جیسا ہے اسی میں ٹائیٹل کو اخذ کرلیا جاتا۔ ٹائیٹل پر ٹائیٹل ٹائیٹل پر ٹائیٹل اس قدر اور اسوقت تک دیے جاتے ہیں جب تک اللہ کے بھولے بھالے بندے اسے چلتے پھرتے شاندار زندگی بسر کرنے والے کو ولی نہ تسلیم کرلے۔ صاحب ٹائیٹل اگر ولی ہے تو ہم ولی گر ہوئے، کہ چیخ چیخ کر اشتہار بازی کا سہارا لے کر، ہم نے اسے ولی بنادیا اور مرنے کے بعد غوث وخواجہ اعظم سے بھی اونچے اونچے القاب اور خوشنما مقبرے بنا کر ہم خود کو تسلی دے لیتے ہیں کہ ہم نے ان کے پیچھے جنت کو جانے کا راستہ صاف کرلیا! میرے بھائی! میں نے تو یہی سنا ہے یہی پڑھا ہے کہ ''اَولِیَائِی تَحتَ قُبَائِی لَا یَعرِفُهُم غَیرِیْ'' ، میرے اولیاء میری قبا میں ایسے پوشیدہ ہیں جن کا علم میرے غیر کو نہیں ہوتا۔ بچنا چاہئے بالکل بچنا چاہئے کہ ہمارے قابلِ گرفت اعمال کہیں نمائش سے شروع ہوکر ریا میں تبدیل نہ ہوجائیں اور ریا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ بخدا یہ ہماری تنقید کا منشاء برائے تخریب نہیں برائے تعمیر ہے اور ہم اہل سنت و جماعت کے قابل ولائق علمائے کرام سے مخلصانہ گذارش کرتے ہیں کہ ایسے فریب دینے والے طمغے یا ٹائیٹل نہ خود قبول کریں نہ دوسروں کو اس فریب میں پھنسنے دیں۔ کیونکہ علماء کرام انعام یافتہ لوگوں میں ہی ہوتے ہیں۔ جب اللہ اور رسول نے تمہارے لئے انعام واکرام کی بوچھاڑ کی ہے تو تم دنیاداروں سے یہ ٹائیٹل کس طرح قبول کرتے ہو؟

باب دوّم

تصوف کیا ہے؟:

تصوف عین دین اسلام ہے جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ وہ راستہ ہے جس پر خود خدا ہی انعام ہے۔ تصوف کیا ہے؟ تصوف علم الحقیقت ہے جو حقیقت سے دور ہے وہ حق سے دور ہے، تصوف راہ تو حید کا رہبر ہے، جو تصوف پرست نہیں وہ تو حید پرست نہیں، جو تصوف کے بغیر خدا کی تلاش کرتا ہے وہ خود کی تلاش کرتا ہے، تصوف جس کا مذہب ہے وہ صوفی اور صوفی صفات الٰہی کا مظہر ہے۔ ''تخلقوا باخلاق اللہ،، اللہ کی صفات کو پیدا کرو جب سالک اس مقام پر آتا ہے تو صوفی کہلاتا ہے۔ صوفی کا وجود اس زمین پر مظہر اور اس کا وجود ہے۔ جو مظہر خدا کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے اور خدا کا دشمن کافر ہے۔ مذہب شریعت میں خود کے باہر چلنے کا نام شریعت ہے، خود پر چلنے کا نام طریقت ہے، خود کو پہچاننے کا نام معرفت ہے، خود کو پانے کا نام حقیقت ہے۔ راہ تصوف میں سالک کا سامنا صرف نفس اور ابلیس سے رہتا ہے اور دنیا سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ راہ تصوف رہبر کے بغیر طے نہیں کی جا سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰہَ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوا فِی سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُم تُفْلِحُوْنَ،، ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو تا کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ میں مجاہدہ سکھائے ممکن ہے شاید تم فلاح پا جاؤ۔

اے طالب اللہ! اس آیت کریمہ میں اللہ نے سالک کیلئے ہدایت فرمائی کہ پہلے وہ خود میں خشیت الٰہی پیدا کرے پھر وسیلہ تلاش کرے، وسیلہ سے مراد مرشد کامل تلاش کرے تا کہ وہ اس راہ میں مجاہدہ کرنا سکھا کر فلاح و کامیابی دلا سکے۔

خشیت وخوف الٰہی کس طرح پیدا ہوتا ہے:

سالک کو چاہئے کہ خود کی تخلیق میں غور کرے یعنی اللہ کا فضل و کرم خود کے اندر تلاش کرے مثلاً اللہ

نے مکمل صحت مند جسم دیا ہے اگر ضعیف و بیمار جسم دیتا تو کیا ہوتا؟ عقل و ہوش دیا ہے، نہ دیا ہوتا تو نہ جانے کیا ہوتا؟ علم دیا ہے، اگر نہ دیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ آنکھیں دیا ہے، اگر نابینا پیدا کرتا تو کیا ہوتا؟ کان، آنکھ، ناک ،آواز دیا اگر نہ دیتا تو کیا ہوتا، ہاتھ، پیر صحیح و سالم دیا، اگر نہ دیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ ہمارے وجود کے اندر اعضاء رئیسہ دیا ہے، اگر نہ دیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ کھانے پینے کیلئے صحت و نعمت عطا کیا ہے، اگر نہ دیا ہوتا یا یہ سب کچھ نعمتوں میں سے کچھ ہی نعمتیں وہ چھین لے تو میرا کیا ہوگا؟ اور چاہے تو وہ چھین بھی سکتا ہے، میرے گناہوں کی فوراً سزا نہیں دیتا، اگر دیتا تو کیا ہوتا؟ میں نے اس کی بندگی کو بندہ بن کر قبول کیا ہے، کیا واقعی میں نے حق بندگی ادا کر دیا ہے یا کر رہا ہوں؟ اس دنیا میں مہمان ہوں اگر نقل مکانی کر جاؤں تو کیا میری گرفت نہ ہوگی، میں نے زندگی کا لطف دیکھا ہے، کیا مجھے موت کا مزہ چکھنا نہیں ہے '' کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ،،

ارشاد گرامی ہے ''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ،، تمہارے رب کی گرفت بڑی سخت ہے اگر وہ گرفت کرے تو میرا کیا ہوگا میں کیسے بچوں گا؟ وہ خدا ہے میں بندہ ہوں وہ بلا شرط مجھے ان گنت نعمتیں یا نعمتوں کا دستر خوان دیا ہے، میں جنت کی شرط کے ساتھ بھی اس کی بندگی ادا نہ کر سکا، وہ میری سانسوں پر قادر ہے پانچ منٹ بھی روک لے گا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ مجھے معلوم ہے موت برحق ہے، قبر کی سختی حق ہے پھر بھی میں بے خوف کیوں ہوں؟ یہ سوالات کسی بھی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ کر روزانہ اپنے آپ سے پوچھیں، ان شاء اللہ تین دنوں کے اندر سر ندامت سے جھکتا چلا جائے گا۔ عبرت نام کی توفیق دل میں پیدا ہوگی۔ اس خوف و عبرت کی پرورش شریعت کے دائرے میں احکام شریعہ کو ادا کرتے ہوئے کریں، ان شاء اللہ ضمیر چیخ اٹھے گا کہ ہم اللہ کے احسانوں کو، نعمتوں کو جھٹلا نہیں سکتے۔ بس اس حال کو اگر نفس پوری طرح تسلیم کرلے تو آپ کے لئے ہدایت کی راہ آسان ہو جائے گا۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ،، اے اللہ مجھے سیدھا راستہ چلا۔

تصور کیا ہے؟

مثال، کسی گاؤں میں ایک گوالہ تھا برسوں سے کامل پیر کی تلاش تھی۔کئی پیروں سے بیعت بھی کیا پیر تک بھی نہ پہونچ پایا۔یعنی تصور شیخ اور فنافی الشیخ کے درجہ تک نہیں بھی پہنچ سکا۔اتفاق سے اسے ایک کامل پیر مل ہی گیا۔بیعت کے بعد شیخ صاحب نے گوالے سے کہا کہ ابتداء میں تم میرا تصور کرو اور مراقبہ میں مشغول ہو جاؤ۔مرید نے کہا حضور یہ کام تو میں برسوں سے کئی پیروں کی رہبری میں کر چکا ہوں مگر کچھ بھی نہیں پایا جہاں تھا وہیں ہوں۔تو پیر صاحب نے پوچھا کہ تم اس دنیا میں سب سے زیادہ کس کو چاہتے ہو یا محبت رکھتے ہو۔گوالے نے کہا حضور میرے دو بیٹے ہیں دونوں نا ہنجار جاہل اور نالائق ہیں، بیوی ہے مگر جاہل بدزبان ہے، رشتہ دار برائے نام ہیں، ہاں مگر میری ایک چار سالہ بھینس ہے بڑی سجیلی بڑی فرمانبردار ، وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور میں بھی تمام بھینسوں میں سجیلی سے محبت کرتا ہوں۔اس کے ماتھے پر سفید چاند ہے کبھی میں اسے چندری کہتا ہوں اور پکارتا ہوں تو دوڑ کر آ جاتی ہے۔اس کے سینگ بہت موزوں ہیں، اس کی چال میں شوخی ہے جو مجھے بہت پسند آتی ہے۔راتوں میں بھی ایک دو بار جاگ کر اس کو دیکھ لیا کرتا ہوں کہ کہیں اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟

پیر صاحب نے کہا بس تمہیں اسی کا تصور کرنا ہے جس سے تمہیں محبت ہے۔مرید نے کہا ٹھیک ہے حضور یہ کام ممکن ہے میں ضرور کروں گا۔یہاں مرید کی مشق شروع ہوتی ہے کہ بس آنکھ بند کیا خود کے قالب کو آئینہ کی پشت کا زنگار سمجھا۔یا قالب کو دیوار کی مانند سمجھا اور قلب کو دیوار پر آویزاں آئینہ کی مانند سمجھا ۔اور بھینس کا تصور کرتا گیا۔آنکھیں تو بند تھیں مگر تصور کی آنکھ کھل گئی آہستہ آہستہ بھینس نگاہ تصور میں جمتی گئی اور ایک روز تصور اس قدر مضبوط ہو گیا کہ شئی کے تصور سے وہ خود شئی بن گیا۔یعنی علی الصبح پیر صاحب اس کی کٹیا پر تشریف لے گئے اور آواز دیا کہ اے سالک باہر آ، پیر کی آواز پر مرید چونک کر حالت تصور سے باہر آیا اور پیر صاحب کو سلام کیا۔سلام کا جواب دے کر پیر صاحب نے پھر کہا کہ کٹیا سے باہر آ جاؤ۔تو مرید نے کہا گستاخی معاف حضور میں باہر نہیں آ سکتا؟ پیر نے پوچھا کیوں نہیں آ سکتے؟ مرید نے کہا کہ کٹیا کا دروازہ چھوٹا

ہے اس دروازہ میں میرے سینگ الجھ جائیں گے؟ پیر صاحب خود اندر گئے اور اسے معمول پر لا کر باہر لائے ۔معلوم ہوا کہ شئی کے تصور سے صاحب تصور خود اس شئی کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا تصور کرتا ہے ۔بس تصور شیخ یہی ہے کہ خود کی صورت کو فنا کر کے شیخ کی صورت اختیار کی جائے۔اس مقام تک پہنچنے کیلئے یا پہنچانے کیلئے صوفیان کرام نے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں معتبر اور موزوں طریقہ پا کر تصور شیخ میں مشغول ہو جانا چاہئے اور یہی وہ مقام ہے جہاں کشف القلوب حاصل ہوتا ہے۔یعنی کامل پیر کسی کے دل کی بات معلوم کرنا چاہتا ہے تو پل بھر میں مطلوبہ شخص کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس کے دلی کیفیت سے واقف ہو جاتا ہے۔اسلئے بعض پیر حضرات مرید مبتدی کو اگر دنیا دار پاتے ہیں تو دنیا کی راہ سے ہی تصور کی مشق کرواتے ہیں یعنی دنیادار مرید کا پہلے انٹرویو لیتے اور جانچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی فطرت کا رجحان کس طرف ہے یا من کا میلان کس طرف ہے یا یہ شخص کس سے کس قدر محبت رکھتا ہے۔مثلاً ماں باپ، بہن ، بیوی، بیٹی یا بیٹا یا اپنے خاندان میں یہ جس سے محبت رکھتا ہے پتہ لگا کر اسی کا تصور دنیا کی راہ سے کرواتے ہیں۔اور جب تصور جم جاتا ہے تب اپنا تصور کرواتے ہیں۔ورنہ نرے دنیادار کو دنیا سے نکال کر عقبیٰ کی طرف رہبری کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔اس لئے کامل مرشد بڑی حکمت مصلحت کے ساتھ مریدوں کی رہبری کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے" اُدْعُوا اِلیٰ سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکْمَةِ و الْمَوعِظَةِالحسنه "اے محمد ﷺ اللہ کی راہ کی طرف وعظ وحکمت کے ساتھ بلایئے۔

تصور کے اقسام کتنے ہیں؟

تصور کے دو اقسام ہیں (۱) تصور بانفس (۲) تصور باحق ۔تصور بانفس کیا ہے؟ نفس کا استدراج نفس کی یکسوئی ہے جو آج کل (Concentration,Meditation) دھیان اور گیان وغیرہ ناموں سے مشہور ہے۔تصور بانفس کا نتیجہ آج کی یہ ماڈرن سائنٹیفک اور ٹیکنیکل ترقی یافتہ دنیا ہے۔کسی بھی کامیاب شخص کا انحصار اس کے اپنے کامیاب تصور بانفس یا عقل نفس پر ہے۔یہ تصور بانفس کیا ہے؟ آج کے بانفس

انسان کا کامیاب استدراج ہے اور آج کی ترقی بھی آج کے انسان کے کامیاب استدراج کی مرہون منت ہے۔ اور استدراج کا انجام ہلاکت اور تباہی ہے اور آج کے آثار اس ہولناک تباہی کے گواہ ہیں۔

تصور باحق کیا ہے؟ تصور باحق کی بنیاد عقل نفس کی یکسوئی پر نہیں بلکہ عقل قلب کی یکسوئی پر منحصر ہے۔ کیونکہ قلب جسمِ انسانی میں نور ہے اور یہ نور ذات انسانی بلکہ خود انسان ہے۔ ورنہ عرف عام میں جو انسان کہا جاتا ہے وہ ڈراون کے بندر کی طرح اچھلنے کودنے والا محض آدمی ہے۔ آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا۔ الغرض ذات انسانی من عرف نفسہ میں ھو کا راز ہے اور ھو ہی قد عرف ربہ کے ھو کا راز ہے ''اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّہٗ''، انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔ معلوم ہوا کہ انسان یعنی حضرت قلب اللہ کا راز ہیں اور اللہ نور ہے تو حضرت قلب کا نور ہونا ثابت ہو گیا۔ پس حضرت قلب کی عقل سے جو تصور کیا جاتا ہے اسے تصور باحق کہتے ہیں۔ کیونکہ قلب اور قلب کا خدا دونو حق ہیں یعنی قلب نور اور حق کا مظہر ہے اور عقل حق سے جو تصور کیا جاتا ہے وہ سو فیصد کشف و کرامت ہے نہ کہ استدراج۔

اسی تصور کے حصول کیلئے نبی کریم ﷺ نے حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''قَالَ عَلِیٌّ یَا رَسُولَ اللّٰہِ نَبِّئنِی اِلٰی اَقرَبِ الطُّرُقِ اِلَی اللّٰہِ وَ اَسْہَلِہَا عَلٰی عِبَادِہٖ وَ اَفْضَلِہَا عِندَ اللّٰہِ تَعَالٰی ،فَقَالَ عَلِیٌّ فَکَیفَ اُذکُرُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ،فَقَالَ عَلَیہِ السَّلامُ غَمِّضْ عَینَیکَ وَ اسْمَعْ مِنِّی ثَلاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ عَلَیہِ السَّلامُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَ عَلِیٌّ یَسمَعُ ثُمَّ قَالَ عَلِیٌّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ النَّبِیُّ عَلَیہِ السَّلَامُ یُسْمَعُ''، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ مجھے اللہ سے ملنے کا سہل ترین اور افضل ترین راستہ بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی ہمیشہ تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا کرو۔ حضرت علی نے پوچھا وہ کس طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی اپنی دونوں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جایئے اور مجھ سے سنیئے پھر آپ نے تین بار لا الہ الا اللہ پڑھا اور حضرت علی نے سنا پھر حضرت علی نے تین مرتبہ پڑھا اور آپ ﷺ نے سنا۔

اے طالب حق! نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ کلمہ پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے سنا ،سن کر کیا پایا؟ حضور علیہ السلام سے حضرت علی نے پہلی مرتبہ کلمہ سنا تو '' مُوْتُوْ اقَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا ''، مرنے سے پہلے مر جاؤ سے گذر گئے یعنی عالم ناسوت سے نکل گئے۔ دوسری مرتبہ کلمہ سنا عالم ملکوت کے مشاہدات اور اسرار سے واقف ہو گئے۔ تیسری مرتبہ کلمہ سنا تو عالم جبروت یعنی عالم بالقواء میں سرتاج و تاجور بن کر خاتم ولایت کے منصب پر فائز ہو گئے۔ مقام جبروت یعنی مقام ولایت کے تخت پر آپ جلوہ فرما ہوئے اور آپ کے سر پر اسد اللہ الغالب کا تاج رکھ کر ہر قوت کو آپ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا۔ اس مقام پر پہنچ کر آپ نے جب نبی کریم ﷺ کو کلمہ سنایا تو آپ کا دل مرتبہ صفا پر آ گیا۔ دل پر موٹی موٹی چربی کے کئی پر دے پڑے ہوتے ہیں ان میں تین پردے ایسے ہیں جسکا توڑنا انتہائی مشکل ہے۔ وہ پردے بھی یکے بعد دیگرے تینوں پردے چاک ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اِنَّ فِی جَسَدِ ابنِ آدَمَ مُضْغَۃٌ وَ فِی المُضْغَۃِ فُوَادٌ وَ فِی الْفُوَادِ ضَمِیرٌ وَ فِی الضَّمِیرِ سِرٌّ وَ فِی السِّرِّ اَنَا ''، یعنی جسد ابن آدم میں ایک مضغہ ہے وہ مضغہ فواد ہے (تہہ دل) میں ہے اور فواد میں ضمیر ہے اور ضمیر میں سرّ ہے اور سرّ میں انا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس حدیث پاک میں دل کے چار مراتب بیان کئے گئے ہیں (۱) مضغہ (۲) فواد (۳) ضمیر (۴) سر۔ سالک جب ذکر خفی و جلی کرتا ہے تو ذکر کی گرمی سے اور ضربات کی حرارت سے دل پر جمی ہوئی چربی پگھل کر صرف ایک مضغہ رہ جاتا ہے۔ تو اس دل کو صوفیان کرام دل مدور کہتے ہیں۔ جب ذکر کا نور مقام ضمیر میں روشن ہو کر فواد میں پہونچتا ہے تو اس دل کو دل عبرت کہتے ہیں۔ جب ذکر کا نور مقام سر میں داخل ہوتا ہے تو اس دل کو دل نیلوفری کہتے ہیں۔ ہر مقام سے متعلق ایک نفس ہوتا ہے، دل مدور کا نفس امارہ ہے، دل عبرت کا نفس لوامہ ہے، دل صنوبر کا نفس ملمہ ہے اور دل نیلوفری کا نفس مطمئنہ ہے۔ ان چاروں مراتب سے گذر کر جو دل بنتا ہے۔ اسے قلب شہید کہتے ہیں اور صراطِ مستقیم کی ابتداء اور انتہاء یہی قلب ہے جو ''انا'' سے متعلق ہے۔

لہٰذا ان مقامات کے حصول کیلئے سالک کو چاہئے کہ پہلے وہ صفت مرید سے صفت مؤمن کی مظہریت اختیار کرے۔ ''اَلْمُؤ مِنُ مِراۃُ الْمُؤمِنِ ،،مؤمن مؤمن کا آئینہ ہوتا ہے،اس حدیث پاک میں ایک لطیف نکتہ اور طریقۂ مشق ہے۔؛لہٰذہ مرشد شفیق کو چاہئے کہ اپنے مرید کو سامنے بٹھا کر تین مرتبہ کلمہ قلب سے مرشد سنائے اور خود سنے۔اس عمل میں دونوں آنکھیں مضبوط بند کرلیں۔

نوٹ:

اس عمل میں پیر کو چاہئے کہ وہ اپنے کو دیوار اور قلب کو آئینہ تصور کرے اور مرید بھی بالکل وہی تصور کرے جو مرشد کیلئے لازم ہے پھر انشاءاللہ ایک نشست میں قلب سنے گا بھی اور بول بھی اٹھے گا۔

مشق تصور کا طریقہ:

پیر کو چاہئے کہ مرید کو تلقین سے پہلے مشق تصور کا طریقہ سکھائے۔بہتر یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا آئینہ لیں اور آئینہ کے سائز کا ایک موٹا سا کاغذ لے کر کاغذ کے درمیان میں ایک چنے کے برابر گول دائرہ بنالیں۔اندھیرے کمرے میں مرید کو سامنے بٹھا کر آئینے سے قدرے دور کاغذ کو پکڑ کر اس گول دائرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالیں اور آئینے میں مرید کو دکھائیں کہ موتی نما ایک نور دائرے کی شکل میں دکھائی دے گا مرید سے کہے کہ تو ایک جسم نہیں تو سراپہ قلب ہے،تو قلب ہی نہیں ایک شفاف آئینہ ہے اور آئینہ میں جو موتی نما روشنی نظر آرہی ہے وہ ذکر کا نور ہے جو دل میں موجزن ہو رہا ہے۔یہی مشق مکمل اس تصور کے ساتھ کرے کہ مرید کی ذات ایک آئینہ ہے اور آئینہ میں جو نظر آرہا ہے وہ ذکر کا نور ہے۔پس پانچ یا دس منٹ کی مشق میں مرید اپنی ذات کو آئینہ اور ذکر کو نور تصور کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔پھر مرشد کو چاہئے کہ ذکر پاس انفاس کی تلقین کرے،ذکر پاس انفاس یہ ہے کہ پہلے چند منٹ کیلئے چڑھتی ہوئی سانس میں لا الٰہ الا اللہ کا اور اترتی ہوئی سانس میں محمد رسول اللہ کا تصور کرے۔بالکل چند منٹ کے بعد سالک خود کو مکمل قلب تصور

کرتے ہوئے چڑھتی ہوئی سانس میں تصور کے ساتھ زبان قلب سے لا الٰہ الا اللہ ادا کرے۔چند ہی منٹوں کے بعد قلب خود ہر آتی جاتی سانس کے ساتھ کلمہ کا ورد کرتا ہوا بیدار ہو جائے گا۔ایک ہفتہ کے اندر انشاءاللہ جاری بھی ہو جائے گا۔اس ذکر کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تمہیں گنتی کی سانسیں عطا کی گئی ہیں،،لہٰذا کلمہ کے حروف چوبیس ہیں اور انسان ایک دن میں چوبیس ہزار سانسیں لیتا ہے۔لہٰذا حضور علیہ السلام نے فرمایا جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔معنٰی ظاہر ہے سانس اور سانس لینے والا دونوں مردہ ہو جاتے ہیں اور مردہ نہ ذکر کر سکتا ہے نہ مذکور تک پہونچ سکتا ہے۔ایک اور حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ جو فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ اس کا وقتی فرض بھی قبول نہیں کرتا۔بس یہی وہ دلائل ہیں جو ذکر پاس انفاس کی حقیقت پر شاہد ہیں۔جب سالک ایک ہفتہ بھی صبح آدھا گھنٹہ اور شام آدھا گھنٹہ تک کرلے تو قلب جاری ہو جائے گا۔اور ہر وقت ہر حالت میں ان شاءاللہ ذکر سے غافل نہیں رہے گا۔جسم خواہ سویا ہوا کیوں نہ رہے قلب ذکر کرتا ہی رہے گا۔اسے ذکر قلبی بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ہر دم ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''عالم (عارف) کی نیند جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

مشق تصور شیخ:

مذکورہ مشق کا آئینہ لیں اور آئینہ کو سالک اپنا قلب تصور کرے اور آئینے میں نمودار موتی نما روشنی کو نور مرشد،اور مرشد کو مظہر کلمہ لا الٰہ الا اللہ تصور کرے۔کیونکہ حقیقت میں مرشد ہی توحید کی حقیقت ہے۔اسلئے ایسے مرشد کی شان میں ''کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی،،کہا گیا ہے۔ایسے مرشد کا تصور راہ خدا میں عین عبادت ہے۔کیونکہ مرشد مظہر اسم اللہ ذات ہوتا ہے۔اگر چہ مرشد بھی صفات میں ہے یا صفات کا مظہر ہے تو ایسے کا تصور شرک سے خالی نہیں ہوتا۔کیونکہ مرید بھی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔''تَخَلَّقُوا بِاَخلَا قِ اللّٰہِ،،اللہ کے صفات کو پیدا کرو۔جس نے صفات مرید و مؤمن کی مظہریت اختیار کرلیا وہ مرید ہے اب

صفات سے ذات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔کیونکہ ذات کی طرف رجوع کرنا عین عبادت ہے۔صفت سے صفت کی طرف رجوع کرنا ثواب تو ہوسکتا ہے مگر قربت کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔مذکورہ حدیث میں صفات سے مراد جمالی صفات ہیں۔کیونکہ جمال وصال ہے اور جلال فراق ہے۔مثلاً مرید فطرتاً جمالی پیدا ہوا ہے تو یہ نعمت الٰہی ہے جوان ہوتے ہوتے جلال کا مظہر بن گیا تو یہ فراق ہے ایسے شخص کو چاہئے کہ پیر کی طرف رجوع کرے۔کیونکہ پیر اسے جلال کے فراق سے نکال کر جمال کے وصال میں پہنچا دیتا ہے،اس وقت پیر کا تصور عبادت اور پیر میں فنا ہونا فنافی الشیخ کا درجہ ہوتا ہے۔پیر میں فنا ہونے سے مراد صفت سے نکل کر ذات کی طرف رجوع کرنا ہے یعنی ذات کی مظہریت اختیار کرنا ہے۔جو مرید ذات کی طرف مظہریت اختیار کرنے میں کامیاب ہوگیا وہ مرتبہ پیری پر آجاتا ہے۔تصور شیخ کی مشق مبتدی کو مذکورہ مشق آئینہ کے مطابق موتی نما روشنی کو نور اور نور کو مرشد کا وجود تصور کرنا چاہئے یعنی مرشد کی شکل وصورت کو اس نور میں دیکھنے کی کوشش مکمل تصور اور یکسوئی کے ساتھ کریں۔جب اس نور میں مرشد کی تصویر نظر آئے تو آئینہ کو اپنا قلب اور قالب کو آئینہ کی پشت کا زنگار سمجھنا چاہئے یا کامل تصور کرنا چاہئے۔ان شاء اللہ تین دنوں کے اندر پیر کی تصویر دل میں کچھ اس طرح جم جائے گی کہ جس طرف یا جس شئی کو دیکھو تو اس میں پیر ہی نظر آئے گا۔جب وہ بولے گا تو لگے گا کہ پیر بول رہا ہے۔سنے گا تو لگے گا کہ پیر سن رہا ہے۔اس لئے کہا گیا ہے ''اَلْــلِّسَــانُ تَرجُمَانُ الْقَلبِ،،زبان قلب کی ترجمان ہوتی ہے۔

اذکار اور طریقۂ اذکار:

(۱) ذکر ایک ضربی، جو حصار یاد ہوا پنے سینے پر دم کرلیں اور مربع بیٹھک اس طرح اختیار کرے کہ داہنے پیر کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان گھٹنے کا اندرونی اوپر کا وہ حصہ آجائے جہاں سے رگ کیماس گذرتی ہے۔رگ کیماس کا تعلق دل کے اس حصہ سے ہوتا ہے جہاں سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔اگر اس رگ کو دبا کر پکڑیں تو وسوسے ختم ہوجاتے ہیں۔

الغرض دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دونوں زانو پر پھیلا کر رکھیں تاکہ انگلیوں سے اسم اللہ نمودار ہو اور یہ نقش دل پر ثبت ہوجائے۔یہاں سالک اپنے آپ کو دیوار اور قلب کو آئینہ تصور کرے تاکہ مشق آئینہ کی یاد اور تصور دل میں جم جائے۔اور اگر نہ جمے تو مشق آئینہ کا نور دل میں جما کر نور میں اسم اللہ کو منقش تصور کرے۔یہ عمل پانچ یا سات منٹ تک کرنے کے بعد ذکر ایک ضربی شروع کرے۔

ذکر سے پہلے سالک کو کیا کرنا چاہئے؟

تصور کرنا چاہئے! تصور کیا ہے؟ تصور تصویر اور مصور کا راز ہے۔جب کوئی آرٹسٹ یا مصور کسی تصویر کو کینواس پر اتارنا چاہتا ہے تو تصویر کینواس سے پہلے تصور میں بنتی ہے پھر کینواس پر ڈھلتی ہے تو آرٹسٹ یا مصور ایک کامیاب شخص کہلاتا ہے۔تصویر اور مصور کا گہرا لگاؤ یہاں صاف نظر آتا ہے۔بس سالک کو اس راہ میں کامیاب ہونے کیلئے کامیاب تصور کی ضرورت ہے۔

پیر اور ذکر کی تلقین: (۱) وقت کی پابندی (۲) جگہ کا انتخاب (۳) آسان بیٹھک یا نشست کا طریقہ سکھانے کے بعد صرف تین دنوں کیلئے گہری اور لمبی سانسیں سینے میں بھرنا اور چھوڑنا سکھائیں، یہ عمل روزانہ صرف پانچ منٹ تک کریں۔پھر تین دنوں تک سانس کو جو تحریک دے رہا ہے اسم ذات ''ھو'' پر تصور کرنا سکھائیں، پھر اس کے بعد سات دنوں تک زبانی ذکر لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کریں تاکہ یہ ذکر فطرت میں داخل ہو کر انسان کی فطرت کا اور نفس کا کلمہ بن جائے۔پھر اس کے بعد سات یا اکیس دنوں تک ضربی اذکار مثلاً ایک ضربی ،دو ضربی ،سہ ضربی سے بارہ ضربی تک میعاد مقرر کر کے سکھا سکتے ہیں۔ضربی اذکار کی ضرورت کیوں ہے؟اس لئے کہ ضربی اذکار سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور جسم کی وہ چربی پگھل جاتی ہے جو جسم میں موجود تمام قوتوں کو انسان ہی میں دبائے رکھتی ہے۔جب قلب پر ضرب لگائی جاتی ہے،قلب کی چربی پگھل کر قلب حقیقت میں قلب کی شکل اختیار کرتا ہے اور وہ حرارت پیدا ہوجاتی ہے جو فکر کیلئے ضروری ہے۔ذکر کے بعد فکر کیا ہے؟فکر دراصل جسم میں موجود تمام قوتوں سے،ان کے تقاضوں سے، رہائی پا کر حس

وحرکت، سوچ بچار سے خلاصی کے بعد مقام صفر(No thouts,State) پر پہنچنے کا نام ہے، یہ مراقبہ نہیں یہ مراقبہ کی پہلی سیڑھی ہے جس کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تفکر ساعة خير من عبادة الثقلين، "ایک ساعت کی فکر دونوں عالم کی عبادت سے بہتر ہے۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو گویا "موتوا قبل ان تموتوا، "کے مقام پر آجاتا ہے اس مقام پر قلب کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر گواہ ہوجاتا ہے اور مکاشفہ اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

طریقۂ ذکر (ایک ضربی):

سر کو بائیں گھٹنے کی طرف اس قدر جھکائیں کہ تھوڑی گھٹنے کو چھونے لگے یہاں لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے ہوئے سر کو داہنے گھٹنے کی طرف لائیں، یہاں سے سر کو داہنے کندھے تک لا کر ۹۰ درجہ پر تن کو لائیں پھر قدرے دونوں گھٹنوں کے درمیان جھک کر سانس کو چھوڑ دیں۔ اسی طرح لا الٰہ کہتے ہوئے بائیں گھٹنے سے داہنے گھٹنے اور کندھے تک سانس کو لا کر الا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائیں۔ اسی بدستور پہلی سانس میں دونوں گھٹنوں اور کندھے سے گذر کر قدرے جھک کر سانس چھوڑیں، دوسری سانس لا الٰہ کہتے ہوئے دونوں گھٹنوں اور کندھے سے گذر کر الا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائیں۔ قبل ضرب آنکھیں کھلی رکھ کر باطل کی نفی کا تصور رکھے، بوقت ضرب آنکھ بند کر کے اثبات وجود باری تعالیٰ کا مضبوط تصور رکھیں کہ دل خالی ہو چکا ہے اور نور الٰہی دل میں داخل ہو چکا ہے۔ جب دل استقرار حاصل کر چکا ہو تو یقیناً ایک نور نمودار ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر بافکر ہے بس اس ذکر کو ماسویٰ اللہ کی نفی اور اللہ کے اثبات کے ساتھ سالک اگر ایک ہفتہ بھر بھی بلا ناغہ شریعت کے احترام کے ساتھ کرتا ہے تو بے شمار فوائد نظر آئیں گے سالک کو اس طرف ہرگز دھیان نہیں دینا چاہئے تا کہ مقصود کو پہونچ سکے۔

ذکر (دو ضربی):

مربع نشست اختیار کر کے دم کو ناف کے ذرا نیچے سے مع تصور لا الٰہ کھینچ کر بائیں گھٹنے پر الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ اسی طرح دوسری ضرب بائیں ہاتھ کی کہنی پر صرف الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ ضربات الا اللّٰہ اس تصور کے ساتھ لگائیں کہ جسم الا اللّٰہ کا کعبہ یا آئینہ بن چکا ہے۔ غیر اللہ کا زنگار دل سے اتر چکا ہے۔ بس اس تصور سے نور کی تصویر بنے گی اور مصور یعنی رب تعالیٰ کا دیدار جمال نصیب ہوگا۔ آسان طریقہ اختیار کریں اور اپنے مشاہدات کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ ہو سکے تو فوراً مراقبہ میں مشغول ہو جائیں سو سال کا کام ایک سال میں اور ایک سال کا کام ایک دن میں ہو جائے گا۔ ذکر کی میعاد بیس ۲۰ منٹ سے رفتہ رفتہ بڑھا کر صبح ڈیڑھ گھنٹہ اور شام ڈیڑھ گھنٹہ تک اگر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو سمجھو تقرب الی اللہ حاصل ہو گیا، اور آپ مقرب ہو گئے۔

ضروری نوٹ:

ہر ذکر بافکر کے بعد فوراً مراقبہ میں مشغول ہو جائیں تا کہ دل کی حرارت مراقبہ کیلئے معاون مددگار ہوتی ہے۔ ورنہ آپ دل کی گرمی سرد ہونے کے بعد مراقبہ میں مشغول ہوتے ہیں تو مراقبہ سے خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکتے کیونکہ دل کی گرمی سے ایمان کو حرارت میسر آتی ہے۔

ذکر بافکر (تین ضربی):

شریعت کی پابندی کے ساتھ قعدۂ نماز کی مانند یعنی دوزانو بیٹھیں اور دم کو مع تصور لا الٰہ کھینچ کر الا اللّٰہ کی ضرب بائیں گھٹنے پر لگائیں۔ اسی طرح دوسری ضرب داہنے پر لگائیں۔ تیسر ضرب صرف الا اللہ کہتے ہوئے دونو گھٹنوں کے درمیان لگائیں۔ بائیں گھٹنے پر ضرب اس لئے لگائی جاتی ہے کہ بایاں مقام

جلال ہے اور دایاں مقام جمال ہے۔ دونوں گھٹنوں کے درمیانی ضرب سے مراد جلال اور جمال کا ایک ہوجانا ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے درمیانی راستہ اسی لئے پسند فرمایا ہے۔ اور سالک جب تک جلال کے فراق سے نکل کر جمال کے ساتھ جمال سے وصال حاصل نہیں کرسکتا تب تک کامیاب نہیں ہوسکتا۔ تصوف کی اصطلاح میں جسے مجاہدہ کہتے ہیں دراصل جلال اور جمال کو ایک کرنے کا نام ہے۔ یہ تمام ذکر واذکار اور مراقبات وغیرہ صرف اور صرف جلال اور جمال کو ایک وجود کرنے کیلئے ہیں۔ کیونکہ جلال کا مظہر نفس امارہ ہوتا ہے۔ جب مظہر جلال، نفس کو مار کر یا روح حیوانی کو مار کر تنہا ہوتا ہے تو مجاز سے نکل کر حقیقت کی طرف پیش قدمی کر کے جمال کے ساتھ جمال بن جاتا ہے۔ اور جب تک یہ دونوں جدا جدا رہیں گے تب تک دونوں کی منزل جدا جدا ہی رہے گی۔ جب دونوں ایک ہوجاتے ہیں تو منزل صرف الی اللہ ہوتی ہے۔ ایسا شخص اللہ کی ولایت کا حقدار ہوجاتا ہے۔

ذکر بافکر (چار ضربی):

دوزانو قعدۂ نماز کی مانند بیٹھیں اور ناف کے نیچے سے دم کو مع تصور لا الٰہ کھینچ کر الا اللّٰہ کی ضرب بائیں گھٹنے پر لگائیں۔ پھر صرف الا اللّٰہ کی ضرب داہنے گھٹنے پر لگائیں۔ اسی طرح الا اللّٰہ کی ضرب دونوں زانوں کے درمیان لگائیں اور ایک ضرب الا اللہ دل کے اس کونے پر لگائیں کہ روحِ حیوانی کو موتوا قبل ان تموتوا کی موت نصیب ہوجائے اور دل اللہ کیلئے خالی ہوجائے۔ اسی طرح پے در پے بیس منٹ تک کریں ان شاء اللہ فوائد بے شمار حاصل ہونگے۔ ہر ضرب کے وقت یہ تصور ضرور رہے کہ الا اللہ کی تجلیات جسم میں سرایت کر رہی ہیں اور جسم حرم خدا میں تبدیل ہو رہا ہے۔

ذکر بافکر (پانچ ضربی):

احترام شریعت کے ساتھ وقت کم از کم بیس منٹ مقرر کر کے دونوں زانو بیٹھ کر دم کو تصور کے ساتھ

بائیں کندھے سے گذار کر دائیں کندھے تک پہونچا کر اور تھوڑی کندھے پر ہی ٹکا کر کندھے پر ہی الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ پھر تھوڑا سا پشت کو پیچھے خم کر کے بائیں کندھے پر صرف الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ پھر تھوڑی کو بائیں کندھے پر ہی رکھ کر پشت کو پیچھے کی طرف تھوڑا سا جھکا کر کندھے پر ہی الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ پھر دونوں کندھوں کو دونو شانوں کی طرف قدرے اونچا کر کے دل پر الا اللّٰہ کی ضرب لگائیں۔ پھر دونوں سرین کو قدرے اونچا اٹھا کر ایک ضرب الا اللّٰہ بائیں گھٹنے پر، ایک ضرب الا اللّٰہ دائیں گھٹنے پر، ایک ضرب الا اللہ بائیں کندھے پر، ایک ضرب الا اللہ دائیں کندھے پر، ایک ضرب الا اللّٰہ تہہ دل پر یعنی روح حیوانی پر لگائیں۔ حبس دم اور تصور ہر ذکر میں شرط ہے، آہستہ آہستہ سانس لیں اور چھوڑیں اور سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کریں۔

نوٹ:

تمام اذکار خالی پیٹ یا معمولی زود ہضم غذا کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ سالک کو چاہئے کہ گوشت مچھلی، انڈا وغیرہ سے پرہیز کرے۔ البتہ دودھ دہی اور گھی وغیرہ کا استعمال بہت ضروری ہے۔ پہلے پھل ضرور کھالیا کریں، دوران ذکر ناریل کا تیل سر، تلوے اور ہتھیلیوں پر مل سکتے ہیں تا کہ خشکی کا غلبہ نہ ہو۔

ذکر بافکر (چھ ضربی):

دوزانو بیٹھ کر دم کو تصور کے ساتھ بائیں کہنی سے گذار کر دائیں کندھے تک پہنچائیں اور سر کو بائیں زانو کی طرف جھکا کر الا اللّٰہ کی ضرب دل پر آہستہ لگائیں۔ اسی طرح ضرب الا اللّٰہ (سر کو جھکا کر) دائیں زانو (گھٹنے) پر لگائیں۔ تیسری ضرب الا اللہ دونوں زانو کے درمیان لگائیں۔ پھر ایک ضرب الا اللّٰہ ناف پر، ایک ضرب الا اللّٰہ درمیان سینہ پر، ایک ضرب الا اللہ دل پر لگائیں۔ تصور اور حبس دم شرط ہے، آہستہ آہستہ وقت کو بیس منٹ سے زیادہ بڑھاتے جائیں اور خدا کی قدرت کا مشاہدہ کریں۔

حسن طریق:

طریق یعنی راستہ راستوں کے تعلق سے بزرگوں نے بتایا ہے کہ مخلوقات کی سانسوں کے برابر اللہ تک پہونچنے کے راستے ہیں، لفظ سانس یہاں لفظ اشارہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ ہر مخلوق اپنی سانسوں میں اللہ کا ذکر اور ذکر کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ اے اشرف المخلوقات! تجھے بھی چاہئے کہ اپنی سانسوں پر دھیان دے۔ دیکھ تیری سانس میں اس کا ذکر جاری ہے یہ کون اور کس کا ذکر کر رہا ہے۔ اس ذکر سے تیری حیات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو پتہ ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے شاخ سے ٹوٹ جاتا ہے،،۔ معلوم ہوا کہ ذکر سے ہی زندگی ہے بغیر ذکر کے یہ شرمندگی ہے۔ غفلت کی سزا موت ہے۔ اب ذرا پہچان کر ذکر کر مزہ آجائے گا۔

راستہ کیا ہے؟

راستہ اسم اللہ ذات ''ھو،، ہے اور منزل اللہ کی ذات ہے۔ بس تجھے اسم سے ذات تک کا سفر طے کرنا ہے یہ کونسی بڑی بات ہے اگر تو کامل مرشد رکھتا ہے۔ چند منٹوں کا کام ہے، چند گھنٹوں کا کام ہے پیر کامل غسال کی مانند ہوتا ہے وہ تجھے پاک کر کے اس پاک ذات کے دربار میں پیش کر دے گا۔ جاننا ہے تیرے اس کے درمیان کوئی دیوار سکندری حائل نہیں بس ایک پردہ ہے جو ظلمات کی مانند حائل ہے۔ اگر پیر چاہے تو چند لمحوں میں یہ پردہ چاک کر کے تجھے ناظر کے مرتبہ پر پہنچا دے گا۔ بس ناظر نظر چاہئے ناظرات کا علم رکھنے والا پیر چاہئے۔ اور ایسا پیر خود قرآن واحادیث کی تفسیر ہوتا ہے۔ یہ وہ پیر ہے جس کا دیدار اللہ کا دیدا رہے۔ پیر بادیدہ ہو اور مرید بے دیدہ یہ کیسے ممکن ہے؟ جاننا چاہئے اللہ اپنے نور کی مثال دیتا ہے۔ مثال سے حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے'' اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى

اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ،، (پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں، قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہے اور مثال بیان فرماتا ہے لوگوں کیلئے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے مثالوں کے ساتھ حقیقت کو پیش کیا ہے۔ بس پیران مقامات کا جاننے والا ہو۔ اے انسان تو عالم صغیر ہے صغیر ہی سہی تو بھی ایک عالم ہی تو ہے جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب کچھ عالم صغیر میں بھی تو ہوگا۔ ورنہ تجھے عالم کیوں کہا جاتا۔ یہی تو وہ دو عالم ہیں ایک عالم کبیر، ایک عالم صغیر، ایک تو دوسرا تیرے ماسویٰ! جو کچھ ماسویٰ میں ہے وہ تجھ میں بھی ہے، جو کچھ تجھ میں ہے وہ ماسویٰ میں ہے تو تو خود کو پہچاننے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ وہ نور تیرے اندر ہے جو زمین اور آسمانوں میں ہے، مثال سے سمجھایا جا رہا ہے کہ ایک طاق ہے، وہ طاق بھی تیرے اندر ہے، طاق میں چراغ ہے، بے شک وہ تجھ میں ہے اور وہ روشن ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، ایسے فانوس میں جہاں سے روشنی چھن چھن کر آرہی ہے۔ اگر یہ روشنی اور نور نہ ہوتا تو تو بھی اندھا ہو جاتا۔ اسی روشنی سے ساری کائنات روشن ہے۔ وہ فانوس کیا ہے؟ ایک ستارہ ہے جو موتی سا چمکتا ہے، اور کیا کہوں یہ روشن ہے برکت والے شجر زیتون سے، شجر زیتون ذات سے، جو نہ مشرق میں ہے یعنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ نہ مغرب میں ہے یعنی جہاں تو غروب ہوتا ہے یعنی نہ قبر میں ہے۔

سبحان اللہ! قریب ہے کہ (اس کی ذات کا) اس کا تیل بھڑک اٹھے اگر بھڑک اٹھے تو کیا حال ہو گا جب کہ ایک تجلی کی بھڑک موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے۔ اسے آگ نہیں چھو سکتی کیونکہ وہ نور ہے اور نار کی مجال کیا کہ سامنا کر سکے۔ اے نفس ناری کے متوالے سمجھ جا وہ نور پر نور، نور علیٰ نور ہے۔ ایک نور ذات احد اور ایک نور ذات احمد ﷺ ہے۔ ذات احد کا نور ایک بحر بیکراں ہے، نور ذات احمد ﷺ اس بحر بیکراں

میں ایک موتی کی مانند ہے۔بس اس صدف کی تلاش کر جس میں وہ موتی جلوہ نما ہے۔اللہ اپنے نور کی راہ اسے بتاتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ائے بندۂ مؤمن اگر تجھے لگتا ہے کہ تو اللہ سے دور ہے تو تو اس کے پاس چلا جا جو اللہ سے بہت قریب ہے، پھر دیکھ تجھے دوست کے چاہنے سے اللہ چاہتا ہے یا نہیں؟ لوگوں کے لئے یہ مثال خود بیان فرماتا ہے، اور اس کی مثال اس کی حقیقت سے بعید نہیں، جو اس کی مثال کو سمجھ گیا اس کی حقیقت کو ضرور سمجھے گا۔ اگر نہیں سمجھ میں آتا ہے تو ایسا پیر تلاش کر جو تجھے یہ سب کچھ سمجھا دے۔

اے طالب اللہ: طریق کے دو اقسام ہیں (۱) راہ صفات (۲) راہ ذات۔ راہ صفات تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللّٰہِ ، اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو یعنی اللہ کے صفات سے متصف ہو جاؤ، اس راہ کا امام ورہبر شریعت ہے۔ پس اس علم کے بغیر راہ صفات یعنی راہ ظاہر پر چلنا اور کامیاب ہونا انتہائی دشوار ہے اور یہ راہ علم ہے جو انتہائی خطرناک ہے۔ کیونکہ ابلیس کو ابلیس کے علم نے ہی مارا۔ کئی علماء کو ان کے اپنے علم نے ہی مارا، کئی علماء کا مزاج علوم صفات کو پڑھکر گمراہ ہو گیا، کئی ایسے ہیں جو اللہ کی توفیق سے کامیاب گذرے، لاکھوں ایسے ہیں جن کا ظاہری علم شریعت اختیار کر گیا نتیجہ کچھ خاص نہ نکلا، لاکھوں ایسے لوگ ہیں جو ظاہری عبادات عادۃً ادا کر رہے ہیں الجھ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے ظاہری سفرِ صفات سے باطنی سفر ذات کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ظاہری سفر کے ہزاروں ایسے مسافر ہیں جن کے صرف علم کو دیکھ کر لوگوں نے بڑے بڑے القابات دے کر سونے، چاندی میں تولا اور اللہ کا ولی بنا دیا جب کہ یہ کام تو صرف اور صرف اللہ کا ہے۔

اے طالب اللہ! دوسری قسم راہ ذات ہے یہاں طالب اپنے پیر کی رہبری سے قدم رکھتا ہے۔ خود کو خود سے نکال کر نور میں منتقل ہو جاتا ہے اور نور نور کی طرف سفر کرتا ہے۔ یہ راستہ صفات کی قید سے آزادی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس راہ کا رہبر حقیقت میں علم نہیں عشق ہوتا ہے اور عشق جسے نشانہ بناتا ہے وہ عاشق ہوتا ہے۔ عشق تو ہر قید سے آزاد ہے اور عاشق تو دیوانہ ہوتا ہے۔ معشوق کی یاد، ذکر، فکر بے خودی اور بے ہوشی اس کی جان کا زیور ہوتی ہے۔ عشق تقلید اور تکلیف سے بے نیاز معشوق سے ملنے کا خواہاں رہتا ہے۔

سالک سلوک الی اللہ ازروئے تصوف کیا ہے؟

سالک عاشق ہے، سلوک عشق ہے اور الی اللہ معشوق ہے۔ سالک کو علم من اللہ ہوتا ہے، سلوک میں علم باللہ حاصل کرتا ہے، الیٰ اللہ میں علم مع اللہ کا عالم و عارف ہو جاتا ہے۔ یہاں سالک اور سلوک راہ باطن سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مقامِ عشق کے معاملات ہیں۔ سالک مذہب سے نکل کر مسلک عشق میں داخل ہوتا ہے تو یہ مرحلہ سفرِ ذات میں پیش آتا ہے نہ کہ سفرِ صفات میں۔ مرتبۂ صفات میں یعنی راہِ شریعت میں مذہب کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مذہب مہذب بناتا ہے اور جس کو مذہب مہذب بناتا ہے وہی راہِ باطن میں کامیاب ہو کر مسلکِ عشق کے مرکز پر آ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مذہب میں علم تہذیب و ادب ہوتا ہے اور مسلک تصوف میں صرف اور صرف عاشق عشق اور معشوق ہوتے ہیں۔

سالکین کے اقسام

اہل سلوک تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) سالک عاشق (۲) عاشق سالک (۳) سالک جاسوس۔

(۱) سالک عاشق ازلی سعید، میدان الست کے وعدے کا پابند اور پرہیزگار ہوتا ہے۔ پیر ایسے سالک کو تھوڑے سے کسب اور تربیت ومحنت سے مقامات حاضرات و ناظرات طے کرا دیتا ہے۔ ایسے سالک کے اخلاق حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ''اِنَّ اَحَبَّکُم اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُم مِنِّی یَومَ الْقِیَامَۃِ اَحَاسِنُکُم اَخْلَاقاً (رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ پیارے اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں۔

عن عائشۃَ صدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالَت سَمِعْتُ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ اِنَّ الْمُؤمِنَ لَیُدْرَکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ الصَّائِمِ و الْقَائِم (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ دن میں روزہ رکھنے والے اور رات میں قیام کرنے والے کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔معلوم ہوا کہ عاشق سالک میں اللہ اخلاق حمیدہ ازل سے ہی پوشیدہ فرما کر دنیا میں روانہ کرتا ہے۔جب پیر کی نظر ان پوشیدہ اخلاق پر پڑتی ہے دنیوی اخلاق کے اثرات سے ایسے سالک کو پاک کر کے سالک الی اللہ بنا کر اللہ تک پہونچا دیتا ہے۔

(۲)عاشق سالک وہ ہوتا ہے جو دنیا کی آلودگیوں کے باوجود پیر کی تلاش میں رہتا ہے یا جب وہ کامل پیر حاصل کرلیتا ہے تو پیر کا عاشق ہوجاتا ہے۔پیر کا عشق ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی مانند ہوتا ہے جو سالک کے اخلاق رذیلہ کو جلا کر اپنی طرف مائل کرلیتا ہے۔بالآخر وہ پیر کا ہوبہو بن کر یعنی فنا فی الشیخ ہو کر مقام پیری پر آجاتا ہے’’ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ،،تم جس طرف رخ کروگے ادھر رخ الٰہی ہے کی مانند ایسا شخص جس طرف دیکھتا ہے اس طرف پیر ہی پیر نظر آتا ہے اور ایسا پیر مظہر اسم اللہ ہوتا ہے۔اسلئے کہا گیا ہے کہ پیر کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے۔

(۳)جاسوس سالک وہ متصوف ہے جو پیر کے عیبوں کی تلاش میں آتا ہے اور پیر کی نشستوں کو وقت گذاری کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ایسا شخص نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہوتا ہے،عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ،(متفق عليه)وزاد مسلم وَاِنْ صَامَ اَوصَلّٰى زَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں بات کرے تو جھوٹ بولے،وعدے کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔اور امام مسلم نے تین علامتوں کے بعد اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے اگر چہ روزہ رکھے،نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان خیال کرے۔دوسری ایک حدیث پاک میں چار علامتیں بیان کیے گئے ہیں جن میں ایک جملہ یہ مذکور ہے اور جب جھگڑے تو گالیاں دے۔(نعوذ باللہ منہ)ایسے جاسوس سالک کا انجام مذکورہ حدیث پاک سے

ظاہر ہے اللہ توفیق مرحمت فرمائے ایسے لوگ آج کل شکاری کتوں کی طرح ہر خانقاہ کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔لہٰذا مخلص پیروں کو چاہئے کہ ایسے مریدوں سے اجتناب کرے اور علوم کے گوہر ایسوں کے ہاتھ نہ فروخت کرے۔ورنہ وہ خود پرست سستی شہرت اور سستے داموں میں بیچ کر پیر کی عزت و ناموس کو بھی نیلام کردے گا۔ایسے لوگ ہرگز ہدایت پر نہیں آسکتے ممکن ہے اگر اللہ ہی ہدایت دے اور یہ راہِ راست پر آجائیں۔

تربیت سالکین:

ایک نیک،مخلص طالب اللہ کیلئے مندرجہ ذیل مضمون شمع ہدایت کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا بغور پڑھیں او رحتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ماں باپ گھریلو بزرگ یا استاد ہمیں اپنی صغیر سنی ہی میں کلمہ طیب پڑھا کر ہمارے مسلمان ہونے کا الحمد للہ اعلان کردیتے ہیں۔ہر مسلمان پر احکام شرعیہ سے ضروریات دین کا علم حاصل کرنا فرض ہوجاتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے سبحان اللہ! کیا انقلابی پیغام دیا ہے’**طلب العلم فريضة علىٰ كلِّ مسلم و مسلمة**،،علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔معلوم ہوا کہ اللہ کے عائد کردہ پانچ فرائض کی جان یہ چھٹا فرض علم ہے،اس کے بغیر پانچ فرائض بس کہنے کی چیز ہوکر رہ جاتے ہیں،کرنے کی نہیں۔اگر ہم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں علم حاصل کرنا ہوگا۔کیونکہ علم ہی دین کی جان ہے علم نہیں تو دنیا کے کسی بھی دین ودھرم کا وجود ناممکن ہے۔علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ،مجتہدان کرام اور محدثان عظام نے علم کو دو حصوں میں تقسیم کردیا،ایک علم دین،ایک علم دنیا جو دائرہ اسلام میں داخل ہے،اور حلال اور خلق خدا کو نفع پہنچاتا ہے۔’’العلم نافعٌ،علم نفع پہنچانے کا نام ہے علم دین سے دو علوم اخذ کیے گئے،ایک علم جزوی یا علم ضروریات دین جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ایک علم کلی جو شریعت مطہرہ کے تمام علوم کا حاطہ کئے ہوئے ہے۔اس علم کا حاصل کرنا عین فرض نہیں فرض کفایہ ہے،یہ ان کے لئے ضروری ہے جو امت احمد مرسل ﷺ کے رہنما ہوتے ہیں۔مذکورہ حدیث پاک کے مطابق معلوم ہوا کہ کم

ازکم یہاں عام مسلمان کی زندگی میں دوعلوم اہمیت کے حامل ہیں،ایک علم ضروریات دین،دوسرا وہ علم دین اور دنیا جو دائرہ اسلام میں داخل ہے۔لہٰذا طالب اللہ کو پیر تک پہنچنے سے پہلے علم دین اور علم دنیا کو حتی المقدور حاصل کرنا چاہیئے۔

جب طالب اللہ میں مزید علم کی یا روح علم تک پہنچنے کی تڑپ بیدار ہو رہی ہو تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ کسی کامل پیر کی طرف رجوع کرے۔اس کے بعد کامل پیر بوقت بیعت حقیقت بیعت سے طالب کو آگاہ کر کے،اس سے سرزد جو ہوچکے ہیں صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی معافی وتلافی کا درس دے کر،مرید کی بیعت کے بعد اس کے سامنے روح دین کو پیش کرتا ہے،مکمل اس کی تربیت کی ذمہ داری لیتا ہے تا کہ مرید مراد تک پہونچ سکے اور سیدھے سیدھے اپنے مرید کو حضرت مولا علی شیر خدا کے زیر قدم لانے کی کوشش کرتا ہے۔کیونکہ پیر کے پاس مرید کے پہنچنے تک یا یہاں پہنچنے سے پہلے تک اس کی دنیا میں دین گم اور دین میں دنیا گم ہوگئی ہوتی ہے۔مرید کے لئے ان دونوں کو الگ کرنا دشوار ہو جاتا ہے،کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ مکمل دین کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے تو دنیا ہاتھوں سے نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اگر دنیا کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے تو دین کا پرندہ ہاتھوں سے اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔اس حال و کیفیت سے نجات پانے کیلئے جب وہ پیر کی طرف جاتا ہے تو پیر اسے حضرت شیر خدا کے اس اعلان سے عبرت دلاتا ہے۔کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ مقام صدق پر پہنچے ہوئے ہیں،نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں افضل ترین ہیں۔پھر سائل نے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا مقام عدل کو پہنچے ہوئے ہیں،حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد افضل ترین ہیں۔پھر سائل نے سوال داغا یا علی آپ آپنے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟ تو بے جھجک فوراً اعلان کردیا ''انا فی المسلمین،،یعنی میں صرف مسلمان

ہوں سبحان اللہ! آپ کی نفس کشی یا بےنفسی کا عالم کہ آپ اعلان فرما رہے ہیں!یہ ہیں سید المسلمین پنجتن پاک کے ایک تن پاک،سیدہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سرتاج کا عالم،**انا مدینة العلم و علی بابھا** کا عالم ،آپ اپنی ظاہری حیثیت کا اعلان فرما رہے ہیں۔یہ ہے آپ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا عالم،جب کہ ہم اپنے آپ کو آپ کے غلام ہونے میں فخر محسوس کرنے والے،بڑے بڑے القاب وٹائٹل کے متوالے،اپنے ناموں کی،اپنی شخصیت کی تعبیر پسند کرتے ہیں،آقا کی سادگی اور سنجیدگی اور تھی غلام اور بناوٹی کا مزاج اور ہے۔بس طالب اللہ کو!مرشد کے سامنے بحثیت مسلمان پیش ہونا چاہیئے۔

شائقین راہ سلوک:

اس راہ کے چلنے والوں کو چاہیئے کہ شریعت مطہرہ کا پابند رہے،جھوٹ نہ بولے۔نفاق سے پرہیز کرے۔عبادات و طاعات کو مقصدِ حیات سمجھے۔بے جا سستی و کاہلی نہ کرے۔امانت میں خیانت نہ کرے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کے فرائض حتی المقدور ادا کرے۔**کونوا مع الصدقین** سچوں کے ساتھ رہے۔بے جا بکواس نہ کرے۔خاموشی کی حکمت کو سمجھے۔جھگڑا اور بے ہودہ گالیاں نہ دے۔خود کو سب سے زیادہ کم تر سمجھے۔سستی شہرت کے میدان میں نہ دوڑے۔اگر عالم ہے تو نازیبا القابات سے دور رہے گے۔کیونکہ یہ القابات ایک دن انسان کو تکبر میں مبتلا کر کے گمراہ کردینگے۔شیطان نے آسمانوں پر القابات حاصل کر کے کیا پایا۔

فقر و درویشی کا لباس اسی کو اچھا لگتا ہے جو جیتے جی مر چکا ہو۔پھر کسی کامل پیر کی طرف رجوع کرے انشاء اللہ ایسا شخص صراط مستقیم پر آجائے گا۔کیونکہ پیر ہی صراط مستقیم کی ابتداء ہے اور انتہا الی اللہ ہے۔لہٰذا ارشاد گرامی ہے ''یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوا فِی سَبِیْلِہٖ

لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ ،،اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ (پیر کامل) تلاش کرو۔ جو تمہیں اللہ کی راہ میں جدو جہد کرنا سکھا دے۔ ممکن ہے شاید تم فلاح پا جاؤ۔

بے شک پیر کامل سالک اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم کی ابتداء پیر کی ذات اور انتہاء اللہ کی ذات ہے۔ راستہ اگر دشوار ہے تو پیر اس راہ میں نفس کے خلاف جدو جہد کرنا سکھا کر صابر و شاکر بنا دیتا ہے۔ تب کہیں ممکن ہے کہ تم فلاح پا جاؤ۔ اس لئے سالکین کو چاہئے کہ پیر سے ہرگز بغاوت نہ کرے۔ پیر کے معمولات کی جاسوسی نہ کرے ورنہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر ایسا ہوا تو تمام عبادات وطاعات بے سود ہو جائیں گے۔ (نعوذ باللہ) اللہ ایسی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

باب سوم

تلاش مرشد، راہ روحانیت اور مقامات:

سالک کو کسی ایسے مرشد کی تلاش کرنا چاہئے جو ''میم'' سے مراد کو پہنچا ہو ''را'' سے رشد و ہدایت یافتہ ہو ''ش'' سے مرتبہ شہادت پہ آچکا ہو ''د'' سے دائم الصلوات ہو یعنی اس کی صلوات دائماً دیدار الٰہی ہو۔ بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی، ایسے مرشد کو کہتے ہیں۔ ایسا مرشد گناہوں سے پاک اور گنہگاروں کو پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مرشد غسال کی مانند ہوتا ہے۔ ایسا مرشد مجلسِ ولایت اور مجلسِ نبوی ﷺ کا حاضر باش ہوتا ہے۔ جو خود رسا ہو اور دوسروں کو رسائی دلانا بھی آسان ہے۔ ایسے مرشد کے اخلاق اس ارشاد باری کے مطابق ہوتے ہیں ''وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنعَمَ اللّٰہُ عَلَیہِم مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِیقِینَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِینَ وَ حَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیقاً ،،اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی کرے گا تو وہ ان حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیسے اچھے ساتھی ہیں۔

کامل مرشد اللہ اور رسول کے احکامات کی پابندی کرتا ہے بے شک کرتا ہے۔ اللہ کے احکامات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک حکم خاص ہے جو خود بذریعہ الہام کلام فرماتا ہے اور اس کا مخاطب قلبِ انسان ہوتا ہے اور زبان قلب کا کلام خود سماعت فرماتا ہے۔ یہاں جبرئیل کا خلل دخل نہیں ہوتا۔ ایک حکم عام ہے جو بذریعہ جبرئیل انبیاء پر صادر فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک حکم قلب و روح سے متعلق ہے دوسرا حکم نفس اور قالب سے متعلق ہے کیونکہ اللہ پاک ہے پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ اطاعت رسول پاک کے ذریعہ اپنے آپ کو متبع شریعت بنالے تا کہ اللہ ایسے نیک بندے کو اپنے خاص خطاب چن لے۔ جاننا چاہئے کہ پہلا حکم اللہ کے صفات سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ صفات ولایت کے زینے ہیں۔ دوسرا حکم اللہ کے ذات سے بذریعہ نبی پاک ﷺ صادر ہو چکا ہے جو نبوت کے نور سے ہے۔ اس لئے ارشاد

فرماتا ہے ’’یَھْدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَنْ یَّشَاء،، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہبری کرتا ہے۔ یہ نورِ جمال ہے اور حکم بھی جمالی ہے اور حاکمِ شریعت یعنی نبی کریم ﷺ بھی مظہرِ جمال ہیں۔ لہٰذا امت کو چاہئے کہ جمال کی پیروی کرے اگر پیروی بھی نہیں کرتے ہیں تو ہر کوئی اس لئے محفوظ ہے کہ آپ جمال ہیں اور آپ کی شریعت جمال ہے۔ ورنہ گنہگار کافر اور مشرک کس طرح محفوظ رہ سکتے تھے۔ قرآن شاہد ہے کہ گستاخان انبیاء کی صورتیں مسخ کی گئیں، قوموں کو تباہ کر دیا گیا، بستیاں الٹ دی گئیں، قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے کے تمام انبیاء کرام علیھم السلام اللہ کے مظاہر جلال و جمال ہیں اور صرف ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل مظہر جمال ہیں۔ سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دی۔ وہ حکم جو خاص ہے بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح یا انبیاء سابق کی طرح جلال و جمال کے امتزاج کے ساتھ قلب پر وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ قلب خود جلال اور جمال کی فطرت پہ تخلیق پایا ہے۔ اس لئے سالکانِ راہِ سلوک کو پہلے اپنے قلب کو صرف جمال کا مظہر بنانا ہوتا ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کے قلوب کی مانند ہوتے ہیں۔ قلب کو صرف جمال کا مظہر اس لئے بنانا ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا ﷺ صرف مظہر ذات جمال بن کر اس کائنات میں تشریف لائے ہیں۔ امت کا معنٰی ہے ’پیروی،، اور پیروی یہی ہے کہ قدم بہ قدم ہو۔ یہاں سالک کو اس راہ میں کوشش اور محنت کرنی پڑتی ہے جسے مجاہدہ کہتے ہیں۔ تاکہ ایسا سالک جو جلال و جمال کا مظہر ہے صرف مظہر جمال بن کر مظہرِ ذاتِ جمال کی مجلس میں حاضر و حضوری کا شرف پا سکے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کے علماء یعنی اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے قلوب یا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک جتنے انبیاء آئے ہیں ان کے قلوب مظاہر جمال وجلال تھے۔ اور امت رسول اللہ ﷺ کے اولیاء کے قلوب بھی مظاہر جمال وجلال ہوتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ امت کو سخت تاکید کی گئی ہے شریعت کے جمال سے آراستہ ہو کر اس راہ میں قلب کی طرف پیش قدمی اور مجاہدہ کرنا چاہئے تاکہ قلب جلال سے رہا ہو کر صرف مظہر جمال بن جائے۔ کیونکہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر قاری کو ہماری بحث سمجھ میں نہیں آ رہی ہے تو آیئے ہم تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس کلمۂ پاک کا ماخذ اللہ، رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ مع ذات وصفات ہے۔ رحمٰن صفت ہے جو جلال ہے۔ رحیم صفت ہے جو جمال ہے۔ جلال کیا ہے؟ اللہ کا فراق ہے۔ جمال کیا ہے؟ اللہ کا وصال ہے۔ اس لئے صوفیان کرام نے اللہ سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے آئے ہیں کہ اے اللہ ہمیں تیرے جلال کے فراق میں نہ ڈال۔ کیونکہ تیرے فراق یا جدائی سے کہیں میں مجذوب، دیوانہ نہ بن جاؤں۔ اگر میں مجذوب یا دیوانہ ہو گیا تو میں خود کو ہی نہیں پہچان سکوں گا۔ اگر خود کو نہیں پہچان سکوں گا تو تیری پہچان مجھے کس طرح میسر آئے گی۔ لہٰذا مجھے رحیم یعنی صفتِ جمال کا مظہر بنا دے۔ کیونکہ تو جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اگر چہ کہ تو جلال ہے میں نہیں چاہتا کہ تیرے جلال کا سامنا کر کے تیرے جلال کے عتاب کا نشانہ بن کر میں تجھ سے جدا ہو جاؤں اور جدا ہو کر دیوانہ ہو جاؤں۔ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً، حضرت آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے خلیفہ بنانا چاہا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مظہر بنا دیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اسم اللہ سے مع ذات وصفات اور صفات سے رحمٰن یعنی جلال اور رحیم سے جمال کا مظہر بنا دیا۔ اور آپ کو جنت کی نعمتوں میں رکھا، مگر آپ ملول و غمگین رہنے لگے۔ اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار چاہا تو حضرت آدم جو مظہرِ جلال و جمال تھے، آپ کی بائیں پسلی سے یعنی حضرت جلال کو جدا کر کے حوا علیھا السلام کو پیدا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ظاہر میں عورت مظہر جمال ہے اور باطن میں مظہر جلال ہے۔ اس لئے پہلے حوا علیھا السلام سے لغزش ہوئی۔ کیونکہ آپ مظہر جلال تھی، یہ درجۂ باطن اور معاملۂ ملکوت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بذریعہ حواء لغزش ہوئی اور یہ لغزش ہم جنس کی کشش کی وجہ سے صادر ہوئی اور آپ مظہر جمال تھے، یعنی مرتبۂ معشوقیت میں تھے اور حواء مرتبۂ عشق میں تھیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت حواء کا ظاہر و باطن جلال کا مظہر ہے اور حضرت آدم کا ظاہر و باطن جمال کا مظہر ہے جو آپ کی نبوت کا منبع ہے۔ آج کی جدید سائنس بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہے کہ عورت میں ایکس ایکس کروموزم ہوتے ہیں اور مرد میں ایکس وائی۔ اور یہ ظاہری نہیں باطنی تحقیق ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آئے ہوئے تمام انبیاء کرام ظاہراً و باطناً مظاہر جمال ہی رہے اور

جمال سے قطع ناممکن ہے ،اس لئے انہیں معصوم کہتے ہیں ! کیونکہ یہ بے نفس ہوتے ہیں اور اولیاء بانفس ہوتے ہیں یعنی اولیاء کا نفس جلال کا مظہر ہوتا ہے اور قلب جمال کا مظہر ہوتا ہے ۔اس لئے نفس کے خلاف مجاہدہ کا مرحلہ پیش آتا ہے تا کہ جلال کے خلاف نبرد آزما ہوکر، جلال سے رہائی پا کر صرف مرتبۂ جمال پر فائز رہیں! معلوم ہوا کہ نبوت اور ولایت دونوں جمال سے ہی تعلق رکھتے ہیں!

مرشد مرید کی تربیت کس طرح کرے:

بیعت کے بغیر کلمہ کی حقیقت واضح کرے کہ پہلے کی تشریح دوسرا کلمہ ہے اور دوسرا کلمہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے متعلق ہے ،دوسرے کلمے کی تشریح تیسرا کلمہ ہے جو راہ سلوک کی طرف ہدایت فرماتا ہے ۔سبحان اللہ !اللہ کی ذات پاک ہے اور وہ خالق ہے ،باقی مخلوق ۔سبحان اللہ ! کے مقام کے نیچے والحمدللہ ،صرف اور صرف اللہ کی تعریف بیان کرنے والوں کا زمرہ مقید اور پابند ہے اور اللہ ہر قید سے آزاد ہے اور الا اللہ اس کی توحید ہے ۔اس میں قدم رکھنے کی ہر کس و ناکس کی مجال نہیں ہوتی جب تک اس کی رحمت اسے اس راہ میں خاص نہیں کر لیتی ۔کیوں کہ وہی سب کچھ کرتا ہے ،وہی جو چاہتا ہے ہوتا ہے ،وہی اللہ اکبر ہے ،اس راہ میں کوئی بڑا بن کر نہیں چل سکتا ،یہ راہ فنا ہے ،یہاں مٹنے کے بعد ،نفی ہونے کے بعد چلا جاتا ہے ۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اقسام مرشد:

مرشد تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرشد خام (۲) مرشد عام (۳) مرشد خاص۔

مرشد خام کی تعریف یہ ہے ،یہ دنیائے مردار کا طالب ہوتا ہے ،اس کی نظر چیل کی مانند ہوتی ہے ،ایسا شخص اگر عالم بھی ہو تو بے عمل ہوتا ہے ۔اگر عالم نہیں ہے تو جہل کے پر لگا کر خیالی خلاؤں میں اڑتا رہتا ہے اور مریدین کی تلاش میں مصروف رہتا ہے ۔اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ ،دنیا مردار ہے

اور اس کا چاہنے والا کتا ہے (حدیث) کے مصداق ہوتا ہے ۔باپ داداؤں کے ،دادا پیروں کے قصے کہانیاں بڑے ناز و انداز سے بیان کرتا ہے ،یعنی پدرم سلطان بود کے قصے بیان کرتا ہے ۔مگر افسوس آج کی اندھی دنیا میں کوئی انہیں ایسا نہیں ملتا جو اس سے پوچھے کہ "تراچہ"، کہ تو کیا ہے؟ ایسا پیر اپنے سلسلہ کا غدار ،مریدوں کا باغی ،جھوٹوں کا ساتھی ہوتا ہے ۔جو خود بھی غارت گر دین ہوتا ہے اور مریدوں کی مٹی بھی پلید کر دیتا ہے ۔اگر یہ عالم ہے تو اس کے علم کے مطابق عمل کو پرکھ لینا چاہئے ۔اگر عالم نہیں ہے تو عمل کو شریعت مطہرہ کی ترازو میں تول کر قبول کرنا چاہئے ۔ورنہ اس ارشاد گرامی کے مطابق اس کا حال ہوتا ہے "کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا"، ترجمہ: اس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر بوجھ لاد دیا گیا ہو۔(۲) مرشد عام کی تعریف یہ ہے کہ ایسا شخص ایک رخہ علم کا عالم ہوتا ہے یعنی اگر یہ علم ظاہر رکھتا ہے تو علم باطن نہیں رکھتا ۔اگر علم باطن رکھتا ہے تو علم ظاہر نہیں رکھتا ۔اگر یہ حال ہے اور خود عالم مرشد کہتا ہے تو یہ سراسر نقالی ،زندقہ ہے ۔معلوم ہوا کہ صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں "ایسا مرشد یا تو منافق ہوتا ہے یا زندیق"، لہٰذا پیر کرنے سے پہلے اس کے باطنی و ظاہری علم کو پہچان کر قبول کرنا چاہئے ۔ایسا شخص مقام مرشدی پر اس وقت تک ہرگز نہیں آسکتا جب تک کہ اس کا ظاہر و باطن ایک نہ ہو جائے یعنی علم عمل کا معنٰی ہو اور عمل علم کا معنٰی ہو ۔اگر اس مقام سے ہٹ گیا تو سمجھو اس کی پیری بے معنٰی ہے ۔ایسا پیر شریعت کے لباس میں آٹھوں پہر کیوں نہ ملبوس ہو وہ ثواب کا مستحق تو ہوسکتا ہے ،مگر قرب خداوندی کا حصول دشوار ہے ۔ایسا شخص مسلمان ،متقی ،پیرہیزگار ،شریعت کا کوڑا بردار تو ہوسکتا ہے مگر مراتبِ باطن سے ناآشنا ہی رہتا ہے ۔ایسا پیر قصہ خوانی ،قصیدہ خوانی کا ماہر فنِ وعظ و پند کا ماہر ،فتویٰ نویس ہوتا ہے ۔لہٰذا ایسے مرشدوں سے بھی گریز کرنا چاہئے جو باطن ناآشنا ہوتے ہیں ۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "طَالِبُ الْعُقْبیٰ مُؤَنَّثٌ"، عقبیٰ (جنت) کا طالب عورت ہوتا ہے ۔کیونکہ جنت کی نعمتیں ،حوران جنت کے قصے اور حکایتیں سن کر اس کے منہ سے رال ٹپکتی ہے ۔ایسا پیر خود کے مرتبہ سے بھی غافل رہتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے ،جنت سے بھی اشرف ہے ۔لہٰذا جنت کو چاہئے کہ انسان کی تمنا کرے ۔یعنی حضرت انسان کا مرتبہ جنت سے بھی بلند

ہے اور بلند کو چاہئے کہ خود سے بڑی شئی کی تمنا کرے۔لہٰذا وہ جنت کے مالک کی تمنا کیوں نہیں کرتا یا مالک تک پہنچ کر قرب حاصل کرنے کی تمنا کیوں نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’دنیا کے طالب پر عقبٰی حرام ہے،، عقبٰی کے طالب پر دنیا حرام ہے اور مولٰی کے طالب پر دونوں حرام ہیں۔لہٰذا جو مقرب خدا ہوتے ہیں دنیا اور جنت کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

(۳) مرشد خاص کی تعریف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’طَالِبُ الْمُولیٰ مُذَکَّرٌ‘،،مولی کا طالب مذکر ہوتا ہے۔یعنی مرد خدا ہوتا ہے۔مرد خدا کا جینا،مرنا خدا کیلئے ہوتا ہے۔خدا یا بندوں کیلئے مخلص،سراپہ رحمت اور راشد وہادی ہوتا ہے۔ایسا پیر اللہ کے بندوں میں مانند طبیب ہوتا ہے۔جو بھی نفس کا بیماران کے پاس آتا ہے شفاء پاتا ہے۔

ایسے مرشد کے اخلاق ’’وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ،،اے محبوب بے شک آپ بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔ایسے مرشد کے اخلاق نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا عکس ہوتے ہیں۔ایسے شخص کے اخلاق قرآن کریم کی تفسیر کی مانند ہوتے ہیں۔ایسا شخص کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِینَ کے زمرے میں ہوتا ہے۔اس کی ہر بات صدق پر مبنی ہوتی ہے۔اس کا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا سچا اور برحق ہوتا ہے۔وہ جو دیکھتا ہے وہی کہتا ہے۔بغیر دیکھے دیکھنے کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا۔ایسا شخص اشھد ان محمداً عبدہٗ کہتا ہے تو آپ کے دیدار کے بعد آپ کی عبدیت کو عبدہٗ کے ساتھ پہچان کر مقام صدق پر ہوتا ہے۔اسی مقام صدق کو مجلس محمدی ﷺ کہتے ہیں۔یعنی مرشد کو مجلس محمدی ﷺ کی حضوری کا شرف حاصل رہتا ہے۔جو دیکھتا ہے وہی کہتا ہے ،جو نہیں دیکھتا ہرگز نہیں کہتا یعنی خاموش ہو جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ ایسا مرشد جب بولتا ہے یا تقریر کرتا ہے وہی پیش کرتا ہے جس کو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے اور جو نہیں وہ دیکھتا اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ارشاد خداوندی ہے ’’لَاتُدْرِکُ الْاَبْصَارُ،،آنکھیں اسے نہیں پاسکتی۔خدا بصارت میں نہیں آسکتا۔کیونکہ وہ لامحدود ہے ۔اگر بصارت میں آ گیا تو محدود و مقید ہو جائے (نعوذ باللہ) بے شک اللہ تعالی ہر حد سے،ہر قید سے،صورت وشکل اور شبیہ سے پاک ہے۔مخلوق میں کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔اگر کر لے تو وہ خدا خدا نہیں شئی کا

محتاج ہو جائے گا۔تو نبی کریم ﷺ کا معراج میں خدا کو دیکھنا کیا معنی ؟ کیا آپ نے شب معراج خدا کا دیدار نہیں کیا؟ بے شک کیا مگر ’ لَاتُدْرِکُ الْاَبْصَارُ،،کی تفسیر کے مطابق کسی نے حضرت عائشہ کی دلیلِ انکار کو بنیاد بنا کر اعلان کیا کہ آپ نے اپنے خدا کو نہیں دیکھا۔کسی نے کہا کہ آپ نے شب معراج حضرت جبرئیل کو دیکھا۔کسی نے کہا کہ آپ نے اپنے رب کا دو مرتبہ دیدار کیا۔کسی نے کہا کہ قلب کی آنکھوں سے کیا ۔مگر فقیر عارف القادری کہتا ہے کہ آپ نے اپنے وجود کی آنکھوں سے دیدار کیا ہے۔کیونکہ آپ کا وجود نور ہے،آپ کا قلب اور قالب نور ہے۔نہ قلب قالب سے جدا ہے،نہ قالب قلب سے جدا ہے۔جس نے آپ کے قالب اطہر کا دیدار کیا اس نے آپ کے قلبِ اطہر کا دیدار کیا۔جس نے آپ کے قلبِ اطہر کا دیدار کیا اس نے آپ کے قالبِ اطہر کا دیدار کیا۔آپ کا قلب وقالب ایک ہے۔اگر قلب وقالب کو ایک دوسرے سے جدا مانیں تو تضاد حقیقی واقع ہو جائے گا چہ جائیکہ یہاں تضاد کا شائبہ بھی نہیں۔آپ کی ظاہری و باطنی نظر ایک تھی بس آپ نے اسی نظر سے دیکھا جس سے آپ ہر شئی کی حقیقت کو دیکھتے تھے۔اگر ہم یہ مان لیں کہ آپ نے شب معراج اپنے رب کو نہیں دیکھا تو اللہ نے معراج کی دعوت کیوں دی،عالم بالا میں اتنا اہتمام کیوں کرایا؟ آپ کو مہمان خاص کیوں بنایا؟ مہمان خاص کو مدعو کرنا اور میزبان کا غائب ہو جانا کیا مطلب؟ یا اگر آپ نے قلب کی آنکھوں سے دیکھا ہے تو قلب کی آنکھ سے وہ گھر بیٹھے بھی دیکھ سکتے تھے ۔کیونکہ آپ کی بصارت قلب لامحدود تھی کسی بھی چیز کا ادراک کرسکتی تھی۔تو آپ مع قالب کیوں تشریف لے گئے یا اگر قلب ہی کی آنکھ سے دیکھے ہوئے ہوتے تو معراج جسمانی کا کیا مطلب ہے؟ بے شک آپ نے قالب وقلب کی آنکھ سے دیکھا ہے۔کیونکہ آپ ظاہراً و باطناً نور ہیں اور سراپہ نور ہیں،نور نے نور کو دیکھا اور بے شک دیکھا۔ورنہ ہمارے امام ہمارے آقا و مولا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کیوں فرماتے کہ میں اس خدا کی عبادت نہیں کرتا جو آنکھوں کو نظر نہیں آتا۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں اللہ تعالی کو ننانوے مرتبہ دیکھا۔جاننا چاہئے کہ آپ جاگتے ہوئے قالب کی آنکھ سے دیکھنے کا انکار کر رہے ہیں۔مگر سوتے ہوئے قلب کی آنکھ سے دیکھنے کا اقرار فرما رہے ہیں۔اگر ہم کہتے ہیں کہ نبی

کریم ﷺ نے قلب کی آنکھ سے دیکھا ہوتا تو یہ خواب کا معاملہ بھی گھر بیٹھے ہوسکتا تھا۔اسے ہم معراج جسمانی ہرگز نہیں کہتے ۔اگر معراج جسمانی کہتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنے رب کو ماتھے کی آنکھوں سے اور اتنے قریب سے دیکھا کہ بس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔یہ خواب کی بات نہیں، یہ خوابیدہ حالت کا واقعہ نہیں عین عالم بیداری کا معاملہ ہے۔

الغرض،اس ضمنی گفتگو کے بعد اپنے موضوع پر لوٹ آتے ہیں جو مرشد کامل ہوتا ہے کامل بہ معنی جس کا ظاہر و باطن ایک ہوچکا ہو،جس کی ظاہری و باطنی نظر ایک ہوچکی ہو وہ بے شک دیدار الٰہی سے مشرف رہتا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس الواح میں دو الواح ایسے تھے جس میں امت محمدی ﷺ کو دیدار الٰہی کی بشارت دی گئی تھی۔معلوم ہوا کہ دیدار الٰہی صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کے کاملین کیلئے مخصوص ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ کامل مرشد دونوں عالم کی یعنی عالم صغیر اور عالم کبیر کی ہر چیز میں مشاہدۂ الٰہی کرتا ہے۔اور اگر یہ خود کرتا ہے تو اب اپنے مریدوں کو کیوں نہیں کرواسکتا؟ ورنہ صوفیان کرام پر یہ الزام آجاتا کہ وہ دیوانے ،مجنوں اور ناقص العقل تھے ۔کیونکہ راہ فنا میں انہوں نے گھر بار چھوڑا،سنسار چھوڑا حتیٰ کہ بادشاہت کو بھی ٹھکرادیا۔کیا یہ سب کچھ یوں ہی کیا یا یہ ان کا جنون تھا؟ نہیں ہرگز نہیں یہ سب کچھ حصول حق اور دیدار حق کیلئے تھا۔ان معاملات میں الجھا کر یا مباحث کو طویل دے کر ہم سالکین کو پست ہمت نہیں کرنا چاہتے ۔لہٰذا یہ ثابت ہوچکا کہ دیدارِ رب حق ہے حق کے حصول کیلئے سالک کو مصروف و مشغول ہوجانا چاہئے یہی ہماری کتاب کا منشاء ہے اور یہ عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

لَاتُدرِکُ الْاَبْصَارُ یہاں لَاتُدرِکُ الْاَبْصَارُ کہا گیا لَاتُدرِکُ البَصَرُ نہیں یعنی آنکھیں یا نگاہیں اس کو پا نہیں سکتی کہا گیا ہے یا یہ نہیں کہا گیا کہ آنکھ یا نگاہ اس کو پا نہیں سکتی۔اس آیت کریمہ میں واحد کا نہیں جمع صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔جاننا چاہئے کہ انسان بعض حضرات قدسیہ کے نزدیک عالم کبیر ہے اور بعض کے نزدیک عالم صغیر ہے۔عالم صغیر ہو یا عالم کبیر یہ مسلم ہے کہ جو چیز عالم کبیر میں ہے وہ چیز عالم صغیر میں ہے کہیں مفصل ہے اور کہیں اجمال ہے مگر یہ دونوں عالم ایک دوسرے کے گواہ ہیں۔الغرض اس کائنات

میں چار طرح کے مخلوقات پائے جاتے ہیں،حیوانات،جمادات،نباتات اور انسانات۔ان چاروں مخلوقات کا جامع حضرت انسان کے چار عناصر ہیں نیز یہ مخلوقات سے متعلق چار ارواح ہیں،چار ارواح سے متعلق چا رنفوس ہیں،چار نفوس سے متعلق چار نظریں ہیں۔

حضرت انسان جسے کہتے ہیں وہ قلب ہے۔اور قلب جسے کہتے ہیں وہ نفس ہے۔اور نفس دم کو کہتے ہیں۔اور دم جسد انسانی میں سلطان کی مانند ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَلسُّلطَانُ الْعَادِلُ ظِلُّ اللّٰہِ، یعنی عادل سلطان اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔نفس اگر عادل سلطان کے مرتبہ پر آتا ہے تو بے شک اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔نفس کہاں ہے تمہارے دونوں پہلو کے درمیان ہے (حدیث) دونوں پہلوؤں سے مراد دایاں جلال بایاں جمال ان دونوں کے درمیان ناف ہے اور نفس یعنی دم عین ناف کے نیچے ہے اور یہ تمام جسم میں تصرف کرسکتا ہے۔یعنی یہ عالم صغیر کا بادشاہ ہے۔لہٰذا جب نَفس کا میلان روح حیوانی کی طرف ہوتا ہے تو یہ حیوان بن جاتا ہے،اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔یہ مقامِ ناسوت ہے اور اس کی نظر ناسوتی ہے اور یہ عوام کے مرتبہ میں غیر اللہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی نظر بھی ناسوتی ہوتی ہے اور یہ نظرِ ناسوت غیر اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھتی۔یعنی نفس روح حیوانی کی محبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو روحِ حیوانی کی نظر سے ہی دیکھتا ہے۔اور یہ روح تکونی دل کے داہنے طرف ایک کونے میں ہوتی ہے اور جہاں سے اس کی تحریک شروع ہوتی ہے۔سالک کا مجاہدہ اس روح حیوانی کے خلاف ہوتا ہے۔اسلئے لا الٰہ الا اللہ یا الا اللہ کی ضرب صرف دل کے اس کونے پر لگائی جاتی ہے تا کہ یہ فوت ہوجائے اور راستہ صاف ہوجائے۔جاننا چاہئے کہ اس کی موت سے متعلق ہی ''مُوتُوا قَبلَ تَمُوتَوا، مرنے سے پہلے مرجاؤ کہا گیا ہے۔اس کی موت پر نفس امارہ کی موت کا دارومدار ہے اور راہ سلوک میں اس لڑائی کو مجاہدہ کہا گیا ہے۔تصوف کے شائقین نے جب روح کے متعلق مطالعہ کیا ہوگا تو روح کے متعلق متفرق باتیں سامنے آئی ہونگی۔اور قاری الجھ گیا ہوگا کہ روح کیا ہے؟ کیونکہ روح کے متعلق کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔دراصل یہ معمہ حل طلب ہے آیئے ہم حل کردیتے ہیں۔کسی نے اپنے مراقبہ میں روحِ حیوانی کو دیکھا تو کہہ دیا کہ روح ایک جوہر

ہے۔کسی نے روحِ جمادی کا مشاہدہ کیا اور کہہ دیا کہ روح جو ہر لطیف ہے۔کسی نے روحِ نباتی کا مشاہدہ کیا تو کہہ دیا کہ روح جو ہر نہیں خدا کی مانند غیر مرئی ہے۔کسی نے روحِ انسانی کو دیکھا تو کہہ دیا کہ روح ایک نور ہے۔نیز ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ چار ارواح چار عناصر سے متعلق ہیں۔یعنی روح حیوانی آگ سے متعلق ہے اور اس کا نفس نفس امارہ اور ناری ہے،اس کی نظر بھی ناری ہے۔لہٰذا لَاتُدرِکُهُ الْاَبْصَارُ کے مطابق اس کی نظر اسے دیکھ نہیں سکتی (یہ پہلی نظر ہے) یہ مقامِ ناسوت ہے۔

دوسری نظر:

روح جمادی ہے نفس جب روح حیوانی کی موت کے بعد روح جمادی کی طرف مائل ہوتا ہے یا فریفتہ ہوتا ہے تو یہ نفس لوامہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔مٹی پتھر کی مانند لوازمات میں یاقوت مرجان اور وغیرہ بننے کے لوازمات میں مبتلا رہتا ہے اور ہوا پرستی کے امراض سے خلاصی نہیں پا سکتا۔جب سالک اس صورت کو بھی شکست دیکر لوازمات کے جنجال سے نکل کر آگے پیش قدمی کرتا ہے تو اس کی نظر بھی محدود ہوتی ہے۔لہٰذا اس مقام کی نظر بھی لَاتُدرِکُ الْاَبْصَارُ کے مطابق خدا کے مشاہدہ سے محروم رہتی ہے۔کیونکہ یہ نگاہ روح جمادی سے دیکھتا ہے یہ مقام ملکوت ہے۔

تیسری نظر:

روح نباتی ہے،اس کا عنصر پانی ہے اور شفاف ہے۔جب نفس اس مقام پر آ کر یا مائل ہو کر خود کو پہچان کر یعنی من عرف نفسہ کے عرفان سے واقف ہو کر دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو نفسِ ملہمہ کی شکل میں پاتا ہے،الہام قبول کرتا ہے۔نفس انسان جب اس مقام کی نظر سے اپنے رب کو دیکھنا چاہتا ہے تو لَاتُدرِکُ الْاَبْصَارُ کے مطابق ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔کیونکہ یہ صرف مقامِ الہام یا مقامِ کشف میں ہوتا ہے۔یہ مقامِ جبروت ہے مذکورہ مقاماتِ ملکوت اور جبروت کا اعتبار وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ حضور غوث پاک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اَلْمَلَکُوتُ وَالْجَبَرُوتُ شَیْطَانَانِ ،،ملکوت اور جبروت شیاطین ہیں وہ کس طرح؟اس طرح کہ ملکوت عالم عقول ہے یہ عالم عقلِ واحدہ نہیں ہے بلکہ عالم عقلِ کثیرہ ہے۔ہزاروں طرح کی عقل کا مظہر ملکوت ہے۔لہٰذا یہ پہچاننا دشوار ہو جاتا ہے کہ سالک کے ساتھ کونسی عقل اور علم کار فرما ہے یا سابقہ پڑا ہے۔کیونکہ ہر عقل ایک جوہر ہے اور یہاں ہزاروں قسم کے جوہر بیدار رہتے ہیں اور یہ جوہر کبھی حق کے اشارے پر متحرک ہو جاتے ہیں۔کبھی قلب کے اشارے پر،کبھی نفس امارہ کے اشارے پر اور کبھی شیطان کے اشارے پر حرکت میں آ جاتے ہیں۔اس مقام میں مرشد کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کی ٹھیک ٹھیک رہنمائی کر سکے کہ وہ کون سا حکم کس کے اشارہ پر جاری ہو رہا ہے۔مرشد کامل منصف ہوتا ہے اور برابر حق کی نشاندہی کرتا ہے۔

ملکوت اور جبروت کیا ہے؟

یہ جاننے کیلئے ہمیں انسانی دماغ کو جاننا ہوگا۔آیئے ہم اس کا بھی کھلا تجزیہ کرتے ہیں۔مستشرقین نے جب حضور غوث پاک کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس پر تحقیق شروع کیا۔خصوصاً ایک نکتہ پر ریسرچ کیا کہ آپ نے شیطان کا معنی بیان فرمایا ہے۔کہ لفظ شیطان لفظ شطن سے مشتق ہے،شطن کا معنی ہے کہ ایک ایسا دھاگہ جو دراز ہی ہوتا جاتا ہے کہ جس کا سرا ملنا دشوار ہے۔جسد انسانی کے علوم کے ماہرین نے تحقیق شروع کی کہ انسان میں وہ دھاگہ کہاں ہے جو دراز ہی ہوتا رہتا ہے۔تو کمپیوٹر اور جدید آلات کی مدد سے جب جسد انسانی کی ترکیب دریافت کی تو ہر عضو،نسوں،رگوں،ریشوں سے بنا ہوا پایا گیا۔ہر عضو کو باریک باریک ریشوں کا مجموعہ پایا گیا۔جیسا کہ گائے،بیل،بھینس اور بکرے کا گوشت کلیجہ اور دل وغیرہ گلانے کے بعد ریشوں کا ایک مجموعہ نظر آتا ہے۔جب جدید ٹیکنیک اور کمپیوٹر کے سہارے انسان کے دماغ کی تحقیق شروع کی تو سائنسداں چیخ پڑے کہ انسانی دماغ ایک بے انتہا دراز دھاگہ کا ایک پلندہ یا دھاگہ کی ریل ہے جسے جتنا کھولو گے اتنا ہی دراز ہوتا جاتا ہے۔دراز اتنا کہ پورے گلوب (Glob) کے تین چکر تک لپیٹا جا سکتا ہے

۔اس کی جان قلب میں روح حیوانی بن کر ہے جو دل کے ساتھ چمٹی ہوئی ہے اور یہ خون میں گردش کرتی ہے ۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا''شیطان تمہارے خون میں گردش کرتا ہے،،۔معلوم ہوا کہ ابلیس کا وجود وہ دھاگہ ہے جسے ہم دماغ کہتے ہیں۔حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا'' اَلْمَلَکُوتُ وَالْجَبَرُوتُ شَیْطَانَانِ،، ملکوت اور جبروت شیطان ہیں۔لہٰذا یہ عقدہ کھل گیا کہ لفظ شطن سے مشتق شیطان ملکوت اور جبروت کو گھیرے ہوئے ہے۔ملکوت کیا ہے؟ جس کا اثر دنیا پر ظاہر ہوتا ہے۔ملکوت ایک جوہروں کا مقام ہے، پہلے جو ہر رہتا ہے پھر انسان کے قول و فعل و عمل علم اور حرکت میں تبدیل ہو کر صادر ہوتا ہے۔اور اگر یہ جوہر نہ رہے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا اور یہ سب علوم ان جوہروں کے مرہون منت ہیں اور اس جوہر کو میڈیکل سائنس کی زبان میں کیمیکل کہتے ہیں۔(مزید معلومات کیلئے کسی ماہر ڈاکٹر سے رجوع کیجئے) ملک سے ملکوت ہے، ملک کہتے ہیں جو ہر خاص کو اس مقام پر وجود کا نقشہ بنتا ہے۔پھر ناسوت میں ظاہر ہوتا ہے، یہ مقام ممکن الوجود ہے۔یہ جو ہر ستا کہاں سے ہے؟ جبروت سے جبروت کیا ہے عالم بالقواء ہے یعنی ہزاروں لاکھوں قوتوں کا ملک ہے یا مظہر ہے۔تو قوتیں کیا ہیں؟ انسانی دماغ میں لاتعداد ذرات ہیں جنہیں (Brain cells) کہا جاتا ہے۔یہاں کروڑوں قوتیں ہیں لاھوت سے عقل باطن کے حکم پر تحریک چلتی ہے۔اس مقام کو ممتنع الوجود کہتے ہیں۔کیونکہ یہاں وجود عطا کرنے والی قوتیں ہوتی ہیں۔نیز جبروتی کاروبار پشت کی ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! ہم نے آج کی رفتار اور تجسس کو مد نظر رکھتے ہوئے ان رموز کو بیان کیا ہے جو صرف صوفیان کرام کیلئے وقف تھے۔یا ان کی خانقاہوں میں پوشیدہ تھے۔آج کے اس دور میں ہر کسی کو ان علوم کا جاننا انتہائی ناگزیر ہو جاتا ہے جب کہ سائنس ہی ہمارے رموز کے علوم کی کھلی تبلیغ کرنے پر اتر آئی ہے۔اور لگتا بھی یہی ہے کہ ہم بہتر طور پر دین اور قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔بلکہ آج کی سائنس قرآنی علوم کو ریسرچ کر کے در پردہ خموشی سے یہی ثابت کر رہی ہے کہ اسلام اور اسلام کا قرآن سچا ہے ۔اللہ نے جب انسان کو تبلیغ دین کیلئے سست رفتار اور گفتار کا غازی پایا تو علم یا سائنس کو سب سے بڑے مبلغ

کے طور پر پیش کیا ہے جو کام ہم مسلمان نہیں کر پار ہے تھے وہ کام سائنس کر رہی ہے۔آیئے اس ضمنی بحث کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

چوتھی نظر روحِ انسانات سے متعلق ہے اس کا نفس مطمئنہ ہے''یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلیٰ رَبِّکَ،، اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف رجوع کر۔اور یہ روح، روح اعظم، روح علوی اور امر ہے اور امر، امر کن ہے۔''نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوحِیْ،، ہم نے اپنی روح پھونکی۔یہ روح کیا ہے؟ عقل قلب ہے اور یہ نور ہے۔کیونکہ نور لازوال اور رب کا آئینہ ہے۔جب کسی صوفی نے اس راہ کا دیدار کیا تو بس چلا اٹھا کہ''اَنْتَ اَنَاوَاَنَااَنْت،، حضرت منصور حلاج نے اَنَا الْحَق کہا، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سبحان مااعظم شانی کہا اور نبی کریم ﷺ اس مقام پر آئے تو''مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ، فرمایا یعنی ابھی میں عارف ہوں مگر حق معرفت مجھ سے ادا نہ ہوا۔یہ مقام اول ماخلق اللہ نوری یعنی سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔نیز اس مقام نور سے متعلق فرمایا''اول ما خلق اللّٰه روحی،، اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا ہے۔پس روحِ انسانی حضرت محمد ﷺ کے نور کا جزو ہے۔آپ کا نور بحر بے کراں کی مانند، پانی بھی ہے موتی بھی ہے۔بس اس موتی کی شعاعیں ہماری روحیں ہیں۔جس نے دیکھا اس نے دیکھا جس نے سمجھا وہ سمجھا۔اس لئے کامل مرشد وحدت الوجود کے دیدار سے سرفراز اور دیدار کرانے والا ہوتا ہے۔ناظر نظر رکھنے والے مرشد مثال سے حقیقت دکھا دیتے ہیں۔جو نہیں دکھا سکتا وہ اندھا ہے اور اندھا کس کی رہبری کر سکتا ہے۔اس لئے مرشد کو علم حاضرات و ناظرات کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔کامل مرشد علم حاضرات و ناظرات کے ذریعہ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کے مقامات کا دیدار کراتا ہے۔اور وحدتُ الوجود کے بحر بے کراں میں غوطہ لگوا کر گوہر مقصود عطا کرواتا ہے۔پس اس مقام میں عارف پہنچ کر روح اور قلب کی نظروں سے بے شک اس کا دیدار کر سکتے ہیں۔کیونکہ رب بھی نور ہے اور روح بھی نور ہے اور قلب بھی نور ہے۔معلوم ہوا کہ نور ہی نور کا دیدار کر سکتا ہے ورنہ غیر نور نار ہے اور نور کی ضد ہے۔یہاں دیدار ممکن نہیں یعنی روح صفت نور کی مظہر بنتی ہے اور قلب نور ذات کا مظہر ہوتا ہے۔یعنی نظر نور

کی صفت میں ڈھلتی ہے اور قلب نور ذات کا مظہر بنتا ہے تو از روئے انصاف بتایئے کہ صفت ذات کو دیکھ سکتی ہے یا نہیں ۔ کیونکہ دونوں نور ہیں، نہ صفت ذات سے جدا کی جاسکتی ہے، نہ ذات صفت سے ماوراء ہے صفت بھی غیر مخلوق ہے اور ذات بھی غیر مخلوق ہے ۔ غیر مخلوق کا دیدار غیر مخلوق کیلئے کس طرح غیر ممکن ہے ؟ معلوم ہوا کہ دیدار خداوندی ممکن ہے اور نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی ہے دیدار الٰہی کا معاملہ برحق ہے ۔

حاصل بحث:

انبیاء ظاہراً و باطناً مظاہر جمال ہوتے ہیں ۔ غیر انبیاء یعنی اولیاء مظاہر جلال و جمال یا جمال و جلال ہوتے ہیں ۔ اور جلال کے نارنما جذبہ سے نفس کی تخلیق ہوئی ہے ۔ اس لئے اولیاء پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ نفس کے خلاف جہاد کر کے لباس جلال اتار کر صرف مظہر جمال بن جائیں ۔ حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''لَیْسَ فِیْ جُبَّتِی اِلَّا اللّٰہُ''، میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ یہ دعویٰ جمال ہے ۔ اسی طرح علماء نے حضرت منصور کے دعویٰ انا الحق کو دعویٰ جلال سمجھ کر ان کی خطا کو نفس کی طرف منسوب کیا اور واجب القتل قرار دیا ۔ دراصل یہ دعویٰ جلال نہیں دعویٰ جمال تھا ۔ کیونکہ اللہ جمیل اور جمال ہے اور آپ مظہر جمال تھے ۔ جمال جمال کا دعویٰ کیا اور لوگوں نے دعویٰ جلال سمجھ کر کیا سے کیا کر ڈالا ۔ اسی طرح شمس تبریزی، صوفی سرمد اور دیگر وہ اولیاء جن سے ایسے دعوے سرزد ہوئے ہیں وہ حق پر رہے ہیں اور اس وقت کے علماء ہی ان مقدس نفوس قدسیہ کے خلاف صف آراء ہو کر انجام تک پہنچا دیا ۔

نفس کے ساتھ مجاہدہ کا آسان طریقہ:

سالک کو چاہئے کہ ہر نماز سے دس منٹ پہلے مصلے پر بیٹھ کر تعوذ و تسمیہ کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھے، تین مرتبہ اول تا سوم کلمات پاک پڑھے، پھر تجدید اسلام و ایمان کر کے یعنی کہے کہ میں از سر نو اسلام و ایمان قبول کرتا ہوں ۔ پھر نفس یعنی عقل عناصر سے مخاطب ہو کر کہے اے نفس آج میں مسلمان ہوتا ہوں اگر تجھے میرے ساتھ رہنا ہے تو خدا کی خلاف ورزی سے باز آ کر مسلمان ہونا ہوگا ورنہ شمشیر اسم اللہ ذات سے تجھے قتل کر دوں گا تو موت سے پہلے مر جائے گا، پھر اپنے علم سے کہنا ہوگا اے علم تجھے میرے ساتھ رہنا ہوگا تو وفادار مسلمان بن کر رہنا ہوگا اور اگر تجھے میں عمل کے خلاف دیکھوں تو عشق کے حوالے کر دوں گا ۔ آنکھ، کان، زبان، منہ اور شکم سے مخاطب ہو کر کہے کہ اے میرے جسم کے ساتھیو میں آج سے مسلمان ہو چکا ہوں میرے ساتھ اگر رہنا ہے تو اللہ کی فرمانبرداری میں وفادار رہو ورنہ میں تم سب کے بغیر جینے کیلئے تیار ہو جاؤں گا اور اگر جی نہیں سکا تو موت کو ترجیح دوں گا ۔ ہاتھ پاؤں سے مخاطب ہو کر کہے تم بھی اللہ کی مخلوق ہو میرے ساتھ تم بھی میرے دین اسلام کو قبول کر لو اور اللہ کے وفادار بن کر اللہ کرو، پورے جسم سے مخاطب ہو کر کہے کہ اے جسم میرے ساتھ مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو کر اپنے قلب کے ساتھ اللہ اللہ کرو ورنہ تیرا انجام بہت برا ہوگا ۔ تین دنوں تک ہر نماز سے پہلے اپنے آپ کو یہ تلقین کریں، ان شاء اللہ ہر عضو اطاعت کرنے کیلئے تیار ہو جائے گا ''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ''، تمہارے رب کی گرفت بڑی سخت ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے '' یٰآیھا الذین اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً''، ترجمہ، اے ایمان والو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ ۔

حبس دم اور تصور:

اس طریقہ کو مشق وجودیہ بھی کہتے ہیں مشق وجودیہ کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ کسی خاص کمرے میں اپنا مصلیٰ بچھائے رکھیں، کمرے میں نشست و برخاست کے معمولات نہ رکھیں فضول باتیں، گپ شپ نہ

کریں مسجد کی طرح مقدس ماحول بنالیں، پھر آلتی پالی مار کر بیٹھیں یا آسان نشست میں بیٹھیں، کسی معتبر حصار وتجدید اسلام کے بعد اپنے وجود کے ہر عضو کو کلمہ طیب کی تلقین کریں، پھر آنکھ بند کر کے (۱۰) یا (۱۵) مرتبہ گہری لمبی سان کھینچ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں سانسوں کے ساتھ اسم اللہ ذات (ھو) پر مکمل تصور رکھیں پھر سانسوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسم اللہ ذات (ھو) پر تصور کو مرکوز رکھیں، اب اسم اللہ ذات کے تصور کے ساتھ گہری لمبی سانس کھینچ کر دماغ تک پہونچا کر ایک دومنٹ تک روک کر اسم ذات کا ورد دماغ میں کریں، یہ عمل روزانہ دومنٹ سے بڑھا کر آدھا گھنٹہ تک کریں، ایک ہفتہ میں عقل بھی ان شاء اللہ ھوھو کرے گی۔ یاد رہے زیادہ دیر تک دم نہ گھونٹیں ورنہ گنہگار ہوجاؤ گے تکلیف ہو تو فوراً چھوڑ کر تازہ سانس لیں پھر ورد کریں، بالکل اس طرح گہری لمبی سانس کھینچ کر پیشانی میں روک کر زبان تصور سے ذکر ھو کریں، پھر سانس چھوڑ دیں تین دنوں تک یہ عمل کافی ہے ۔وقت یکسوئی کے مطابق متعین کرلیں ۔اسی طرح دونوں آنکھوں میں سانس سے اسم ذات ھو کو پہونچا کر آنکھوں میں ذکر ھو کریں، ان شاء اللہ آنکھیں بھی اللہ اللہ کہنے لگیں گی مگر حبس دم ضروری ہے۔وقت متعین کرلیں۔اسی طرح کان، زبان، لب ورخسار اور منہ وغیرہ تک دم کو پہونچا کر اسم ذات ھو کا اس طرح ذکر کریں جیسے آپ نہیں اعضاء بدن کر رہے ہوں بس تصور شرط ہے۔اسی طرح ہاتھوں اور پیروں پر یہ عمل کیا جاسکتا ہے۔وقت متعین کرلیں۔ بالکل اسی طرح اسم ذات ھو کو ہر عضو تک پہونچا کر حبس دم کے ساتھ کلمہ طیب **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا بھی ورد کیا جاتا ہے جس سے جسم کا ہر حصہ مسلمان بن کر روم روم سے کلمہ طیب کی آواز آنے لگتی ہے۔ان شاء اللہ یہ تمام اعمال صرف چالیس دنوں میں مکمل کئے جاسکتے ہیں نیز اسی عمل کے ساتھ داہنے ہاتھ کو کلمہ طیب پڑھا کر ایک ہفتہ گوش تصور سے سماعت فرمائیں یا بوقت صبح (۳۰) منٹ تک کلمہ طیب پڑھائیں اور بوقت شام (۳۰) منٹ تک ''ھوالحی القیوم،، کی تسبیح پڑھائیں اور گوش تصور سے سماعت فرمائیں ضروری ہے ان شاء اللہ آپ کا دست دست نہیں دستِ شفا بن جائے گا۔

دستِ شفاء کیا ہے؟

اسم اللہ ذات ھو اور اسم اعظم ھوالحی القیوم کا کرشمہ ہے، دستِ شفاء قرآن کا معجزہ ہے، لہٰذا ارشاد ربانی ہے ''وَ نُنَزِّ لُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِلْمُؤْ مِنِيْنَ،، یعنی قرآن کا نزول مؤمن کی لئے شفاء اور رحمت ہے لہٰذا صوفیان کرام نے پاکیزہ عضوء بدن میں کلمہ طیب اور اسم اعظم کو تصور کے ساتھ دست میں جذب کر کے دستِ شفاء کا کام لیا ہے۔

علاج کا طریقہ:

مٹی کے ایک برتن میں مٹی بھر کر سامنے رکھ لیں اور مریض کو بٹھا کر دست شفاء اور تصور ھوالحی القیوم کے ساتھ مریض کے مرض کو کھینچ کر یعنی مرض کی جگہ پر سے اسم ھوالحی القیوم کے تصور کے ساتھ ہاتھ گذار کر (چھوئے بغیر) مٹھی باندھ لیں اور مٹی کے برتن پر اس طرح کھولیں اور تصور کریں کہ آپ مریض کی بیماری کو کھینچ کر مٹی میں ملا رہے ہیں۔ یہ عمل دس یا پانچ منٹ تک کریں حبس دم اور تصور ممکن ہو تو کریں، اچھا نتیجہ برآمد ہوگا اور ان شاء اللہ مریض چند ہی دنوں میں صحت یاب ہوجائے گا۔

تاثیر زبان کا عمل:

تاثیر زبان کیلئے صوفیان کرام نے پہلے چند روز مثلاً ایک دو ہفتہ تک حبس دم سے اور تصور اسم اعظم ھوالحی القیوم کے ساتھ مشق کی ہے یعنی زبان میں اپنے دم کو جذب کر کے اسم اعظم کا ذکر کرتے ہیں یا زبان پر قلم تصور سے اسم اعظم ھوالحی القیوم بکثرت تحریر کرتے ہیں، بالکل اسی طرح یہ مشق آنکھوں میں کرتے ہیں تو نظر با تاثیر ہوجاتی ہے، حبس دم سے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

نظر اور دستِ شفاء کی اتحادی کیفیت:

یوروپین سائنس نے اس کی سفلی تاثیر کو ہیپناٹیزم کے نام پر استعمال کیا ہے۔اگر ہم صوفیان کرام کے پیروکار چاہیں تو اس عمل کو زندہ کر کے کئی فوائد حاصل کر سکتے ہیں مگر مشق مرقوم ضروری ہے،اس کا طریقہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔نظر اور دست کی اتحادی قوت اور اسم اعظم کی تاثیر سے ان شاءاللہ چند سکنڈ میں کسی بھی شخص کو شفاء بخش سکتے ہیں۔عمل صرف ایک یا دو ہفتہ کا ہے مگر اخلاص ضروری ہے۔اس فن کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مریض کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بغور دیکھیں، پھر اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ چند با پھیریں اور دیکھیں کہ مریض پر غنودگی چھا رہی ہے یا نہیں اگر غنودگی چھا گئی ہو تو فوراً ہاتھ ہٹالیں اور مریض کو تھوڑی دیر تک آرام کرنے دیں سکون کی نیند سو جائے گا اور آہستہ آہستہ مرض بھی ختم ہو جائے گا۔

نوٹ:

بعض حضرات علم تصور کے منکر ہیں،اعتراض کریں تو جواب یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے "یقول اللہ تعالی:انا عند ظن عبدی بی و انا معہ ،،ترجمہ،میرا بندہ میرے متعلق جیسا خیال رکھتا ہے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں ،یعنی بندہ اللہ کے متعلق جیسا تصور کرتا ہے ویسے ہی خدا حاضر ہو جاتا ہے۔(متفق علیہ)

مراقبہ کیا ہے؟

مراقبہ اس حال کو کہتے ہیں جہاں بندہ اسم اللہ ذات ھو کے تصور میں غرق ہو کر عقل ظاہر یعنی نفس اور نفسانی خواہشات ،حس وحرکت سے مردہ کے مانند آزاد ہو کر جیتے جی ایک گہری نیند میں چلا جاتا ہے ۔یہاں نیند کیا ہوتی ہے؟ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق نیند موت کی بہن ہوتی ہے۔موت کیا ہے؟ یہ وہ عارضی حال ہے جہاں پہونچ کر "موتو قبل ان تموتوا،، مرنے سے پہلے مرجاؤ کا تقاضہ پورا

ہوتا ہے۔اس مقام کو مقام صفر جسے انگلش میں No thouts,State کہتے ہیں۔اس حال کو کس طرح پہچانیں؟ مراقب ہو کر پر سکون بیٹھ جائیں اور چند بار اسم اللہ ذات ھو کے تصور کے ساتھ لمبی ، گہری سانس لیں اور آہستہ چھوڑ دیں پھر معمول پر آ کر فطری سانس لیتے ہوئے نظر رکھیں کہ سانس ناف کے نیچے سے شروع ہو کر دماغ تک چل رہی ہے یا نہیں؟ پھر صرف اسم اللہ ذات پر نظر وتصور رکھتے ہوئے سانسوں کی کیفیت کو جانچ لیں کہ یہ آہستہ آہستہ چھوٹی ہوتی جاتی ہے یعنی ناف کے نیچے سے شروع ہو کر ناف کے اوپر تک پھر دماغ تک پہونچتی رہتی ہے، پھر پیٹ سے شروع ہو کر ماتھے تک پہنچتی ہے، پھر سینے سے ناک تک ، پھر گلے سے ناک تک پھر آہستہ آہستہ منہ سے ناک تک، پھر صرف ناک کی بانس تک ہی محسوس ہوتی ہے ، پھر آہستہ آہستہ ناک کی بانس سے بھی غائب ہو کر دونوں آنکھوں ،ابروؤں کے درمیان جہاں تیسری آنکھ کھلتی ہے وہیں محسوس ہوتی ہے۔یہاں انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ یہاں بندہ سانس کے سہارے نہیں اسم اللہ ذات کے سہارے زندہ رہتا ہے۔

یہاں پہونچ کر حس وحرکت ،ظاہری عقل اور ظاہری خیالات یکسر محو ہو کر انسان کو مکمل مقام سکون میسر آتا ہے اور یہی وہ مقام ہے جسے مقام صفر یا انگلش میں No thouts State کہتے ہیں۔اس مقام پر باطنی آنکھ کھل جاتی ہے۔بس اس حال کے حصول کا نام مراقبہ ہے۔

اے طالب اللہ !جاننا چاہئے مذہب تصوف کی بنیاد چار ارکان پر ہے ۔(۱)تزکیۂ نفس (۲)تصفیۂ قلب(۳)تجلیۂ روح (۴)تخلیۂ سِر،ان مقامات کا حصول کس طرح ہوتا ہے،ہم کس طرح جانیں کہ تزکیۂ نفس ہو چکا ہے یا ہم آگے کے مقامات سے گذر چکے ہیں،اس حال کو صرف مان کر آگے چلنا ہوگا یا پہچان کر، یہ کچھ سوالات ہیں آیئے ہم اس حال ومقام کے مشاہدے کی طرف آپ کو لئے چلتے ہیں۔

مراقبہ کیا ہے؟ خودشناسی اور خداشناسی کا راستہ صراط مستقیم باطنی ہے،صراط مستقیم کیا ہے؟ خود اور خدا کے درمیان کا راستہ ہے۔بس اس راستے کو طے کرنے کا نام مراقبہ ہے۔لوگ کہتے ہیں یا راستہ ناشناس لوگ کہتے ہیں کہ یہ راستہ بہت کٹھن ہے،لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں خود چل کر دیکھیں کہ یہ راستہ دشوار و

کٹھن ہے یا آسان و سہل ہے۔اگر خدا تک پہونچنے والا سیدھا راستہ کٹھن ہوتا تو خدا اس راہ کو صراط مستقیم کیوں کہتا؟ جاننا چاہئے صراط مستقیم اپنا ظاہر و باطن رکھتی ہے کیونکہ اللہ اس بات پر خود گواہ ہے کہ ہر چیز کا ظاہر و باطن ہوتا ہے، ظاہری صراط مستقیم راہ جلال ہے، باطنی صراط مستقیم راہ جمال ہے۔اس راہ میں قدم رکھنے والے کا اپنا انتخاب ہے یا اس راہ پر چلانے والے اس پیر کا انتخاب ہے کہ کس مرید کو اس کی اپنی فطرت اور مزاج کے مطابق کس راہ سے گذارا جائے۔یہ راستہ اس کیلئے کٹھن ہے جو راہ جلال سے خدا تک پہونچنا چاہتا ہے، اس راہ میں شریعت جلال کے ساتھ بہت سی حلال چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہوئے انتہائی سخت مراحل سے گذرنا ہوتا ہے۔یہی راہ صراط مستقیم ہے یہ اس کیلئے آسان ہے جو شریعت جمال کے ساتھ راہ جمال سے منزل تک پہونچ جاتا ہے۔اس راہ میں کسی کامل کی نظر بھی پڑتی ہے تو کافر مؤمن بن جاتا ہے، چور بھی ابدال بن جاتا ہے۔تصوف کی تصنیفات میں جمالی اور جلالی دونوں طریقوں کے بزرگوں کے اقوال ملتے ہیں۔ایک عام قاری ان کو پڑھ کر سمجھ نہیں پاتا کہ یہ راہ کٹھن ہے یا آسان؟ اس لئے اس راہ کے سالکین کو رسائی سے پہلے نہ سمجھ میں آنے والے تصانیف کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے، ہاں اگر کامل پیر چاہے تو کتابوں سے نتیجہ اخذ کر کے مرید کی رہبری کرسکتا ہے یا کتاب کی آسان تشریح کرسکتا ہے۔مجموعی طور پر تمام سالکین کو ایسی تصنیفات کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے جو اس کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہوں۔بس سالک کو صاحب دین ہونا چاہئے، دین کیا ہے؟ دل کا لباس ہے دنیا کیا ہے؟ جسم کا لباس ہے۔بس اپنے دل کی حفاظت کرنی چاہئے، دل کی حفاظت کس طرح کریں؟ دل کی اندرونی اور بیرونی قوتوں پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہئے ظاہری و باطنی قوتوں کو ان کے اپنے تقاضوں سے جدا کر کے مکمل قابو پانے والے دل کو دل اور دل بیدار کہتے ہیں۔یہ کیسے معلوم ہو کہ دل بیدار ہو چکا ہے؟ اس کیلئے دل کا امتحان خود لے کر دیکھیں مثلاً سامنے ایک گلاب کا پھول رکھیں اور پوری یکسوئی کے ساتھ پھول کو ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ دل پھول کی صورت اختیار کرنے میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں یا پھو دل کی شکل اختیار کیا ہے یا نہیں اگر معاملہ بر عکس ہے تو خامی ہے، پھر ریاض کریں جب دل اور پھول کا فرق یا دوئی مٹ جائے تو سمجھ لیں کہ دل بیدار

، باکمال، باکرامت ہو چکا ہے۔ہاں دل کائنات کی ہر شی میں خود کا نظارہ کرتا ہے یا ہر چیز دل میں غائب ہو جاتی ہے، ان تمام طریقوں کو یکسوئی اور تصور کا کمال سمجھنا چاہئے۔

اس کے بعد حقیقی مراقبہ یا مراقبۂ موت کا نمبر آتا ہے، اصول اور وقت مراقبہ کی بنیاد ہے، اصول اور وقت کے بغیر کوئی مراقب منزل تک نہیں پہونچ سکتا، اصول اور وقت کے بغیر سب کچھ فضول ہے۔حدیث پاک میں ہے ''الوقت سیفٌ قاطع،، وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔کسی نے کہا ہے بے اصولیت فضولیت ہے کیونکہ یہ شعور نہیں رکھتے ''وما ھم یشعرون،، سالک فقیر کو چاہئے کہ لوگوں کی باتیں، لوگوں کے افعال، لوگوں کی دشنام طرازی سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔کیونکہ اس راہ میں مایوسی سخت ترین کفر ہے۔سالکِ فقر کا مذہب محبت اخوت، رحم و کرم ہونا چاہئے، یہ باتیں صرف انسان کو جیتنے کیلئے نہیں ساری کائنات کو جیتنے کیلئے ہونا چاہئے کیونکہ انسان ''انی جاعل فی الارض خلیفة،، کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ورنہ وہ بھی کیا خلیفہ جس سے تسخیر دو عالم نہ ہو سکے۔

راہ فقر میں قدم رکھنے والے کیلئے مراقبہ اور مراقبہ کیلئے آسان نشست یا بیٹھنے کا قاعدہ ہمیشہ کیلئے اخذ کرنا چاہئے۔کامیاب اور بلند مراتب تک پہونچنے کیلئے ضربی اذکار سے جسم کو صحت مند اور دل کو قوی اور مضبوط بنانے کیلئے ہر روز اذکار کا وقت متعین کر لینا چاہئے۔یاد رہے بغیر صحت کے یا معذور سواری اس راہ میں ناکامی کی پہلی دلیل ہے۔لہٰذا سالک کو صحت مند رہنے کیلئے صحت مند مگر معمولی غذا استعمال کرنی چاہئے۔صحت اگر ہے تو ہم دل اور جسم میں چلنے والے فطری افعال کا بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں یعنی ہر نس و ناڑی میں بہنے والی وہ قوتوں کو جو سیدھے دل پر حملہ آور ہوتی ہے، قابو میں کر کے دل کو مضبوط اور قوی بنانے کا کام لے سکتے ہیں۔اس طرح جب تمام قوتیں متحد ہو جاتی ہیں تو ایک نیا دل اور جسم حاصل ہوتا ہے جس کا اندازہ سالک فقر کو ہوتا ہے۔

حقیقت مراقبہ: مراقبہ کی حقیقت بھی موت کی مانند ہوتی ہے، مراقب جب اسم اللہ ذات ھو میں تصور کے ساتھ غرق ہونے لگتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی ظاہری عقل یعنی نفس عارضی طور پر فوت ہو چکا ہے،

مراقب بے حس وحرکت پتھر کی مانند بنا ہوا ہے، مگر روح بیدار ہو رہی ہے، اس وقت مراقب کو لگتا ہے کہ وہ گہری لمبی غار میں داخل ہو رہا ہے، دراصل یہ اپنے ہی وجود کی غار سے نکلنے کا منظر منعکس ہوتا ہے، گہری غار سے جیسے جیسے گذرتا ہے کچھ خوف بھی لگتا ہے، مگر بے خوف رہنا چاہئے، پھر چند ہی پلوں میں ایک ایسے خوشنما اجالے میں آتا ہے جس سے اس کی روح مسرور ہو جاتی ہے گویا یہ منظر من الظلمات الی النور کا ہوتا ہے، پھر ان اجالوں میں وقتاً فوقتاً اس کا پیر اس کی رہبری کیلئے آتا ہے اور آسمانوں سے گذارتا ہے، گاہ بگاہ ابلیس کا سامنا رہتا ہے رکاوٹ ڈال کر ترقی سے روکنا چاہتا ہے، ایسی کیفیت ہو تو فوراً من ہی من میں آیت الکرسی پڑھ لینی چاہئے وہ مناظر غائب ہو جائیں گے۔ ہاں اگر وہ حق کی جانب سے ہیں تو برقرار رہیں گے بس ترقی کی طرف گامزن رہنا چاہئے۔

مراقبہ کے اثرات:

مراقبہ میں انسان کی اندرونی قوتیں، قدرتیں اور افعال بیدار ہو جاتے ہیں، وجود کے حصار کو توڑ کر مراقب کے چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ اندرونی قوتوں کی ترنگیں، شعاعیں انسان کو گھیر لیتی ہیں۔ انسانی شعاعوں سے باہر کی وہ ترنگیں اور شعاعیں جو خلاء سے یا عالم صغیر سے اور دیگر بالائی قوتوں سے نکلتی ہیں، وہی انسانی ترنگوں سے جڑنے لگتی ہیں، یعنی عالم صغیر و عالم کبیر کی مقناطیسی اور توانائی قوتیں جڑنے لگتی ہیں۔ (Micro Univers) اور (Macro Univers) کا اتحاد ہو کر خدا کی تخلیقات کا منشاء خدا کے وجود کا یقین اور خدا کی قدرت پر مکمل اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اعتماد پانے کے بعد انسان حقیقت میں انسان بن جاتا ہے۔ وہ ہر مخلوق کی خیر کا طالب ہو جاتا ہے، انسان میں علم وانسانیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ چاروں سمتوں کی طرف نظر کرتا ہے اور نیک دعاؤں اور خواہشات کا تحفہ ہر مخلوق کیلئے بھیجتا ہے۔ ہونا بھی یہی چاہئے کہ اگر ہم صحت مند رہنا چاہتے ہیں، تندرست رہنا چاہتے ہیں تو دوسروں کی صحت پر علم، قول، فعل، نیت اور حرص وحسد وتکبر سے برا اثر نہیں ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بیمار ہو سکتا ہے، اس کے ذمہ دار ہم خود

ہوں گے، جب ہمارے ساتھ یا سب کے ساتھ بیماریاں ہیں تو ہم کس طرح صحت مند رہ سکیں گے۔ جب کہ یہ بیماریاں متعدی ہیں، بہت جلد ایک سے دوسرے کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اس لئے دوسروں کو صحت مند بنانے کی کوشش کرنا چاہئے۔ تاکہ بیماریوں کا قلع قمع ہو جائے۔ اگر تم واقعی خوش اور پرسکون امن وامان کے قائل ہو تو دوسروں کی شانتی بھنگ نہیں کرنی چاہئے، خود کی طرح ہر ایک کی خوشی اور امن وامان یا شانتی کے متمنی ہونا چاہئے۔ اور اگر ہر طرف اشانتی ہی اشانتی کی آگ لگی ہوئی ہے تو خود کو کس طرح محفوظ رکھ سکو گے۔ وہ اگر جلے گا تو ہم بھی جلیں گے، پڑوسی کا گھر جلے گا تو ہمارا گھر بھی جلے گا۔ اس لئے خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ یہ توجہ زن زیور اور زمین کیلئے نہیں، صحت یا جنت کیلئے نہیں بلکہ عرفان الٰہی کیلئے ہونا چاہئے۔ اس دعا کے بعد اور دعاؤں کیلئے ہاتھ نہ اٹھے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ہر دعاء میں ہر طلب میں کچھ نہ کچھ انسان کا ذاتی مفاد ضرور ہوتا ہے، یہ راستہ ذاتی مفاد کے حصول کا نہیں بلکہ خدا کے حصول کا ہے۔ جب دل اپنے مقام پر آجاتا ہے تو خدا کی طرف سفر آسان ہو جاتا ہے۔ تخلیق میں تمام انسان برابر ہیں علم، عمل، حکمت، قدرت اور ارادہ کے لحاظ سے تفاوت ہے۔ اس راہ میں انسان کو ارادہ کا قوی ہونا چاہئے، جس کا یقین ضعیف ہے وہ ہر طرح سے ضعیف ہے۔ بس جانوروں کی طرح پیدا ہوا، جیا اور مرا۔

مراقبہ اور تزکیۂ نفس:

ہمارے بتائے ہوئے طریق سے آپ اسم اللہ ذات ھو کے تصور میں تمام شرعی آداب کے ساتھ آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیں اور اسم ذات ھو میں غرق ہو جائیں، آپ تھوڑے سے وقفے میں دیکھیں گے کہ آپ کی سانس بالکل سست ہو کر مختصر ہو گئی ہے اور مقام صفر میں بس حرکت کر رہی ہے یعنی دونوں آبروؤں کے درمیان اور یہیں اچانک ایک نور نمودار ہوگا جسے تیسری آنکھ کہتے ہیں۔ یہاں آپ حس وحرکت ظاہری عقل اور عقلی سوچ سے یکسر آزاد ہو جائیں گے۔ یہاں پہونچنے کے بعد عقل اور عقلی وسوسے حرکت وحس سب کچھ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ آنکھ کھل جاتی ہے جو روز الست میں خدا کو دیکھنے کے بعد، خدا سے وعدہ کرنے

کے بعد، جو آج تک غیر اللہ کو کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھی تھی، اور ہونا بھی یہی چاہئے کہ انسان ظاہری آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ یہ آنکھ اور نظر غیر اللہ کو دیکھ کر غیر اللہ کی محبت میں پرائی ہو چکی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ظاہری آنکھ غیر اللہ کو بھی دیکھے اور اللہ کو بھی دیکھے؟ ہاں ہم اس آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں جو صرف اور صرف اللہ کو دیکھنے کیلئے تخلیق پائی ہے اور وہ دیکھ بھی چکی ہے۔ دیکھنے کے بعد آج تک بھی بند رہی ہے، اچانک جب پیر کامل کی توفیق سے یہ جب کھلتی ہے تو اسے اسی منظر کی تلاش ہوتی ہے جسے دیکھنے کے بعد وہ بند ہو چکی تھی۔ بس اس حال کو تصوف کی اصطلاح میں تزکیۂ نفس کہتے ہیں ’’ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّیٰ ‘‘۔

مراقبہ اور تصفیۂ قلب:

مراقب جب چشم باطن سے دیکھتا ہے کہ وہ ایک عالم کبیر ہے اور اس کی حقیقت عالم صغیر (Micro Univers) میں موجود ہے یعنی وہ اس حقیقت کو دیکھتا ہے کہ انسان کا تعلق دونوں عالم سے ہے، اس مقام پر باطنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ اس کے سر پر عالم سمٰوات سے بارش کی مانند انوار برس کر وجود میں اتر رہے ہیں۔ یہ انوار کیا ہیں؟ آسمانی مخلوقات کی حقیقتیں اور علوم ہیں اور انسان ان علوم کا مظہر ہے۔ یہ نورانی ورنگین شعاعوں کی بارش کیا ہے؟ یہی رحمت خداوندی ہے لہٰذا ارشاد ربانی ہے ’’وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ‘‘، اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے ’’یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یشَآءُ‘‘، اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ نیز ارشاد گرامی ہے ’’ اَللّٰہُ وَلِیُّ اللَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُھُم مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلٰی النُّوْرِ‘‘، اللہ مومنوں کا دوست ہے جو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اے طالب اللہ! جب یہ انوار سمائی مراقب کے وجود میں ڈھلنے لگتے ہیں تو مراقب کی مانند ہی ایک اور روحانی جسہ بیدار ہونے لگتا ہے، پہلے اس کا سر، سر سے گردن، گردن سے سینے تک روحانی جسہ کو جب بیداری حاصل ہوتی ہے تو رحمت باری کے انوار انسان کے سینے کے دل میں داخل ہو کر دل کی غلاظت کو جلا

کر خاک کر دیتے ہیں اور خاکی دل میں ویسا ہی ایک روحانی دل بیدار ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر اگر دل کا مریض ہے یا دل کی نالیوں میں رکاوٹ (Blocks) آ گئے ہیں یا دل کے عارضات ہیں تو ان بیماریوں کو بھی انوار رحمت جلا کر دل کو صحت مند کر دیتے ہیں۔ بس اس صحت مند اور نورانی دل در دل کے مشاہدہ کا نام تصفیۂ قلب ہے، اب یہ دل دل نہیں خانۂ خدا کہلاتا ہے۔ یہاں خواہشات کے بت نہیں ہوتے صرف خدا کا نور رہتا ہے ’’قُلُوْبُ الْمُؤمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ (حدیث قدسی) مؤمنین کے قلوب اللہ کا عرش ہیں۔ نیز ’’فَھُوَ عَلیٰ نُوْرٍ مِن رَّبِّھِمْ‘‘، بس اس میں ایک نور نمودار ہوتا ہے اس حال کو تصفیۂ قلب کہتے ہیں۔

مراقبہ اور تجلیۂ روح:

جب مراقب باطنی آنکھ سے انوار رحمت باری کا مشاہدہ کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ روحانی جسہ سر سے سینے تک اور سینے سے جسم کے دردوں اور بیماریوں کو جلاتے ہوئے پاؤں تک بیدار ہوتا ہے۔ یہ کیسا ہوتا ہے؟ بالکل روئی یا برف کی مانند یا اس سے بھی زیادہ سفید شفاف بالکل مراقب کی مانند نظر آتا ہے مگر اپنے آپ کو محبوس و مقید پاتا ہے، کچھ پریشان کچھ حیران و ششدر نظر آتا ہے مگر مکمل طور پر روشن نظر آتا ہے یعنی روحانی جسہ کو مکمل جلا میسر آتی ہے۔ بس اس حال کو تجلیۂ روح کہتے ہیں۔ حسب ارشاد باری تعالیٰ ’’قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی‘‘، یہ روحانی جسہ کیا ہے؟ امر ربی ہے۔ یہ امر کیا ہے؟ عقل باطن ہے باطن کیا ہے؟ قلب ہے قلب کیا ہے؟ دم ہے، دم کیا ہے؟ اسم ذات ھو کا مظہر ہے۔

مراقبہ اور تخلیۂ سر:

مراقب دیکھتا ہے کہ روحانی جسہ جسمانی قید میں ہے یہ آزادی چاہتا ہے تو اپنی قدر وقوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جسم میں یہ کس طرح مقید ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ جسم کے مقام ناف سے اس کی ناف بندھی ہوئی ہے، جس طرح ماں کے شکم میں بچہ کی ناف سے آنول نال کا بندھن ہوتا ہے، بالکل اسی

طرح مراقب کے جسم سے روحانی جسہ بھی سفید آنول نال کے برابر موٹی رسی سے بندھا ہوا دیکھتا ہے، پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ جسم کی قید سے رہائی پائے آخر کار وہ رہا ہو جاتا ہے یعنی انسانی ناف سے روحانی ناف کا بندھن مضبوط پاتا ہے اور وہ جسمانی ناف سے باہر نکل آتا ہے، انتہائی مسرور و مست جسم کے چاروں طرف کبھی رقص کرتا ہے کبھی جھومتا ہے اور آسمانی سفر اختیار کرتا ہے، اس سفر میں اسے کوئی دیوار، پہاڑ، بادل وغیرہ روک نہیں سکتے وہ ہر چیز سے جو ہر کی مانند گذر کر بجلی کی سرعت کے ساتھ محوسفر رہتا ہے یا کبھی آرام سے محظوظ ہوتے ہوئے سفر پیرا ہو جاتا ہے۔ بس روح کے جسم کو خالی کر کے سفر سمائی اختیار کرنے کا نام تخلیۂ سر ہے ۔اس حال میں سر کیا ہے؟ روح ہے، حدیث قدسی ہے ''الانسان سری و انا سرہ ،، یعنی انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔ اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ انسان جسے کہتے ہیں وہ روح ہے اور روح عقل قلب کا نام ہے عقل قلب کیا ہے؟ قلب کا راز ہے اور قلب کیا ہے؟ حق کا مظہر ہے، مظہر میں قدرت کیا ہے؟ ''انا،، ہے ''انا،، کیا ہے؟ حق کا راز ہے۔

باب چہارم

روحانی سفر کی کیفیت:

جب روحانی جسہ جسم کے بندھن کے ساتھ ایک پتنگ کی مانند سمائی سفر اختیار کرتا ہے تو جسم بے حس و حرکت مگر پتنگ اڑانے والے کی مانند اپنی ناف سے دور کو پکڑے ہوئے ناسوت میں رہ جاتا ہے۔ اور روحانی جسہ خلاء کی پہلی مقناطیسی پٹی (جس کو پہلا آسمان کہتے ہیں) میں داخل ہوتا ہے نظام شمشی کو دیکھتے ہوئے کہکشاؤں میں داخل ہوتا ہے کبھی چاند و سورج ستاروں کا مشاہدہ کرتا ہے، کبھی زینات پر اترتا ہے ۔بقول خداوندی'' سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ '' ترجمہ؛ اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں، تا کہ انکے لئے واضح ہو جائے کہ یہی حق ہے...... کے مناظر سے محظوظ ہوتے ہوئے آگے کی طرف سفر اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ دوسری مقناطیسی پٹی میں داخل ہو جاتا ہے جسے دوسرا آسمان کہتے ہیں، یہاں روحانی جسہ ہمارے جیسی ہی کئی ایسی دنیاؤں کا مشاہدہ کرتا ہے جو ہماری دنیا سے چار چار پانچ پانچ گنا بڑی ہیں اور جہاں چاروں عناصر ہماری کائنات کی مانند موجود ہیں۔ اور اگر انسان کا بس چلے تو بڑی فراغت کے ساتھ انسان ایسے ہی رہ بس سکتا ہے جیسے ہم یہاں ہیں۔ الغرض اسی طرح سات مقناطیسی پٹیوں سے یعنی سات طبق آسمانوں سے گذر جاتا ہے اور ہر آسمانی مخلوقات کی حقیقت یعنی اصل کا مشاہدۂ قدرت بھی حاصل ہوتا ہے، یعنی جب کسی شیٔ کی اصل پر نظر پڑتی ہے تو شی کی مظہر کو بھی پہچان کر خدا کی قدرت سے مراقب محظوظ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی زمین پر موجود ہر شی کی ایک اصل کی حقیقت آسمانوں میں پوشیدہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ پانچ سو نوری سال کی برابر ہوتا ہے۔ سات مقناطیسی پٹیوں سے یا سات طبق آسمانوں سے گذرنے کے بعد مراقب کا روحانی جسہ لامکان میں پہونچ جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ مکان اسے کہتے ہیں جو دو یا چار حدود کے درمیان مقید ہوتا ہے مگر سات آسمانوں کے بعد نہ کوئی آسمان ہے نہ کوئی مقناطیسی پٹی ہے۔

اس لئے اس مقام کوتصوف کی اصطلاح میں لامکان کہتے ہیں جہاں صرف تجلیاتِ الٰہی کی حکمرانی ہے، اس مقام کا عالم احاطہ تحریر میں لانا انتہائی مشکل ہے۔ کیونکہ یہاں ہر گھڑی ہر تجلی کی ایک نئی شان ہے "هُوَ فِیْ شَانٍ،، ہر تجلی کی ایک نئی شان ہوتی ہے۔

لہٰذا سالک مراقب کیلئے یہاں کسی بھی تجلی کے تعلق سے حتمی فیصلہ لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں ایک مجلس سجتی ہے جسے مجلس محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں دن ہے نہ رات ہے، نہ عروج ہے نہ نزول ہے، نہ چھ اطراف ہیں، نہ اکناف ہیں، اسی لامکاں میں مقام محمود بھی ہے جہاں فرشتہ بھی پر نہیں مار سکتا، یہاں کا وقت لی مع اللہ وقتٌ کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ وہ اسرار مشاہدہ ہیں جو کسی فرد و بشر کی ظاہری عقل کے حافظہ میں نہیں آ سکتے، ہاں مگر اللہ جسے چاہتا ہے اس کی باطنی عقل کے کچھ معاملات کا علم و فہم انسان کی عقل ظاہر پر واضح کر دیتا ہے، یعنی وہ جو اور جس قدر چاہتا ہے اس قدر ضرور عطا فرماتا ہے۔ اس حال کو سفر باطن کہتے ہیں جس کے متعلق حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے باطن میں سفر نہیں کرنا چاہتا اللہ اسے ظاہری سفر میں الجھا کے رکھ دیتا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ وغیرہ۔

سبحان اللہ! کتنا پاکیزہ سفر ہے، یہ سفر اس کو مبارک ہو جو ازلی سعید ہے، یہاں تک رسائی رکھنے والا کبھی مرتبہ سے گر نہیں سکتا، جس طرح پارس کے چھونے کے بعد لوہا سونا بن جاتا ہے اور سونا بننے کے بعد کبھی لوہا نہیں بنتا، اسی طرح کبھی کوئی سالک اس مقام کے بعد نزول کی طرف یعنی مرتبہ سے گر نہیں سکتا۔ ہاں اس سفر کے بعد واپس وہ اپنے وجود کی طرف اسی طرح رجوع کرتا ہے جس طرح وہ عروج کیا تھا۔ یعنی مراقب اپنی اصلی اور طبعی حالت پر آ جاتا ہے۔

رمز موت:

جب انسان کی طبعی عمر تمام ہوتی ہے تو قوت عزرائیلیہ یا حضرت عزرائیل علیہ السلام، اللہ کے حکم سے جسم سے روحانی جسہ کو جدا کرنے کی کوشش شروع کرتے ہیں مکمل وجود سے مکمل جسہ روحانی کو باہر کھینچا جاتا ہے، اس کھینچ تان کی تکلیف کا نام سکرات ہے۔ سکرات کی تکلیف کے بعد موت واقع ہوتی ہے، موت

کیا ہے؟ جسم سے روحانی جسہ کی وہ ڈور جس سے وہ پتنگ کے مانند اڑ کر سفر کرتا تھا عین ناف کے مقام سے کاٹ دی جاتی ہے یہاں جسم سے روح کا تعلق پوری طرح کٹ جاتا ہے۔ اس حال کا نام موت ہے اور یہاں "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے...... کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

مشاہدۂ موت کا عالم:

مرنے والے کو کیا نظر آتا ہے؟ عام مرنے والے کو یہ مطلق خبر نہیں ہوتی کہ اس کے جسم سے اس کی روح کو کھینچا جا رہا ہے، ہاں مگر وہ دیکھتا ہے کہ ایک شدید تکلیف کا سامنا ہے، وہ بے چین و بے حال اور بے بس ہوتا ہے، وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا بس ایک جھٹکا محسوس ہوتا ہے، پھر وہ ایک ایسی اندھیری غار کی طرف سفر کرتا ہوا محسوس کرتا ہے کہ اسے کچھ بھی نظر نہیں آتا دو چار پلوں کے بعد اس کے سامنے سورج سے زیادہ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ایک روشنی نظر آتی ہے، ایک ایسی روشنی نہ جسکی وہ مثال دے سکتا ہے نہ اس سے آنکھ ملا سکتا ہے، بس اس کا سفر اس روشنی کی طرف ہوتا ہے، بعضوں کو یہ روشنی سفید اور بہت کم لوگوں کو نیلی نظر آتی ہے جس سے مرنے والے کی روح کو گذرنا ہوتا ہے، روشنی سے گذرنے کے بعد بعض حضرات کے خاندان کے افراد کی روحیں اس کی ملاقات کو آتی ہیں، ان ارواح خاندان یا دوست واحباب میں کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جس کو مرنے والا نہ دیکھا ہوتا ہے نہ ان کے نام یاد ہوتے ہیں، پھر مرنے والے کی روح کو دیگر ارواح اپنے ہمراہ لے کر برزخ کی طرف چلی جاتی ہیں، کوئی علیین کی طرف کوئی سجین کی طرف، اس سے آگے کا حال لکھنا فقیر کو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ہوسکتا ہے ان حالات کے پڑھنے کے بعد آپ کو تعجب ہو مگر یہ حقیقت ہے۔ سائنس بھی آج کل حالات موت کی تفتیش میں سرگرداں ہے، سائنسداں ایسے اشخاص کو تلاش کر کے انٹرویو لے رہے ہیں کہ مرنے والے کے ساتھ کیا گذرتی ہے؟ موت کیسے واقع ہوتی ہے، بوقت موت کیا ماجرا پیش آتا ہے؟ مرنے والے کو کیسا لگتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ان سوالات کے حل حاصل کرنے کیلئے سائنسداں ان اشخاص سے مل کر پتہ کر رہے ہیں جو مر کر دو چار دس گھنٹے کے بعد دوبارہ زندہ ہو چکے ہیں یا

جن کوڈاکٹروں نے مردہ قرار دینے کے بعد مردہ میں ایک معینہ مدت کے بعد دوبارہ زندگی لوٹ آئی ہو، اس تفتیش کے دوران اسی سال سائنسداں سات ایسے اشخاص سے مل کر انٹرویو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے جو مرکر دوبارہ چند گھنٹے کے بعد زندہ ہو چکے تھے۔ المختصران مرکر دوبارہ زندہ ہونے والوں کا جواب اور کیفیت موت کے متعلق وہی ہے جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

آج کی سائنس یقین وسچائی کی تلاش میں ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ چل کر سائنس ہی اسلام کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کردے گی۔ امریکہ میں ایک ہندی نژاد سکھ مذہب کا ڈاکٹر آج بھی موت اور حقیقت موت پر ریسرچ کر رہا ہے۔ مرنے والے پر مشنری اور آلات کا ایک جال بچھا کر موت کی کیفیت کو الکٹرانک مشینوں میں قید کرنے کو کوشش کر رہا ہے، دماغ میں رہنے والے ہر کیمیکل کو ریکارڈ کر رہا ہے، دماغ میں ہونے والی ہر ہل چل کو ریکارڈ کر رہا ہے تاکہ دماغ میں کیمیکل ری ایکشن پر نظر رکھی جائے۔ ڈاکٹر کی عقل حیران ہے کہ بوقت موت انسانی دماغ میں کیا کیا چلتا ہے حتمی نتیجہ اخذ کرنا ڈاکٹر کیلئے مشکل ہو رہا ہے، کبھی کہتا ہے کہ بوقت موت انسانی دماغ میں ایک ایسی کیفیت چلتی ہے جس کو بیان کرنا مشکل ہے، کبھی کہتا ہے کہ دماغ میں شارٹ سرکٹ ہوتا ہوگا! جس کے باعث انسانی موت واقع ہوتی ہوگی۔ مگر اس ڈاکٹر کو کیا معلوم کہ موت کیا ہے؟ ''اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلیٰ الْحَبِیْبِ،، موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ ''اَلْمَوْتُ تُحفَةُ المؤمن'' موت مومن کا تحفہ ہے۔

مشاہدہ کیا ہے؟

چشم باطن سے خدا کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کا نام مشاہدہ ہے۔ مشاہدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک مشاہدۂ حق، دوسرا مشاہدۂ باطل، مشاہدۂ باطل کو آیت الکرسی یا سوم کلمہ پڑھ کر دفع کرنا اور عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ مشاہدۂ حق سے ہر شئی کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر کے راہ عبرت سے اپنی

حقیقت کو تلاش کرنا چاہئے۔ ہر چیز کی حقیقت کیا ہے؟ بس ایک کن ہے، بس کن کی حقیقت میں خود کو پہچاننے کا نام مشاہدہ ہے۔

مکاشفہ کیا ہے؟

لوح ضمیر یعنی آنکھ کی پتلی اور لوح محفوظ یعنی ذات انسانی یعنی دم یعنی قلب کے مطالعہ کے ذریعہ کسی بھی شخص شئی کی حقیقت سے آگاہی کا نام مکاشفہ ہے، بس وہ منظر اور تاثیر پیدا کرنا چاہئے۔

پیر مراقبہ کس طرح کرائے۔

شرعی شرائط کے ساتھ دو، چار، دس، بیس، مریدوں کو ایک ساتھ ایک مقدس کمرے میں یا خانقاہ میں، آسان نشست میں بٹھا کر جو حصار یاد ہو کرالیں، پھر آنکھیں بند کروا کر چند لمبی لمبی گہری سانسیں لینے کی تاکید کریں، مثلاً پانچ یا دس سانسوں کے بعد بالکل طبعی سانس یا Norml سانس لینے کیلئے کہیں، پھر سانسوں میں جو اسم اللہ ذات ''ھوٗ'' ہے اس پر مکمل تصور رکھنے کی ہدایت کریں، اس قدر کہ صرف اسم اللہ ذات کا تصور رہے اور حس وحرکت اور ظاہری سوچ مفقود ہو جائے، پھر آنکھیں بند کر کے مریدوں میں مدھم آواز اور پرکشش انداز سے اس طرح مخاطب ہوں، میں تمہارا رہبر ہوں، تم سب اللہ کے مسافر ہو، میرے ساتھ تم سب کو چلنا ہے، تم جسم نہیں ہو، تم روح ہو، تم عناصر نہیں ہو، تم نور ہو، میں بھی نور ہوں، کچھ پل خاموش رہیں، پھر کہیں کہ اسم اللہ ذات ''ھوٗ'' تمہاری جان کی جان ہے، یہی حقیقت میں تمہارا رہبر ہے، اسم مسمّٰی تک پہونچا تا ہے، تمہیں اس میں ایسے غائب ہونا ہوگا جیسے بسم اللہ میں الف غائب ہے، اسم ذات ''ھوٗ'' میں مکمل تصور کے ساتھ غائب ہو جاؤ، پھر چند پل خاموش رہیں، پھر کہیں تم دیکھ رہے ہو کہ اسم اللہ ذات ھو ایک نور ہے، تمہاری ذات یعنی تمہارا دم بھی نور ہے، دم کو اسم میں غائب کردو، پھر چند پل خاموش رہیں، پھر کہیں اب تمہارا جسم بے حس وحرکت ہو چکا ہے، تمہاری سوچ اور عقلِ ظاہر عارضی وقت کیلئے فوت ہو چکی

ہے، اب تم سب جسم نہیں ہو، اب تم روح ہو، اور یہ سفر روح کا ہے، پھر کچھ پل خاموش رہیں، پھر مریدوں سے مخاطب ہو کر کہیں کہ تم سب اپنے اپنے وجود کی لمبی اور اندھیری غار سے نکل رہے ہو، تمہارے سامنے ایک لمبی اندھیری غاری ہے، تم سب میرے پیچھے آؤ، پھر چند پل خاموش رہیں، پھر مخاطب ہو کر کہیں گھبراؤ مت اب تم روح ہو، یہ غار عناصر ہے کچھ نہیں بگاڑے گی، پھر کہیں کہ دیکھو ہم اجالوں میں آ گئے، اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم اندھیروں سے نکال کر اجالوں میں لاتے ہیں، پھر مخاطب ہو کر کہیں اب ہر طرف اجالے ہی اجالے ہیں، پھر کہیں کہ پہلے آسمان کا مشاہدہ کر لو، پھر تھوڑی دیر خاموش رہیں، پھر کہیں چاند و سورج ستاروں کا نظارہ کر لیں، پہلے آسمان کے فرشتوں سے ملاقات کر لو، پھر مخاطب ہو کر کہیں کہ وہ دیکھو وہ سفید سفید پروں والے فرشتے ہیں وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں، پھر کہیں کہ وہ سفید موتی جیسا لال و گوہر سے مزین عرش ہے جو پہلے آسمان کی زینت ہے، اسی طرح مریدوں کو ساتوں آسمانوں کی سیر کروا کر مریدوں کو لامکاں میں داخل کر کے مجلس محمدی ﷺ تک پہونچا سکتے ہیں۔ بس بولنا اور بولنے کا انداز آنا چاہئے، پھر مریدوں سے کہیں کہ ہم واپس اپنے وجود کی طرف رجوع کرتے ہیں، اے اللہ کے بندو تم اللہ کیلئے اپنے اپنے وجود میں آ جاؤ، پھر آہستہ آہستہ کلمہ طیب پڑھیں اور سب کو پڑھائیں چند بار دھیمی آواز میں سب مل کر پڑھیں اور آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر کلمہ پاک دونوں ہاتھوں پر پھونک دیں، آنکھوں پہ اور چہرے پہ آہستہ مل لیں ۔ یاد رہے مراقبہ کے کمرہ میں زیرو بلب کی روشنی ہونی چاہئے ۔ بس اس طرح پچھلے اوراق میں ہم روحانی سفر کے حالات لکھے ہیں، سب انہیں یاد دلاتے ہوئے آگے بڑھائیں اور جب چاہیں واپس لے آئیں۔ بس یہی مراقبہ کروانے کا طریقہ ہے اس مختصر تقریر کی بنیاد پر آپ جو مناسب سمجھیں ان باتوں کو شامل کر کے مریدوں سے مراقبہ کروا سکتے ہیں۔

پیر مرید کی تربیت کس طرح کرے:

پیر طبیب حاذق ہوتا ہے، مرید کے مرض کے مکمل تشخیص کے بعد اسے ایک ایسے کمرے میں بٹھا

دیتا ہے جو مسجد کی طرح مقدس اور مقدس ماحول لیے ہوئے ہوتا ہے، جہاں دنیا کی باتیں ہوتی ہیں نہ دنیا داروں کے ساتھ نشست و برخاست ہوتی ہے، نہ غضب وغصہ کی حرکت ہوتی ہے نہ چغلی غیبت ہوتی ہے۔ الغرض یہ انتہائی پاک جگہ ہوتی ہے، بغیر وضو کے اس کمرے میں داخل بھی نہیں ہوا جاتا۔ نہ یہاں محفل سجتی ہے نہ سماع ہوتا ہے، نہ مستورات کو یہاں داخلہ کی اجازت ہوتی ہے۔ بس مرید کو بٹھا کر توبہ استغفار کے بعد تجدید کلمہ و دین حق کے ساتھ کبھی ذکر و اذکار میں کبھی شغل و اشغال میں کبھی مراقبہ میں مصروف کرایا جاتا ہے ۔ سب سے پہلے مرید سے کہنا چاہئے کہ وہ خود کو ہر خیال سے ہر گناہ سے خالص کر کے توبہ کر لے، پھر اس سے نیک خواہشات کا تحفہ خدا کی قدرت کو بھیجنا چاہئے، ہر ایک کے حق میں نیک دعا کرانا چاہئے، دعا تہہ دل سے کرانا چاہئے کہ خدا کے کسی بندے کی دشمنی اگر سالک کے دل میں رہی ہو تو وہ بھی جل جائے اور دل پاک ہو جائے، حرص حسد اور تکبر اس راہ کی بڑی رکاوٹیں ہیں انہیں چیزوں کے جل جانے سے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ یہی وہ تین دشمن ہیں جو کسی بھی ترقی پذیر شئی کو زوال پذیر کر دیتے ہیں ۔ مثلاً ابلیس میں عبادت اور مراتب کی حرص پیدا ہوئی، خوب عبادت کیا ترقی کیا، فرشتوں کا استاد بنا، مراتب پایا، اللہ کو جلال آیا، ابلیس کا امتحان منظور ہوا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مرحلہ آیا، جسد خاکی کی تعمیر ہونے لگی، اچانک ابلیس کی نظر پڑی اور ابلیس حسد سے جل گیا۔ جب اللہ نے ابلیس کو حسد کی آگ میں جلتے دیکھا، مع ابلیس فرشتوں کو حکم دیا "اُسۡجُدُوا لِاٰدَمَ،، آدم کو سجدہ کرو، ابلیس کو تکبر آیا، اللہ کی نافرمانی کیا اور جس کو سجدے عزیز تھے اسے حکم سجدہ سے ہی مار دیا۔ بس پیر کیا کرتا ہے ان تینوں بیماریوں کو پہچان کر اس کا علاج کرتا ہے۔ حرص، حسد اور تکبر یہ اس قدر خطرناک بلائیں ہیں جو کسی بھی مسلمان یا سالک میں گھس کر اس کی عبادت کو معبود تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ ان تین خطرناک مقامات سے گذرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ ان تین بیماریوں نے شیطان جیسے عالم و عابد و زاہد کو ہلاک کر دیا تو عام مسلمان کی کیا مجال ہے کہ پیر کے بغیر ان بیماریوں کا علاج خود کر سکے۔ یہی وہ تین بیماریاں ہیں جو کسی بھی عالم میں گھس کر اس کے علم سے ہی اس کو مار دیتے ہیں، کسی بھی عابد میں گھس کر اسے عبادت سے ہی مار کر غارت کر دیتی

ہیں، حتی کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ تباہ ہو چکا ہے، وہ نہ ادھر کا رہتا ہے نہ ادھر کا۔ کسی بھی طرح کی حرص، حسد اور تکبر انسان کو خدا سے جدا کر دیتا ہے۔ بس ان تین بیماریوں سے رہا ہو کر مکمل شفایاب ہونے کا نام تصوف ہے۔ پس پیر کو چاہئے کہ مرید کو ان تین بیماریوں سے نجات دلائے اور راستہ چلائے یا مراقبہ میں مشغول کرادے۔

پیر کامل کیا کرتا ہے؟ ایسا مرید جو سن کر، پڑھ کر شکوک و اوہام میں مبتلا تھا، اب پیر کی خدمت میں کر کے دیکھتا ہے یعنی مصروف عمل ہو کر دیکھتا ہے تو اسے سچائی کی ایک کرن سے قلبی سکون اور روحانی فرحت معلوم و محسوس ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے دماغی فتور، اس کے دل کی کیفیت پر خود گواہ ہو رہے ہیں ۔ضعف یقین یقین محکم میں تبدیل ہو رہا ہے۔ یہاں سالک کو پہلے قدم پر پہلی نشست میں ہی ایک ایسا چھوٹا یا ادنی سا پیمانہ حاصل ہوتا ہے جو تصوف یا راہ سلوک میں اللہ کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے میزان خدا کا کام دیتا ہے۔

مثلاً چند ہی دنوں کے اعمال و اشغال سے آپ کسی بھی شخص کی دلی کیفیت، نیت، ارادہ و حرکات کو فوراً تاڑ لیں گے یا وہ سب کچھ جو مدمقابل کے دل میں ہے، آپ کے دل پر منعکس ہو جائیں گے، اگر آپ غائب کی آواز یا آسمانی ملائکہ کی باتیں سننا چاہیں تو بس قوت سماعت کی افزائش کیلئے اسم صفت ''سمیع،، کی قدرت پر دل کو مرکوز کریں، ان شاء اللہ ایک ہفتہ بھر میں آپ خود اسم سمیع کا مظہر بن کر وہ سب کچھ سن پائیں گے جس کی آپ کو تمنا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے ''تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ،، یعنی اللہ کے صفات کے مظاہر بن جاؤ۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جنات آسمانی ملائکہ کی باتیں سنتے تھے تو کیا انسان سن نہیں سکتا؟ اسی طرح اللہ ناظر ہے اگر آپ اسم ناظر کا مظہر بن جاتے ہیں تو وہ سب کچھ آپ دیکھ پائیں گے جو آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ بس یہ صفات کی مظہریت اختیار کرنے کا ایک خوب تر کرشمہ ہے۔ ابتداء میں سالک کو یہ سب کچھ عارضی قوتیں حاصل ہو جاتیں ہیں، بس محنت اور کسب سے یہ قوتیں قوی بن جاتیں ہیں۔ ایسی قوتوں کی صداقت کیلئے اگر انسان اپنے آپ کو آزمانا چاہے تو خود کر کے دیکھے کہ یہ جسم خاکی خدا کی قدرت کا کیسا

شاہکار ہے۔ مثلاً اگر آپ ایک ہفتہ بھر بھی ناک کی ہڈی کے اختتام پر قلبی یکسوئی مرکوز کریں تو دماغ معطر ہوتا ہوا محسوس ہوگا اور ہر طرف سے خوشبو ہی خوشبو محسوس ہوگی۔ یہ چند مثالیں بیرونی دنیا کے تعلق کے بغیر باطنی قوتوں کے موجود ہونے اور خود مشاہدہ کرنے اور کرانے کیلئے کافی ہیں۔ مگر سالک کو جاننا چاہئے کہ یہ راستہ ہے منزل نہیں۔

اے طالب اللہ! اعمال و اشغال سے ہمیں کیا حاصل کرنا چاہئے یا اس راہ کے شاغل کو کیا نصیب ہوتا ہے؟ سوئی ہوئی روح یعنی عقل قلب بیدار ہو کر متجلی ہو جاتی ہے اور قلب پر پڑی ہوئی فطریں زنجیریں کٹ جاتیں ہیں تو ایسے سالک کو آزاد اور ناجی کہتے ہیں۔ ورنہ جب تک فطری اور فطرت کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے عرفی نجات کی طلب کا کیا معنٰی؟ بس یہی حق بھی ہے اور مقصد حیات انسانی بھی ہے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں یعنی غلام ہیں، ہم فطرت اور فطری خواہشات کے غلام نہیں ہیں۔ ایک کی غلامی اگر ایک کرے تو بہتر ہے۔ ایک اگر ہزار کی غلامی کرے تو یہ بدنصیبی ہے یا اسے کیا کہا جائے گا آپ خود فیصلہ کر لیں۔

اللہ نے ہمیں ''انی جاعل فی الارض خلیفة،، کے مقام پر فائز فرمایا ہے۔ اس خلیفہ کیلئے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ یہ خلیفہ مخلوقات کا غلام نہیں بلکہ مخلوقات اس کی غلامی کیلئے مسخر کیے گئے ہیں۔ اسی طرح جسم و دل ہوتے ہیں ہم جسم و دل کے غلام نہیں دل اور جسم انسان کے غلام ہیں۔ یہاں حضرت انسان کے مرتبہ کا اندازہ لگایئے ''الانسان سری وانا سرہ،، انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ لہٰذا انسان کو دو دروازوں کے درمیان اپنی حقیقتوں کو تلاش کرنا چاہئے۔ اگر انسان خود اور خدا کے درمیانی صراط مستقیم کے علاوہ دوسری راہ چلتا ہے وہ گمراہ ہو کر وہی ہو جاتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ کسی سائل نے ایک بزرگ سے پوچھا میں کون ہوں؟ بزرگ نے فرمایا تم وہی ہو جس کی تمہیں تلاش ہے۔ اس چھوٹے سے جملہ میں بہت سی عبرتناک باتیں پوشیدہ ہیں۔ بس تم جس چیز کی تمنا اور تلاش کرتے ہو، تم وہی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم اس کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے جس سے تمہیں محبت ہے۔

نوٹ:

اس تقریر سے ۵۰ فیصد مرید آپ کے حلقہ ارادت اور اثر میں آ کر اس مقام تک پہنچ جائیں گے جس مقام کی آپ نشاندہی کر رہے ہوتے ہیں ۔ یہ سب کچھ کرنے سے پہلے خود پیر کو ان مقامات سے گذرنا ہوتا ہے ،ضروری اور گذرنے کے طریقے ہم پچھلے اوراق میں بیان کر آئے ہیں ۔مراقبہ میں آپ جہاں جہاں پہونچو گے مریدوں میں اس مقام کی نشاندہی کے ساتھ دعوت دینی چاہئے ۔ایسی نشستیں کم از کم روزانہ ایک گھنٹے تک تین دنوں تک کروا کر چوتھے دن سے مرید کو ہدایت کریں کہ وہ خود اکیلے اپنے گھر میں کرے ۔صبح وشام تین گھنٹے تک روزانہ اگر مرید اس ڈھنگ کا مراقبہ کرلے تو ان شاء اللہ چالیس دنوں میں مراد کو پہونچ جائے گا ،اسی طرح ہر پیر تین تین دنوں کی تربیت کے بعد مرید کو تنہائی میں کرنے کی ہدایت کر کے رہبری کرسکتا ہے۔

صوفیان کرام اور علمائے کرام کے مابین وجوہات اختلافات:

ان دونوں طبقوں میں اختلافات کے چار وجوہات ہیں (۱) علمی (۲) عملی (۳) فعلی (۴) قولی

۱) علمی اختلاف کیا ہے؟ علماء ظاہر کے نزدیک علم کا معنٰی جاننا ہے ، جاننا کیا ہے؟ صرف ظاہر کے جاننے کے بعد کسی بھی شئ کی ظاہری کیفیت کا احاطہ کرنا اور فتویٰ صادر کرنا ہے ،علماء کا علم حلال ،حرام تقویٰ پرہیز گاری ،اور جنت کی طرف رہبری کرتا ہے ۔جب کہ صوفیان کرام کے نزدیک علم ایک نور ہے جو کسی بھی شئ کے صرف ظاہر کو دیکھ کر فتویٰ نہیں لگاتا بلکہ شئ کی حقیقت و کیفیت کو دیکھ کر فتویٰ اور تقویٰ کو متحد کر کے رائے زنی کرتا ہے یا خدا کی حکمت کے تحت خاموشی اختیار کرتا ہے ، بسا اوقات علماء کا علم کہنے اور صرف کہنے تک اور بہت کم کرنے تک پہونچتا ہے ، کبھی کبھی یہ مصلحت کے تحت خموش بھی ہوجاتا ہے کہ امت میں نیا اختلاف جنم نہ لے ۔کبھی علم اس حد تک چلا جاتا ہے کہ مناظرے اور مجادلے ہوجاتے ہیں ، ایک فریق دوسرے فریق پر بے دریغ حملے کر دیتا ہے ، نتیجتاً امت میں فساد آ کر نئے فرقے جنم لیتے ہیں ۔اس کے برعکس صوفیان کرام کا علم ظاہری و باطنی اصلاح کے درپے رہتا ہے ، حکمت ان کے علم کی کنجی ہوتی ہے ۔یہ گروہ صوفیاء کا دستور ہے

کہ جہاں انسان علم سے قابو میں نہیں آتا اسے عمل سے قابو میں لاتے ہیں اور جہاں عمل سے قابو میں نہیں آتا وہاں علم سے قابو میں لاتے ہیں ۔اس گروہ کا منشاء اور غایت بہت حد تک اتحاد و اتفاق ہوتا ہے ۔علماء کا علم بھی کبھی کبھی صوفیان کرام کے ظاہری علم کو دیکھ کر یا قول کو دیکھ کر قلم کو گردش دے دیتا ہے کہ فلاں شخص گمراہ اور کافر ہے ۔جب کہ وہ معناً صدفی صدحق پر ہوتے ہیں ۔مثلاً حضرت بایزید بسطامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک آیت کریمہ سن کر ''اِنَّ بَطشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ'' ، یعنی بے شک تمہارے رب کی گرفت شدید ہے ۔فوراً جواباً فرمایا ''اِنَّ بَطشِی لَشَدِیۡدٌ'' ، یعنی میری گرفت بھی شدید ہے ۔بس علماء ظاہر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فتویٰ صادر کر دیا کہ یہ صوفی کافر و زندیق ہے (معاذ اللہ) ان دونوں اقوال میں بظاہر انتہائی ٹکراؤ ہے مگر حقیقتاً دونوں صحیح اور درست ہیں یعنی اللہ رب العزت کہتا ہے کہ میری گرفت بہت سخت ہے اور ہونا بھی چاہئے کیوں کہ اللہ خالق ہے وہ جب چاہے اپنی مخلوق کی مظبوط گرفت کرسکتا ہے مگر حضرت موصوف کی خدارسانی کا عالم دیکھئے کہ آپ فرمارہے ہیں کہ اے میرے خالق میں بحیثیت مخلوق مخلوق کو گرفت کئے ہوئے نہیں ہوں براہ راست میں نے اپنے خالق ہی کو پکڑے ہوئے ہوں ، یعنی تو خالق ہے ہر مخلوق کو بہت سخت پکڑ سکتا ہے ،مگر میں نے بحیثیت مخلوق مخلوق سے منہ موڑ کر صرف تجھی کو پکڑے رکھا ہے ۔اب یہاں خود ہی فیصلہ کرلیجئے کہ ایک معنی کو نہ سمجھ کر فتویٰ صادر کرتا ہے ، ایک معنی کو سمجھ کر معنی کو پہنچ کر اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتا ہے ۔بس سمجھ سمجھ کا ہیر پھیر ہے بات بڑھ گئی اور فساد مچ گیا۔

عملی اختلافات: بعض دفعہ علماء اور صوفیاء کے درمیان عملی اختلافات بھی سامنے آتے رہتے ہیں ۔مثلاً سماعیہ محفلیں سجانا اور سماع کو جائز کہنا ، رقص کرنا ، مرید کا پیر کے سامنے بصورت سجدہ تعظیماً سر رکھ دینا ، وغیرہ وغیرہ ۔یہ وہ وجوہات عمل ہیں جو صوفیاء کے نزدیک جائز مگر بعض علماء کے نزدیک قطعاً ناجائز ہیں ۔کبھی کبھی ایسا ہوا بھی ہے کہ کسی صوفی کو لوگوں نے شراب پیتے رنگے ہاتھوں پکڑا اور جب عوام کے سامنے بوتل سے شراب ، پیالے میں ڈھلی اور شراب شربت میں تبدیل ہوگئی ۔بس بکھڑا کھڑا ہوگیا ۔کبھی کبھی گروہ صوفیاء سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جس کو دیکھ کر علماء فتویٰ صادر کر دیتے ہیں ۔مثلاً حضرت بایزید

بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کا ہجوم اور عبادات میں خلل دیکھ کر بسطام سے ایک گم نام بستی کی طرف رخ کیا، جیسے ہی آپ بستی میں داخل ہوئے آپ کے سواگت کیلئے ہزاروں کی بھیڑ منتظر کھڑی تھی، آپ حیران ہوگئے، رمضان کا مہینہ تھا، لوگ روزے سے تھے، آپ نان بائی کی دکان پر جا کر ایک روٹی خریدی اور کھانے لگے۔عوام نے کہا یہ کیسا درویش ہے جو روزہ نہیں رکھتا اور رمضان کے مہینے میں روٹی کھا رہا ہے۔بس لوگ جب واپس لوٹنے لگے تو آپ نے آواز دی، اے لوگو! آؤ میری طرف میں تمہارا خدا ہوں، مجھے پہچان کر بھی تم کیوں میری اطاعت نہیں کرتے، اس کلمہ سے غلط معنی نہیں لینا چاہئے کیونکہ ایک پیڑ نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں تمہارا اللہ ہوں۔خیر ان مضامین سے متعلق ہمارا یہ مضمون نہیں ہے۔بس یہی وہ عملی وجوہات اختلافات ہیں جو آج تک علماء اور صوفیاء کے نزدیک چلے آرہے ہیں، حالانکہ دونوں فریق کے پاس اپنے اپنے علم کے مدلل دلائل موجود ہیں۔

فعلی اختلافات: علماء ظاہر ہمیشہ ظاہری صورت پر فتویٰ عائد کرتے ہیں۔اس کام میں وہ کبھی کبھی بڑے بڑوں کو بھی نہیں بخشتے، کبھی کبھی گروہ صوفیاء سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں جو علماء کے علم ظاہر سے ٹکرا جاتے ہیں۔بظاہر صوفیاء کے حال اور افعال بسا اوقات قبیح معلوم ہوتے ہیں تو فتویٰ حرکت میں آجاتا ہے۔مثلاً خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی غریب نواز کے پیر و مرشد حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اطراف ہمیشہ دیکھا کہ مریدوں کا ایک جم غفیر رہتا ہے، ہر مرید کو شیخ کی محبت میں فنا فی الشیخ ہونے کا دعویٰ رہتا ہے، بطور آزمائش آپ تمام مریدوں کو لے کر ایک بت خانے کی طرف چل دیئے اور بت خانہ میں جا کر نماز ادا کرنے لگے، بس کیا تھا تمام مریدین برھم ہوگئے اور اس حرکت کو کفر سمجھ کر اُلٹے پاؤں لوٹ گئے، انہیں میں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے آپ بت خانے کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر پیر کا انتظار کرنے لگے، نماز سے فارغ ہو کر جب آپ کے پیر محترم تشریف لائے اور پوچھا اے معین الدین تمام مریدین کہاں گئے؟ آپ نے ادباً ارشاد فرمایا حضور اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے، پیر نے پوچھا کیوں؟ آپ نے جواب دیا کہ بت خانہ میں آپ کا نماز ادا کرنا سب کو ناگوار گذرا اور فتویٰ حرکت میں

آگیا، پیر صاحب قبلہ نے پوچھا، اے معین الدین تم کیوں نہیں گئے تو سرکار چشت نے فرمایا، حضور میں کہاں جاتا میرا راستہ آپ سے شروع ہو کر آپ ہی پر ختم ہوتا ہے۔سبحان اللہ! ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ مرید پیر کے دل میں خدا کو دیکھتا ہے اور پیر مرید کے دل میں خود کو دیکھتا ہے۔

قولی اختلافات: علماء کرام کے نزدیک کتب قرآن، فقہ، تفاسیر، احادیث وغیرہ اثاثۂ دین واسلام ہے۔احادیث میں صحاح ستہ معتبر اور بعض کتب احادیث معتبر، بعض کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔بعض صوفیاء کرام سے بعض بعض ایسے ایسے احادیث کریمہ منسوب ہوتے ہیں، جن کی تلاش اگر ہم صحاح ستہ میں کرتے ہیں تو کہیں بھی نہیں ملتیں لہٰذا علماء کا طبقہ ان احادیث کو موضوع قرار دے کر مسترد کر دیتا ہے۔اگر اتفاق سے صحاح ستہ کے علاوہ دیگر حدیث کی کتاب میں وہ پائی بھی جاتی ہیں تو بسا اوقات یہ کہہ کر خارج از اعتماد کر دیا جاتا ہے کہ یہ کتابیں علماء سے نہیں صوفیاء سے لکھی گئیں ہیں اور یہ ثبوت یقین کے معیار پر نہیں اترتا۔جب کہ صوفیاء کرام کا دعویٰ ہے کہ ''**العلماء ورثة الانبياء**،، انہیں کی شان ہے اور انبیاء کے علوم انہیں کیلئے متوارث ہیں۔ہم اہل سنت و جماعت کا ہر عام و خاص کا عقیدہ مسئلہ حیات النبی میں متفق ہے کہ آپ زندہ ہیں، زندہ رہیں گے۔الحمدللہ یہ حق ہے ورنہ جس امت کا نبی ہی مردہ ہو وہ امت کیسے زندہ رہ سکتی ہے۔الغرض ہمارے علماء تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تک ہمارے درمیان رہے، ظاہری محافل میں دورۂ قرآن، دورۂ حدیث، دورۂ تفسیر و تاریخ وغیرہ بخوب چلتے رہے اور جو سب کچھ نبی کریم ﷺ سے ماخوذ ہے، وہ سب کچھ محفوظ کر بھی لیا گیا ہے اور یہی ہمارے دین کا اثاثہ ہے۔

دوسری طرف گروہ صوفیاء کے حضرات مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سختی سے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ظاہر تھے اور ظاہری محفلیں سجا کرتی تھیں، تعلیم و تعلم کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، بالکل اسی طرح آج بھی نبی کریم ﷺ باطنی اور روحانی مجلس سجاتے ہیں اور آج بھی دورۂ قرآن، دورۂ حدیث و تفسیر چلتا رہتا ہے۔آج بھی اسی طرح نبی کریم ﷺ تعلیم فرما رہے ہیں جس طرح کل ظاہری حیات طیبہ میں فرمایا کرتے تھے۔کل جس طرح جسم اور روح سے متعلق تعلیم فرمایا کرتے

تھے آج بھی آپ کا فیضان جاری و ساری ہے، کل جسمانی محفل سجتی تھی آج روحانی محفل سجتی ہے، کل جسم، روح اور زمانہ کی بات ہوتی تھی، آج روح اور خدا کی بات ہوتی ہے، کل جس طرح عام صحابہ کرام کے درمیان محفل سجتی تھی آج بھی تمام صحابۂ کرام اور انبیاء کرام کے ساتھ مجلس سجتی ہے۔ لہٰذا کل جس طرح آپ کی مجلس سجتی تھی آپ سے احادیث سنے جاتے تھے آج بھی روحانی مجلس محمدی ﷺ میں احادیث و رموز بیان کئے جاتے ہیں، آج بھی سنے جاتے ہیں، کل بھی وہ احادیث آپ ﷺ کی ذات مبارک سے منسوب تھے اور آج بھی وہ احادیث جو صوفیان کرام سے مروی ہیں وہ تمام کے تمام حق اور آپ کی ذات گرامی سے ہی منسوب ہیں۔ الحمد للہ! یہ تمام امور و رموز برحق ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے اس لئے علماء کا ایک بڑا طبقہ مسئلہ حیات النبی ﷺ میں شدت کے ساتھ صوفیان کرام کے ساتھ متفق تو ہے مگر مجلس محمدی ﷺ کے ان علوم کو جو صوفیان کرام سے مروی ہیں صحاح ستہ میں نہ پا کر مسترد کر دیتا ہے۔ بس یہی وہ اختلاف ہے جو اس امت کے بڑے طبقہ کو راہ تصوف سے بدگمان کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کسی صوفی سے مروی کسی حدیث کو کتابوں میں ہو بہو عبارت کے ساتھ ڈھونڈنے کی بجائے اس حدیث کی روح کو قرآن و کتب حدیث میں تلاش کر کے یا اس حدیث کے معنٰی کو قرآن و احادیث کے معیار پر پرکھ کر قبول یا رد کیا جاتا، آج کے اس دور میں علماء کا یہ اختلاف بھی رحمت ہی ہے کیونکہ آج کی دنیا میں گروہ صوفیاء میں ایسے ایسے ڈھونگی صوفی شامل ہو رہے ہیں جو کسی بھی نظریہ سے مسلمان تک نظر نہیں آتے، ایسے لوگوں اور حق کے درمیان بہت حدت تک علماء کا یہ نظریہ بھی حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے علماء میں اختلاف رحمت ہے۔

چھ مسائل لاینحل:

علماء ظاہر اور گروہ صوفیاء میں چھ مسائل ایسے ہیں جو آج تک حل پذیر نہ ہو سکے، جس کے باعث مذہب تصوف کے خلاف وقتاً فوقتاً آوازیں اور جماعتیں اٹھتی رہتی ہیں۔ (۱) دونوں جہاں میں دیدار حق

ممکن ہے یا ناممکن ہے (۲) ان اللہ علی کل شیءٍ محیط کے مطابق اللہ ہر شئی پہ محیط ہے یا غیر محیط ہے (۳) وھو معکم اینما کنتم کے مطابق ہر شئی سے اس کی معیت مسلم ہے یا غیر مسلم (۴) وحدت الوجود یعنی تمام اشیاء میں ایک ہی وجود حق ہے یا نہیں (۵) تجدد امثال یعنی ہر شئی نو پید ااور حادث ہے یا قدیم (۶) جبر و اختیار یعنی ہر امور میں نفی اختیار و ثبوت اختیار، یعنی حق تعالی کی جانب سے عذاب و عقاب کے باوجود اسے ظلم و جبر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ اس کی ملکیت ہے نہ کہ غیر کی ملکیت۔ بس یہی وہ مسائل ہیں جس کو بنیاد بنا کر علماء ظاہر اور گروہ صوفیاء کے نزدیک آج بھی ایک دراڑ ہلکی سی ہی سہی باقی ہے۔

مشعل راہ سلوک:

"وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ،، ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ راہ سلوک کیا ہے؟ راہ ہدایت ہے، راہ ہدایت کیا ہے؟ راہ رحمت ہے، رحمت کیا ہے؟ اللہ کی قدرت کا خزانہ ہے، اس کا پتہ کس طرح حاصل ہوتا ہے، کنت کنزا مخفیاً، سے ہے "يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ،، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ ان تمام مراتب کے حصول کیلئے سعیدان ازل اور سالکان اللہ عز و جل کو چاہئے کہ مندرجہ ذیل ہدایات پر حتی المقدور عمل کریں۔

(۱) حق کو مانتے ہو تو حق کو جانیں اور حق کو دیکھ کر پہچانیں (۲) اعتدال اور صلہ رحمی اختیار کریں، درندگی سے پرہیز کریں (۳) سکھ اور دکھ کے جنجال سے آزاد ہونے کی کوشش کریں (۴) نفسانی و شہوانی خواہشات کے دل دل کو جہنم تصور کریں (۵) پرائے مال اور پرائی عورت پر اٹھنے والی نظر اور خواہش کی لاش کو خود اپنے ہاتھوں سے بے غسل دفن کر دیں (۶) وقت اور خدا کی قدرت سے عبرت حاصل کر کے اپنے مقصد حیات کو پہچان کر جینے اور مرنے کی حقیقت کو تلاش کرنے میں محو ہو جائیں۔ یہاں سے خود شناسی کی راہ آسان ہو جاتی ہے "اھد نا الصراط المستقیم،، اے اللہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما (۷) قدرت اور فطرت کے نظاروں کو دیکھ کر سبق حاصل کریں، اطمینان قلبی حاصل کریں اور نجات کی فکر کریں، نجات یہ ہے

کہ ہر فانی جنجال سے مکمل آزاد ہو کر لا فانی میں غائب ہوجائیں ،یعنی مکمل طور پر خالق کے حوالے ہوجائیں۔

اس کے بعد شریعت مطہرہ کو اپنے جسم کی جان سمجھ کر حتی المقدور کار بند رہیں، پنجوقتہ نمازوں کو روح کی غذا تصور کریں، پھر ایک مخصوص کمرہ کا اہتمام ضرور کرلیں اور ذکر واذ کار خصوصاً اذ کار خمسہ کا اہتمام کرلیں ،ان اذکار کے طریقہ جات میں تھوڑا سا فرق ہے، سالک کو ایک ضربی سے بارہ ضربی اذکار کرنے کی مشقیں کرایا کریں۔ کیونکہ ان اذکار کے کرنے سے خطرناک سے خطرناک شدید سے شدید تر بیماریاں جل کر خاکستر ہوجاتی ہیں اور صحت سونا بن جاتی ہے، پھر اس کے بعد مراقبہ کریں۔

جسم اور جسمانیت کیا ہے؟

جسم اور جسمانیت کے افعال سب سے زیادہ پشت کی ریڑھ کی ہڈی میں چلتے ہیں،اس لئے ہمیشہ حالت مراقبہ ہو یا ذکر یا عام نشست و برخاست ہمیشہ سر، گردن اور سینہ سیدھا یعنی خط مستقیم پر ہونا چاہئے ۔ایسی بیٹھک سے عمر لمبی ہوجاتی ہے کیونکہ جسم کے ہر عضو ہر رگ وریشہ پر انسانی قوت کا قبضہ رہتا ہے۔بعض ہندو رشیوں نے ہٹ یوگ کے ذریعہ ہر عضوء پر رگ وریشہ پر مکمل کنٹرول حاصل کر کے جتنا چاہے اتنا جینے کے فن میں مہارت حاصل کی ہے۔ ہمارے بعض بزرگوں کی عمریں بھی کافی طویل پائی گئی ہیں وہ سب کچھ سیدھی بیٹھک ہی کا نتیجہ ہے۔ جو زیادہ جھک کر بیٹھتا ہے اس کی عمر کم ہوجاتی ہے۔ ہمیشہ خط مستقیم پر بیٹھنے والا جسم کے ہر عضوء کی حرکت پر نظر رکھتا ہے اگر کوئی عضوء بیمار ہوجائے تو فوراً علاج تلاش کر لیتا ہے ۔انسان چونکہ چار عناصر کا پتلا ہے۔مثلاً اگر آپ کو سر درد کی شکایت رہتی ہو تو پاک وصاف پانی فجر کے وضوء میں ناک کی اختتامی ہڈی تک چند بار پہونچائیں ان شاءاللہ ایک ہی دن میں یہ شکایت ختم ہوجائے گی۔یا اگر دماغ کو ٹھنڈا رکھنا ہو تو ایک پانی کے پیالے میں ناک ڈبو کر آہستہ آہستہ پانی کھینچنے کی پریکٹس کریں یہاں تک کہ آپ کے گلے کے غدود بھی اس کام میں شامل ہوجائیں یہ عمل روزانہ تین مرتبہ کریں ان شاءاللہ دماغ

ہمیشہ ٹھنڈا رہے گا، نزلہ اور زکام کی شکایت رفع ہوجائے گی۔

راہ سلوک میں حائل رکاوٹیں:

اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ عدم صحت ہے جس کے متعلق ہم بتا چکے ہیں، دوسری رکاوٹ وسوسہ، شک اور ضعف یقین ہے۔بعض دفعہ انسان دل کو موہ لینے والی یا دل میں خوف پیدا کرنے والی کئی باتیں، کئی آیتیں، کئی احادیث سنتا ہے، پڑھتا ہے مگر شک اور ضعف یقین تذبذب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ کیا سہی ہے کیا غلط ہے؟ بعض دفعہ انسان کی عقل بدگمان کر دیتی ہے کہ کیا یہ ممکن ہے؟ یہ سب کچھ ہم لاکھ خموش رہ لیں یا تسلیم کرلیں پھر بھی انسانی فطرت فطری سوالات ہمارے سامنے لاتی رہتی ہے ،بس ہم الجھتے چلے جاتے ہیں۔ جو چیزیں ہمیں نظر نہیں آتی ہیں اس پر یقین کرنا بشری فطرت کے مطابق ذرا دشوار امر ہے۔مثلاً ہم خدا اور رسول خدا ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں، تسلیم کرتے ہیں، ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، دوسروں کو ڈراتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول حاضر و ناظر ہیں۔ یہ سب کچھ عموماً کہنے کیلئے ہوتا ہے۔ جب کرنے کا وقت آتا ہے تو انسان اپنے عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ دونوں حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ چوری کرتا ہے، چغلی کرتا ہے، زنا کرتا ہے، گناہ کرتا ہے، شراب پیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، خود ثواب کے کام نہیں کرتا ہے، ثواب کی لالچ دے کر دوسروں کو لوٹتا ہے۔ کیا اس وقت اللہ حاضر و ناظر نہیں ہوتا؟ کیوں انسان کہنے کیلئے حاضر و ناظر مانتا ہے؟ کیوں کرتے وقت یا عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ دونوں غائب یا غیر حاضر و ناظر ہیں۔قول سے حاضر و ناظر کو ثابت کرتا ہے، عمل سے یا فعل سے دونوں کو غیر حاضر و ناظر ثابت کرتا ہے پھر بھی ہم مسلمان ہیں، ہمارے قول وفعل میں اتنے تضاد کے باوجود جنت کے دعویدار ہیں۔لہٰذا اللہ رب العزت نے فرمایا ''لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ،، وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو۔ یہ تضاد کیا؟ نفاق نہیں ہے کیا نفاق سے آدمی منافق نہیں ہوجاتا ہے؟

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ حق کو ماننے کے باوجود ہم حق کے خلاف کیوں کرتے ہیں؟ بھائی یہ انسانی

فطرت بھی عجیب چیز ہے ،ہمیں جو چیز نظر نہیں آتی ،اس کو حقیقت میں تسلیم کرنا لاکھ کوشش کے باوجود دشوار ہوجاتا ہے یا کم ازکم گمان یا شک تو ضروری ہوجاتا ہے ۔مثلاً صوفیانِ کرام کے کچھ فطرت کے خلاف کرامات وواقعات ہم تسلیم تو کرتے ہیں پھر بھی کہیں نہ کہیں یہ گمان رہ جاتا ہے کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ بعض دفعہ اسی لائن کے لوگوں کو بھی یہ گمان ہوجاتا ہے کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ ایسی فطری صورت میں ایک انسان کو کیا کرنا چاہئے؟ سچائی کی تلاش کرنا چاہئے ۔سچائی کی تلاش کس طرح کریں ،اللہ رب العزت فرماتا ہے ''کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِینَ،، سچوں کے ساتھ ہوجاؤ ۔سچے کون ہیں؟ علماء کرام اور صوفیائے عظام ہیں ۔پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یٰاَیُّھَا اللَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ،، اے ایمان والو میری طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یہاں وسیلہ سے مراد مرشد کامل ہے ۔مرشد کامل کسے کہتے ہیں؟ کسی بزرگ نے فرمایا ''الشیخ فی قومہٖ،، یعنی تمہارا شیخ اپنے مریدوں میں رسول کی مانند ہوتا ہے ۔معلوم ہوا کہ ایسے سچے شیخ سے مرید حق کا سابقہ پڑ جاتا ہے تو وہ سب کچھ شکوک وہم مرتفع ہوجاتے ہیں جو پہلے اسے فطری تقاضہ کی شکل میں ابھر کر آتے تھے ۔

انسان اور علم:

انسانی سرشت میں ایک بیدار جذبہ کی تڑپ کا نام علم ہے ،یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے کہ وہ ہر اس چیز کو جاننا چاہتا ہے جو اس سے متعلق ہے ،ہماری دینی درسگاہیں ،ہمارے مدارس ،ہمارے نام نہاد دارالعلوم اس بات کی شاہد ہیں کہ ہزاروں انسان یہاں سے ہر سال فارغ ہورہے ہیں ،عوام کے درمیان آرہے ہیں ، چیخ چیخ کر وہ سب کچھ عوام کو سنا رہے ہیں جو انہیں سکھایا گیا ہے ۔ہزاروں لاکھوں لوگ سن رہے ہیں ،خوش ہورہے ہیں ،محظوظ ہورہے ہیں ،لبادے بدل رہے ہیں ، چہرے بدل رہے ہیں ،وضع قطع بدل رہی ہے ،مگر دل کی کیفیت جہاں تھی وہیں موجود رہتی ہے ۔بہت کم دل اللہ کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں ۔کہیں کوئی ایک عالم کتاب دل ہوتا ہے ۔نہ اس کے پاس کوئی مجموعہ ہے ،نہ بھیڑ ہے

،نہ وہ شان وشوکت ہے ،نہ ایمان کی نمائش کا وہ جذبہ ہے ،نہ نعرے ہیں نہ واہ واہی ہے ۔مقصد حیات سے روشناس کرانے والے اہل دل کی کوئی سننے والا نہیں ،زندگی کی سچائی دکھانے والے کے پاس بہت کم لوگ آتے ہیں اگر آتے بھی ہیں تو تعویذ فلیتے کیلئے ۔افسوس! لوگ وہاں کہنے سننے کیلئے جاتے ہیں ،یہاں سننے عمل کرنے اور پہچاننے کیلئے بہت کم آتے ہیں ۔اکثریت ادھر ہے ،نہ کہ برابر اقلیت ادھر ہے ۔چاہے انسان ہزار سال جی لے جب تک اس ''جی،، کو نہیں پہچانتا اس کا جینا اور مرنا فضول ہے ۔لوگوں نے زندگی کو پہچانا نہ جسم کو پہچانا ۔انسان کے باہر بھی ہزاروں خواہشات کی ندیاں بہہ رہی ہیں ،اندر بھی ہزاروں خواہشات کی ندیاں بہہ رہی ہیں ،انسان اندر اور باہر کے درمیان ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے ،اس کو پہچانو کہ یہ کیا ہے؟

جسم انسان کیا ہے؟

یہ چار عناصر کا پتلہ اشرف المخلوقات ہے ،مسجود ملائکہ ہے ،یہ دونوں عالم کا خلیفہ ہے ،دونوں عالم اس کیلئے مسخر کیے گئے ہیں ،انسانی جسم سے بہتر کسی مخلوق کا جسم نہیں ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ،، میں نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ،نیز ارشاد فرماتا ہے ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ،، میں نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور ارشاد گرامی ہے ''خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ،، انسان کی تخلیق علقہ سے کی گئی ۔علقہ کا ایک معنی علاقہ بھی ہے ،اس کا علاقہ عالم کبیر وصغیر سے بھی ہے ،دونوں عالم سے بھی ہے ۔

حضرت انسان فرشتوں سے زیادہ حسین ومعزز ہیں ۔اللہ نے انسان اور فرشتوں کو ،دونوں کو علوم سکھایا اور خود استاد بنا ،پھر ابلیس کو فرشتوں کا استاد بنا کر حضرت آدم کے وقار کو بلند فرمایا اور خود آپ کا استاد بنا رہا ،ارشاد گرامی ہے ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا،، میں نے آدم کو تمام علوم سکھائے ،نیز ارشاد فرمایا ''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ،، میں نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا ۔سبحان اللہ ! مرتبہ حضرت انسان ۔

فرشتوں کیلئے نجات کا نہ معاملہ ہے نہ مرحلہ ہے۔مگر انسان کے سامنے مرحلۂ نجات ہے اور نجات اسی جسم کے ذریعہ ممکن ہے بغیر جسم کے ہرگز نہیں۔اس لئے اس جسم کی حفاظت کرو،شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔کیونکہ یہ سواری اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے،ہم تمام بغیر سواری کے تھے۔تمہاری روح کو ایک کامیاب صحت مند سواری عطا کی گئی ہے تاکہ تم اللہ تک پہونچنے میں کامیاب ہو جاؤ۔سواری کے بغیر معراج نہ ہوئی تو بغیر سواری کے تم کس طرح خدا تک پہونچ سکوگے۔ہم سے نیچے کا طبقہ حیوانات ہے۔ہم سے اوپر کا طبقہ ملائکہ ہے۔نہ نچلا طبقہ خود سے نجات پا کر اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے،نہ اوپر کا طبقہ خود سے نجات پا کر قرب حاصل کرسکتا ہے۔یہ شرف صرف انسان کو حاصل ہے اور یہ صرف جسم کی وجہ سے حاصل ہے۔جسم حیوانات بھی رکھتے ہیں اور ملائکہ بھی رکھتے ہیں مگر انسان کا جسم کمال کا مظہر ہے۔انسان اور انسانی سماج میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں ایک غریبی دوسری امیری،ان سرحدوں سے نکلنا صرف انسان کا کام ہے،یہ آزمائش نہ جانوروں کے سامنے ہے نہ فرشتوں کے سامنے ہے۔

جسد انسانی اور دل:

جسم کا تعلق دنیا سے ہے۔دل کا تعلق اللہ سے ہے۔جسم کا ایک راستہ ہوتا ہے جو اس کے باہر شریعت کے حدود میں ہونے کے باوجود حدود کو توڑ کر گذر جاتا ہے۔کیونکہ یہ چار عناصر سے مرکب ہے،ہر عنصر کا تقاضہ الگ ہوتا ہے۔دل نور سے ہے،اس کا میلان نور ہی کی طرف ہونا چاہئے۔مگر اس کی سرشت میں یہ بات بھی ہوتی ہے کہ یہ اس وقت تک نہیں جاگتا جب تک جگانے والا نہ ملے۔اس لئے کسی پیر سے وابستہ رہنا ضروری ہے۔ورنہ دل اپنے حال،کیفیت وقدرت سے غافل ہو جاتا ہے۔اس لئے صوفیان کرام اس دل کی تربیت کیلئے اعمال واشغال،ذکر واذکار،فکر ومراقبہ میں مصروف کراتے ہیں۔بغیر تربیت کے دل ایک بچہ کی مانند ہوتا ہے۔جب تک ماں نہ سکھائے وہ بیٹھنا،کھڑا ہونا،چلنا،ہنسنا،بولنا اور پڑھنا لکھنا نہیں سیکھ سکتا۔اس طرح طفل دل کیلئے پیر ماں کی مانند ہوتا ہے۔

پیر کی تربیت کے انداز:

آداب واحکام شریعت کی پابندی کے ساتھ پیر پہلے سانسوں کے دسترخوان پر بٹھا کر سانسوں کی اہلیت اور قابو کرنے کی تربیت دیتا ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں گنتی کی سانسیں دی گئی ہیں یعنی شیخ گنتی کی سانسوں کو ضائع نہ کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔نیز ارشاد گرامی ہے جو سانس یاد الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے یعنی یاد الٰہی کے بغیر سانس لینے والا بھی مردہ اور سانس بھی مردہ ہے۔اس لئے پیر اس کی سانسوں کی آڑ میں چلتے ہوئے اسم اللہ ذات ھو کے تجلیات سے سانس اور سانس لینے والے کو زندہ کر دیتا ہے۔اس کے بعد قلبی یکسوئی کا ہنر پیدا کرتا ہے،سانس اور قلبی یکسوئی کے درمیان کیا تعلق ہے،اس جسم کیلئے سانس نعمتوں کا منبع ہے۔جس طرح ہوائی جہاز میں پہلے (Flywheel) اڑنے والا پہیہ گھومتا ہے تو باقی تمام پرزے اپنی اپنی حرکت پر آجاتے ہیں یا بیدار ہو جاتے ہیں۔اسی طرح سانس بھی ہر ہر عضوء ہر نس وناڑی کو متحرک کر کے جسم کی تمام تر اندرونی قوتوں کو بیدار کر دیتی ہے۔تب کہیں انسان کو ممکن ہو پاتا ہے کہ وہ خود کے یا اپنی جان کے اندر وہ نشانیاں دیکھ سکے جسے خدا دکھانے کی دعوت دیتا ہے "سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ" ترجمہ؛ اور ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود انکی جانوں میں دکھاتے ہیں،تاکہ انکے لئے واضح ہو جائے کہ یہی حق ہے......وغیرہ وغیرہ یہاں پہونچ کر انسان خود کو ایک دنیا محسوس کرتا ہے۔خود کی دنیا میں خود کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔خود کو من عرف نفسہ کے مطابق پہچاننا ہوتا ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ"، ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔آخر وہ بہترین صورت کونسی ہے،یہی وہ صورت ہے جس کو "انی جاعل فی الارض خلیفة"، ہم زمین پر اپنا خلیفہ یا نائب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔انسان کا وجود خود ایک حکومت ہے اور تمام قوتوں پر حضرت انسان خلیفہ ہیں نہ کہ تمام قوتوں کے غلام۔انسان اپنے وجود کے اندر چلتی ہوئی فعال

قوتوں کونہیں پہچان سکتا۔ کیونکہ یہ افعال باریک سے باریک تر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہماری قوت قلب یہاں تک پہونچ کر ہر عضوء ہر رگ و ریشہ کے افعال اور حقیقت سے آشنا نہیں ہوسکتی، اگر ہمیں یہاں تک پہونچنا ہے تو قلب کی اس قوت تک پہونچنا اور پہچاننا ہوگا، جو جسم و وجود کی ہر قوت کو متحرک رکھے ہوئے ہے۔ اسی کو نفس، جان یا روح کہتے ہیں۔ یہ کچھ اور نہیں، یہ وہی ہے جسے ہم عقل قلب، عقل باطن، یا نور کہتے ہیں۔ اسی سے متعلق اللہ رب العزت فرماتا ہے "نَفَخْتُ مِن رُّو حِی"، میں نے اپنی روح پھونکی۔ سبحان اللہ! اس جسم عناصر میں روح کی اہم مددگار ہوتی ہے تو صرف عنصر "ہوا" ہے۔ اسی راز ونکتہ کو پانے کیلئے صوفیان کرام حبس دم کرتے ہیں۔ تاکہ عنصر "ہوا"، انسانی جسم میں داخل ہوکر ہر عضوء ہر نس و ناڑی کو بیدار کر سکے تاکہ بیداری کے بعد روح کیلئے خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرنا آسان ہوسکے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ تمام اندرونی قوتوں کے بہاؤ اور تقاضوں کے ساتھ ان کے افعال کو پہچان کر انسان خود قابض ہوکر یا جسم پر مکمل قبضہ کر کے خدا کے سپرد کردے۔ یہاں انسان کو من عرف نفسہ کی مکمل پہچان ہوجاتی ہے، خود کا عرفان حاصل ہوجاتا ہے۔ اس مقام پر آکر انسان عاقل یا صاحب عقل ہوجاتا ہے، یعنی انسان کو یہاں وہ عقل حاصل ہوجاتی ہے جو خدا کو پہچانتی ہے۔ یہی وہ عقل ہے جس نے اللہ سے وعدہ کیا تھا، اللہ عالم ارواح میں فرماتا ہے "الَسْتُ بِرَبِّکُم"، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اس سوال کے جواب میں اسی روح نے "بلٰی"، کہا تھا۔ دراصل علم جسے کہتے ہیں درحقیقت اسی روح سے متعلق ہے، عرفان جسے کہتے ہیں اسی عقل سے تعلق رکھتا ہے۔ آج جسے ہم عرفی اصطلاح میں علم کہتے ہیں وہ دراصل عقل نفس یا عقل ظاہر یا عناصر کی عقل کی شعبدہ گری ہے جو عرفان نفس اور عرفان الٰہی سے محروم ہے۔ اس لئے ایک کا علم دوسرے سے نسخ پذیر ہوجاتا ہے، ایک کا علم دوسرے سے ٹکراجاتا ہے، ایک کا فقہ دوسرے سے ٹکراجاتا ہے، ایک کا فتوٰی دوسرے سے متصادم ہے، ایک کی جماعت دوسرے سے ٹکراجاتی ہے، نتیجتاً دین حقہ کے ٹکڑے دین کے نام پر ہوجاتے ہیں اور فرقہ پرستی کو شہ ملتی ہے۔ علم اسے کہتے ہیں جو خود اور خدا کے درمیان رہبر ہوتا ہے۔ تاکہ اسے عرفان حاصل ہوجائے۔ اگر آپ یہ سب کچھ پانا چاہتے ہیں یا حق سے کیا ہوا وعدہ وفا کرنا چاہتے ہیں تو

اس علم کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ آج کی اشانت دنیا میں، آج کی وحشی دنیا میں، آج کی تنگ نظر، فرقہ پرست، دہشت پرست، دنیا میں امن وشانتی چاہتے ہیں تو اس راہ پر چل کر خود کو پہچاننا ہوگا، اپنے مقصد حیات کو پہچاننا ہوگا۔ دنیا کی ہر قوم کے گیانی حضرات روح کی اور روحانیت کی باتیں کر رہے ہیں، روح کے عروج کی باتیں کر رہے ہیں، علم روح اور روحانیت کا درس دے رہے ہیں، اس راہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، تمام مذاہب کے گیانی حضرات اسی راہ کو انسان کیلئے سلامتی کی راہ مانتے ہیں۔ جسموں کی دنیا سے جسمانی مایا جال سے ہر کوئی تنگ آچکا ہے۔ جسمانی دجل فریب، دھوکہ دھڑی ترقی کے نام پر خطرناک جنگیں اور ناحق بہنے والے انسانی خون سے بیزار ہوچکے ہیں، آج دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی مرض کا شکار ہے، حیوانی خواہشات کا پرستار ہے، راہ اعتدال سے ہٹ چکا ہے، نئی نئی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں، ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں جس کا نام بھی سائنسدانوں کو پتہ نہیں۔ بس وریل انفکشن (Viral infection) کہتے ہیں۔ کم سن بچوں میں شوگر کی بیماری عام ہورہی ہیں، دل کی بیماریاں عام ہورہی ہیں، انسان بے چین ہے، صحت مند نیند نہیں سو پارہا ہے، نیند آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں، طرح طرح کے نشے کرنے پڑتے ہیں۔ بس جی رہے ہیں ضعیف کمزور زندہ لاشیں۔ اگر یہ ڈاکٹر کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں اور مرض کی وجہ پوچھتے ہیں تو ڈاکٹر کہتا ہے (Tension) ٹینشن ہائپر ٹینشن۔ بس یہ دنیا ایک ٹینشن بن گئی ہے۔ ہر انسان خود کیلئے بھی ٹینشن ہے اور دوسروں کے لئے بھی ٹینشن ہے۔ ٹینشن ہی ٹینشن، ہر طرف ٹینشن کا راج ہے۔ یہ ٹینشن بچوں کو بھی نہیں بخشتا۔ پڑھائی کا ٹینشن، گھریلو تکلیف کا ٹینشن، ٹینشن کا باعث ناکامی اور ناکامی کا انجام خودکشی ثابت ہورہا ہے۔ ایسے میں جینے کے ہر طرف سے راستے بند ہورہے ہیں صرف اور صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے وہ ہے روحانی راستہ، ہر فکر، ہر ٹینشن، سے نجات دلاکر انسان کو سکھ شانتی فراہم کرکے انسان بنانے والا راستہ، محبت کا راستہ، پریم کا راستہ، اخلاص کا راستہ صرف اور صرف وہی ہے جس کو اولیاء اللہ نے راہ تصوف یا راہ روحانی کہا ہے۔ بس اھد نا الصراط المستقیم یہی وہ سیدھا راستہ اور سچا راستہ ہے جس پر چل کر انسان مقصد حیات کی تکمیل کرسکتا ہے۔

ٹینشن اورڈپریشن کے علاج کی تلاش:

دنیا بھر کے گوری چمڑی والے لوگ،عیاش اوراوباش،نشہ پرست،جنس زدہ حیوان بھی ہندوستان کارخ کررہے ہیں۔کیوں؟ یہ صرف اورصرف اس لئے آرہے ہیں کہ کسی نہ کسی سادھوسنت کے پاس اس ٹینشن کا علاج ہوگا۔الغرض یہ بھی سنتوں کالباس دھارن کرکے،ہرے راماہرے کرشنا کررہے ہیں،مست رہنے کیلئے گانجہ چرس کا نشہ کرتے ہیں،ان کے پاس دولت بہت ہوتی ہے مگر امن وسکون نہیں۔ہزاروں لوگ دنیا بھر کے ملکوں میں مذہب اسلام قبول کررہے ہیں،گوری چمڑے والے بھی قبول کررہے ہیں،کالی چمڑے والے بھی قبول کررہے ہیں اورہم مسلمان خوش ہوکراپنی پیٹھ تھپ تھپا رہے ہیں کہ اسلام دنیا بھر میں بڑی تیزی سے پھیل رہاہے۔جاننے والے جانتے ہیں،معیاری علم والے جانتے ہیں کہ غیر مسلم حضرات اسلام کیوں قبول کررہے ہیں؟ دراصل میرے بھائی یہ سب مریض رہ چکے ہیں ٹینشن کے مریض دراصل یہ حضرات ٹینشن سے چھٹکارا پانے کیلئے کسی بھی دھرم میں داخل ہورہے ہیں۔یعنی بدھ،جین،سکھ،یا ہندو بن رہے ہیں۔ان کا واحد مقصد ٹینشن سے چھٹکارا پاناہے۔اسی طرح ٹینشن سے مکت ہونے کیلئے لوگ اسلام بھی قبول کررہے ہیں۔تاکہ شرافت سے،سکون سے،عزت سے،جینا مرنا آجائے۔یہاں بہت زیادہ خوش ہونا کہ لوگ مسلمان ہورہے ہیں،یہ سب کچھ قبل از وقت ہوگا۔اسلام والے اپنی جماعت سے بیزار ہوکر دوسری جماعت میں داخل ہورہے ہیں کیوں؟ ایک جماعت سے دوسری جماعت میں جانے سے اسے کیا ملا؟ یااس کی اپنی پہلی جماعت میں کون سا ایسا نا قابل تلافی نقصان ہوا جوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔میرے بھائی انسان کی فطرت ہی تغیر وتبدل پسند ہے،ایک ٹینشن کودوسری جگہ اتارنا چاہتا ہے۔یہ سب کچھ کیوں ہورہاہے؟ ٹینشن بس ٹینشن،ٹینشن سے رہائی کیلئے نہ جانے انسان کیا کیا کررہاہے،دنیا کے دوردراز ملکوں تک اسلام یاتبلیغ اسلام کے نام پر سفر اختیار کررہاہے،کیوں؟ ٹینشن،ٹینشن نہیں تو دین کا ٹینشن

ہے۔بہرحال دنیا کا ہو یا دین کا۔ٹینشن سے رہائی کہاں ملی ہم نے ہزار دل کو بہلا لیا کہ ہماری محنت رنگ لائی اوراسلام تیزی سے پھیل رہاہے۔ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی اپنی جماعت کا اسلام تیزی سے پھیل رہاہے۔اب خدا ہی جانے کس جماعت کا اسلام پھیل رہاہے۔

ہر جماعت کا اپنا منشور ہے کہ خدا کی اطاعت کرواورخدا سے دوستی کرلو۔خدا کے بندوں کی دل آزاری اورخدا کے بندوں سے دشمنی اورخدا سے دوستی کیسے ممکن ہے۔خدا کے بندے خدا کی قدرت ہیں، خدا کی قدرت سے دشمنی اورخدا سے دوستی کیسے ممکن ہے۔ہاں یہ سب کچھ ممکن ہے۔ٹینشن کا دائمی علاج ممکن ہے،حقیقی مذہب اسلام میں پوری طرح داخل ہوجاؤ،یہی مذہب حق ہے یہی مذہب محبت ہے،یہی مذہب شافی وکافی ہے،یہی مذہب شانتی ہے اور یہ مذہب صرف اورصرف اولیاء اللہ کا ہے،صوفیان کرام کا ہے۔یہی وہ مذہب ہے جواپنے پیروکار کو خدا تک پہونچا دیتا ہے ”وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَ الاِنسَ اِلَّا لِیَعبُدُونَ،، نہیں پیدا کیا ہم نے جن اورانسان کو مگر عبادت کیلئے،عبادت کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ای لیعرفون سے کی ہے یعنی اللہ کو پہچاننے کا نام عبادت ہے۔بس یہی وہ مذہب ہے جو جیتے جی اللہ کی پہچان عطا کرتاہے۔ارشادربانی ہے” اِنَّمَا اَمۡوَالُکُم وَ اَولَادُ کُم فِتنَۃٌ،تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔آج انسان کیلئے سب سے بڑا ٹینشن کہیں مال کی افراط وتفریط ٹینشن کا سبب ہے۔کہیں اولاد کا ہونا اورنہ ہونا،اہل ونااہل ہونا بھی ٹینشن پیدا کررہاہے۔

مذہب اسلام کا مدعا کیا ہے؟

اسلام ہی خودشناسی اورخدا شناسی کی دعوت دیتا ہے،اسی کو سلامتی کی راہ کہتے ہیں۔اسلام خود کو پہچان کر خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دیتاہے۔اسلام خود کی پہچان کے بعد خدا کے عرفان کی طرف دعوت دیتاہے۔جب ہم مسلمان کسی کونے میں بیٹھ کر خدا کی تخلیقات میں غور کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کی شخصیت دعوت دیتی ہے کہ مجھے پہچان! جب ہم خود کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں تو بغیر استاد کے بغیر پیر

کامل کے راہ ملتی نہیں۔ لہٰذا رہبر تلاش کرتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''الرفیق ثم الطریق ،، پہلے رہبر کو تلاش کرو پھر راستہ چلو۔ الغرض! رہبر کے ذریعہ بھی اگر ہم خود شناسی کی طرف جاتے ہیں تو ہمارے سامنے خدا کا تخلیق کیا ہوا خود کا وجود معمہ بن کر کھڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہ دعوت دیتا ہے کہ اپنے باہر کی تو نے بہت کتابیں پڑھی اب ذرا خود کو پڑھ۔ جب انسان مراقب ہو کر خود میں اترتا ہے تو خدا کی قدرت کو دیکھ کر، عجیب عجیب قوتوں اور کیفیتوں کو دیکھ کر حیران وششدر ہو جاتا ہے۔ یہ قوتیں یہ قدرتیں کیا ہیں؟ اللہ کی تحریریں ہیں۔ جب انسان خدا کی اس تحریر کو پڑھ لیتا ہے جس میں اس کی تخلیق کا منشاء اور ارادہ الٰہی چھپا ہوا ہے تو سمجھو وہ کامیاب ہو گیا۔ تلاوت الوجود ام الکتاب یعنی وجود کی تلاوت کتاب کی ماں ہے کا معمہ حل ہو جاتا ہے۔ اے طالب اللہ! تجھے تیرے باہر کی کتابوں نے الجھا دیا ہے تو یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے کہ کیا صحیح اور کیا غلط ہے۔ جب تو اس کشمکش میں مبتلا ہے تو تو خود کو خود کے وجود کو پڑھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا، تو بھی تو انسان ہے اور انسان خدا کی تحریر ہے اور تیرا وجود خدا کی ایک ایسی کتاب ہے جسے نہ تو اب تک پڑھا ہے نہ پڑھنے کی، سمجھنے کی، پہچاننے کی کوشش کیا ہے۔ بہتر ہے کل کا کام آج کر لے خود کو پہچان خدا کی جستجو کر، جستجو بھی کیا کرے گا وہ تو تیری شہ رگ سے قریب ہے مگر تو دور ہے۔ چل اس کی طرف چل تو ایک قدم چل وہ دس قدم تیری طرف آئے گا، ذرا اس کے قدم کی مثال سے رفتار کا اندازہ لگا، تو چل کے چل وہ دوڑ کر تیری طرف آئے گا۔ اب اس کی دوڑ کی مثال سے بھی اندازہ لگا اگر تو چل بھی نہیں سکتا، دوڑ نہیں سکتا تو تصور کر لے بس وہ تیرے تصور کے ساتھ ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا یہ میرا وعدہ نہیں اللہ ہی کا وعدہ ہے یہ حدیث قدسی ہے۔ اگر تجھے چلنا نہیں آتا، دوڑنا نہیں آتا، تصور کرنا نہیں آتا تو کسی پیر کامل سے سیکھ کہ چلا کیسے جاتا ہے، دوڑا کیسے جاتا ہے، تصور کیسے کیا جاتا ہے۔ تجھے وہ بخوبی سکھا دے گا کہ خود میں کیسے چلتے ہیں، کیسے دوڑتے ہیں، تصور کیسے کرتے ہیں اور خدا تک کیسے پہونچتے ہیں۔ وہ تجھے بتا دے گا کہ شہ رگ سے قریب خدا کہاں ہے، خدا تک کیوں پہونچنا چاہیئے؟ کیونکہ تیری تخلیق کا سبب ہی یہ ہے۔ کیونکہ خدا نے خاص تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور کل مخلوقات کو تیرے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے تو اشرف المخلوقات ہے تو جنت

اور نعمہائے جنت سے بھی عظیم تر ہے۔ اے بندے سمجھنے کی کوشش کر خدا کس قدر رحیم و کریم ہے، اپنا پتہ تجھے خود دے رہا ہے۔ کیونکہ تو بھول چکا ہے، نسیان تیری فطرت میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَ فِی اَنفُسِکُم اَفَلَا یُبصِرُونِ ،، وہ تمہاری جانوں میں ہے تم دیکھتے کیوں نہیں؟ تمہاری جان تمہارا قلب ہے اور قلب سے قالب ہے، پس آئینہ قلب میں دیدار جمال یار کر کہ یہی تیری تخلیق کا منشاء ہے۔ اور اگر تو اس کے دیدار کے بغیر اس کی دنیا سے گیا تو کیا ہوگا؟ ارشاد ربانی ہے ''مَن کَانَ فِی هٰذِهٖ اَعمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیلاً ،، جو یہاں جسم اور جسمانی دنیا میں نہیں دیکھا وہ آخرت میں نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ وہ راستہ سے بہکا ہوا یعنی گمراہ ہے۔ استغفر اللہ، اللہ اس گمراہی سے بچائے۔ علماء ظاہرین ان آیات پر وعظ و بیان کرتے ہیں نہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں، بس جنت کے نعمتوں والی آیات کو سنا کر بے خوف دور کے بے خوف انسان کو امید دلا کر سب کو جنتی ہونے کی بشارتیں دے دیتے ہیں، یا جہنم کے عذابوں کی آیات سنا کر انسان کو اپنی تقریر یا بیان کی طرف مائل کرا کے جنت کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ بس ان کیلئے یہی تبلیغ ہے اور یہ کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ ہم پوچھتے ہیں ہزار نعمتوں کے باوجود جنت عظیم ہے یا انسان؟ جنت اشرف المخلوقات ہے یا انسان؟ ہمیں جنت کیلئے عبادت کرنی چاہئے یا جنت کو ہمارے لئے عبادت کرنی چاہئے؟ جنت افضل ہے یا جنت کا مالک رب العلمین افضل ہے۔ انسان اللہ کی طرف سے آیا تھا، اسی طرف جانا افضل ہے یعنی اللہ غیر مخلوق ہے غیر مخلوق کی شئ غیر مخلوق سے آ کر غیر مخلوق کی طرف سفر کرنے کی بجائے مخلوق جنت کے سفر کی تیاریاں کیوں ہیں؟ بے شک جنت عظیم نعمت ہے مگر جنت کا مالک ہمارا آقا اور مولیٰ ہے ہمارا سفر اسی کی طرف ہونا چاہئے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مَن لَهُ الْمَوْلیٰ فَلَهُ الْکل ،، جو اللہ کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا۔ پس تم اللہ کے ہو جاؤ، جنت اور ما سویٰ جنت کے سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔ بس یہ سب کچھ اللہ کا ہے، اللہ کی ملکیت کو اللہ پر چھوڑ کر خود اللہ کی طرف سفر اختیار کرو۔ کسی کامل پیر سے راستہ کو پہچان کر چلو۔

باب پنجم

جان کیا ہے؟

جان نہ عناصر ہے نہ عناصر کی ترکیب کی توانائی یا برقی قوت ہے، یہ جان ایک نور ہے، یہ جان اللہ کی رحمت ہے، لہٰذا کسی بھی جان پر ناحق ظلم واستبداد نہیں کرنا چاہئے ظلم سے انسان ظالم ہو کر حیوان بن جاتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے ''اللہ قیامت کے دن ظالموں کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھائے گا اور لوگ انہیں اپنے قدموں سے روندیں گے''، جان سانس نہیں ہے کہ کسی کا گلہ گھونٹ دیا اور مار دیا۔ یہ مارنے سے مر نہیں سکتی کا ٹنے سے کٹ نہیں ہوسکتی، یہ جسم سے آزاد ضرور ہوسکتی ہے، مگر اپنا حساب ضرور طلب کرے گی۔

انسان کی جان کا تعلق دونوں عالم سے ہے، یہ عالم صغیر و کبیر دونوں سے تعلق رکھتی ہے، اس جان میں دونوں عالم کے اسرار ورموز پوشیدہ ہیں۔بس جان کی پہچان ہونی چاہئے۔جس طرح کائنات کی ہر چیز کا تعلق دونوں عالم سے ہے اسی طرح انسان کا تعلق بھی دونوں عالم سے، یہ عالمین ایک دوسرے کے آئینے اور ایک دوسرے میں منعکس ہیں، ایک دوسرے کا بہت گہرا تعلق ہے جو قدرت کی مظبوط رسی سے بندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ دو عالم میں بلکہ کل موجودات میں ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر''۔تمام ظواہر کے بواطن میں ''وَ هُوَ مَعَكُمۡ اَیۡنَمَا كُنۡتُمۡ'' بن کر ہے یعنی تم جہاں ہو وہیں میں ہوں، کا جلوہ ہے۔ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ، تم جس طرف رخ کرو گے ادھر اللہ اپنی ذات کے ساتھ جلوہ نما ہے، وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، وہ ہر چیز میں قدیر بن کر قادر قدرت ہے، وہ ہر چیز میں خود کو دیکھتا ہے، ہر شئ ہر مخلوق اسی کی قدرت کی ایک صورت ہے۔عالم کبیر اگر حضرت انسان ہے جو کچھ انسان میں ہے وہی سب کچھ کل موجودات یعنی عالم صغیر میں ہے، ہمارے باہر کچھ نہیں ہے جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب کچھ ہمارے اندر کی تصویریں یا عکوس ہیں

۔یہ عناصر کیا ہیں؟ عالم کبیر یعنی حضرت انسان کی جان کا کرشمہ ہیں، عالم کبیر کی مختلف تشریحات وتائیدات کا نام کل موجودات ہے، کروڑوں کہکشاؤں، سات آسمانوں میں موجود اربوں کھربوں چاند وسورج ستارے سیارے، سات زمینیں اور زمینی مخلوقات تمام کے تمام حضرت انسان یعنی عالم کبیر سے متعلق ہیں یا اسکی جان کی تصویریں ہیں۔ہمارے باہر ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں، ڈھونڈ رہے ہیں، پا رہے ہیں، وہ سب کچھ اس عالم کبیر کی مرہون منت ہیں۔ہاں یہ سچ ہے کہ اس سب کچھ کی اصل ہم اپنے وجود میں نہیں دیکھ سکتے۔کیونکہ ہر عضوء ہر نس ناڑی میں لاکھوں کروڑوں ایسی قوتیں متحرک ہیں جن کے افعال کو سمجھنا جاننا پہچاننا انتہائی دشوار ہے۔ہاں یہ سب کچھ صرف وہ شخص سمجھ سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے، پہچان سکتا ہے جس سے تمام قوتیں مسخر ہوگئی ہوں یا یہ تمام قوتیں جس کی اطاعت کرتی ہوں۔خدا کی قدرت کے پوشیدہ راز کے مطابق سب کچھ عالم کبیر ہے۔کیونکہ عالم صغیر بھی عالم کبیر کا ہی حصہ ہے۔خدا کی قدرت کو ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تھے اس لئے خدا نے اپنی تمام قدرتوں کو ایک ٹھوس جسم کا مظہر بنا کر پیدا کیا ہے۔

عالم صغیر وکبیر کا اتحاد:

وہ کونسی ایسی طاقت ہے جس سے دونوں عالم ایک ہو کر ایک حقیقت کا اظہار کرتے ہیں؟ اس طاقت کا نام ''جان''، ہے جس طرح عالم کبیر کل موجودات کا مظہر بن کر حضرت انسان کی شکل میں موجود ہے اسی طرح یہ جان بھی کل موجودات کی تخلیق کے رازوں کا راز ہے۔ہر چیز اپنی ابتداء اور انتہاء کے درمیان عالم کبیر سے واسطہ رکھتی ہے۔کل موجودات کی اصل حضرت انسان کی جان میں جذب ہے، دونوں عالم کی ہر چیز حضرت انسان کی اطاعت کیلئے پیدا کی گئی ہے، تب ہی تو اسے اشرف المخلوقات کہتے ہیں۔دونوں عالم کے ہر شئ کی قوت و قدرت اسی حضرت انسان کی جان میں جنم لیتی ہے۔تحریک حرکت، حس و احساس، مقناطیسی قوتوں کی مظہر، قوت وکشش کی پیکر یہی جان ہے۔اے میری جان کی جان ان مضامین کو سمجھنے کی کوشش کر کہ تجھے مقصد حیات حاصل ہو جائے۔الغرض جان ہی ہر شئی کی حیات کا خلاصہ ہے، جسم کے

اندرونی عجیب عجیب افعال میں متحرک کون ہے؟ وہ جان ہے۔ وجود کے اعضاء، رگ وریشوں میں قوتوں کی ترنگوں سے کائنات میں شعاعیں بکھیرنے والی، عالم صغیر سے عالم کبیر کو جوڑنے والی کون شئی ہے؟ وہ تیری جان ہے، تیری سوچ وبچار کو، تیرے افکار کو، باہری آشیاء سے جوڑنے والی کون ہے؟ وہ تیری جان ہے۔ قلبی اور قالبی قوتوں کے مجموعہ کا نام جان ہے۔ جب تک یہ نہیں تب تک کچھ نہیں تھا، بس خدا تھا۔ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟ یہ سب کچھ کیوں کیسے ہوا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''انا من نور الله و کل خلائق من نوری ،، ''انا،، پہ غور کریں یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں۔ تمام مخلوقات کی جان کی جان نبی کریم ﷺ کا نور ہے۔ معلوم ہوا کہ جان ایک نور ہے۔

اے اللہ کے بندے، اے نبی کے امتی تیری جان کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کا نور ہے۔ لہٰذا تیری ہدایت کیلئے آپ فرما رہے ہیں ''اول ماخلق الله نوری ،، اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کا۔ یہ نور کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کی جان ہے، آپ کے جان سے تیری جان پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا ''انا ابوالادم ،، میں آدم کا باپ ہوں، نیز فرمایا میں آدم کی جدہ ہوں یعنی دادای بھی ہوں۔ تو کیا یہ تیری جان کے باپ نہیں؟ تو کس قدر اندھا ہو گیا ہے اپنی اصل سے بغض وعناد رکھتا ہے، اپنی اصل کی تحقیر پر آمادہ ہے۔ توبہ کر توبہ کر شاید تجھے تیرے ہونے کا مدعا نصیب ہو جائے۔ پیر کامل تلاش کر شاید تجھے تیری جان اور جینے کا مقصد ہاتھ آجائے صرف تحریروں کے پڑھنے سے تجھے علم تو آسکتا ہے عرفان نہیں۔

قوت اور قدرت جان کیا ہے؟

اے طالب اللہ ! جان کی قوت اور قدرت عجیب تر ہے، یہ تمام اندرونی و بیرونی قوتوں اور قدرتوں سے زیادہ بلندترین اور لطیف ہے۔ جب انسان اندرونی قوتوں کو مسخر کر کے اپنی ہی جان کا مظہر بن جاتا ہے تو ''انی جاعل فی الارض خلیفة ،، کے مطابق خلافت کے اعزاز سے سرفراز ہوتا ہے۔ ایسا خلیفہ جب کسی بھی مخلوق یا شئی کو حکم دیتا ہے تو اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ امر کرنے والے کے حکم کی تعمیل

کرے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے انگشتِ مبارک کا اشارہ کیا اور چاند کو دوٹکڑے کر دیا، پیڑ کو حکم دیا تو پیر جڑ سمیت اکھڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، کنکریوں کو حکم دیا تو کنکریوں نے کلمہ پڑھا، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز کا وقت گذر گیا، پس آپ نے سورج کی طرف دیکھا اور سورج پلٹ آیا۔ ایسی کئی مثالیں ہیں جو اولیاء اللہ سے بھی ثابت ہیں۔ بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کو حضور غوث پاک نے مع اشخاصِ بارات زندہ کر دیا، قبرستان پہونچے تو نوسو سال پہلے مرے ہوئے مردے کو زندہ کر دیا، اس طرح آپ پتہ کریں تو ہر بستی میں ایک محیر العقول واقعہ کسی نہ کسی بزرگ سے نسبت رکھتا ہوا ملے گا۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ سب کچھ ایک جان کا کرشمۂ قدرت ہے۔ اگر صاحب دل وجان چاہے تو قم باذن اللہ کہہ کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح مردہ کو زندہ کر سکتا ہے یا صرف قم باذنی (اٹھ میرے حکم سے) کہہ کر مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ کیا حضرت شمس تبریزی اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنھما نے نہیں کیا؟ معلوم ہوا کہ جب صاحب دل و جان اللہ کا خلیفہ فی الارض، اگر چاہے تو چاند وسورج، ستاروں سے لے کر ایک معمولی ذرے تک اپنی قدرت کا کرشمہ اللہ کے حکم سے دکھا سکتا ہے۔ جب صاحب دل وجان اس مقام پر آتا ہے تو اسے اللہ کا فقیر کہتے ہیں۔ فقیری کیا ہے کسی صوفی نے فرمایا ''الفقر فخری والفقر منی ،، یعنی فقیری میرا فخر ہے اور فقیری مجھ سے ہے۔ جب فقیری تمام ہو جاتی ہے تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''اذا تم الفقر فهو الله ،، جب فقیری تمام ہو جاتی ہے تو وہی اللہ ہے۔ بس یہ مرتبہ صرف جان سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام پر دونوں عالم کی ہر چیز فقیر کی قدرت سے باہر نہیں ہوتی، بس امر کیا یا کُن کہا تو ہو گیا۔ اگیان کیلئے یہ تمام قوتیں کرامات پر محمول ہوتے ہیں، گیانی کیلئے قوت وقدرت جانِ انسان کے کرشمات ہیں۔ اگیان کیلئے ان تمام خوارق عادات کو قصہ خوانی، قصیدہ خوانی کے ذریعہ اگیانوں کی سمجھ میں خود کے وقار کو بلند کر کے دنیا کمانا ہے، گیانی ان تمام باتوں سے عبرت اور قوت حاصل کر کے خود کو خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ اگیان اپنے باوادادا کے کرامات کا اظہار اگیانوں میں کر کے مسرور ہوتے ہیں، گیانی قوتِ جان کی قدرت پر حیران وششدر رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ ،، استقامت کرامت سے افضل ہے۔ کرامت یہ ہے کہ خواجۂ خواجگان معین

الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے ''انا ساگر''، کو ایک چھوٹے سے کوزہ میں سمو کر یا کھینچ کر ظاہر کیا۔استقامت یہ ہے کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوری قدرت واختیار اور قوت کے باوجود دریائے فرات کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جو حضرت خواجۂ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ورنہ کیا آپ کے پاس وہ کوزہ اور اختیار نہیں تھا جو خواجہ پاک کو حاصل تھا؟ اس لئے اولیاء کرام ،صوفیان عظام نے اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے آسان اور سہل راستہ بھی ہموار کر کے دیا ہے۔جس پر چل کر ہم منزل مقصود تک پہونچ سکیں ، یہ وہ راستہ ہے جو قرآن واحادیث کریمہ سے ماخوذ ہے ۔قرآن واحادیث کریمہ کے تمام کتب وذخائر کا مجموعی نکتہ اسی راستے کی طرف دلالت کرتا ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان اللہ تک پہنچ جاتا ہے ۔ ہر علم ، ہر عمل ، ہر کار خیر ، ہر عبادت ، ہر کتاب کا خلاصہ بندے کو اللہ کی طرف رجوع کر کے اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**العلم نقطة** ،علم ایک نقطہ ہے، وہ کونسا نقطہ ہے جس کو پہچاننے کے بعد تمام علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہر انسان خدا کی تخلیق شدہ ایک ذرہ کو بھی پہچاننا چاہتا ہے تو نہیں پہچان سکتا ،اس کی قدرت اس کی حکمت سے ابھی ناآشنا ہے۔ ہاں مگر سائنس نے صرف ایٹم کو تلاش کر لیا ،ایٹم کو توڑ کر پروٹون اور نیوٹرون تک پہونچا ۔مگر اس سے بھی باریک تر بات کو ''ذرہ'' کی شکل میں ہمیں اللہ نے بتا کر عقل کو حیران کر دیا ۔اسی طرح تمام ذرات ،جمادات ،نباتات ،انسانات اور کل مخلوقات کی حقیقت کو الگ الگ پہچاننا انسان کیلئے ناممکن ہے۔اس لئے صوفیان کرام نے اس راہ کو یہ کہہ کر آسان کر دیا کہ ہر شئی کی ایک حقیقت ہوتی ہے، اور ہر شئی کے باطن میں پوشیدہ سب میں برابر ایک ہی ذات محیط ہے ،قدیر ہے اور معی ہے ۔اگر ہم محیط اور محاط کو ،قدیر اور قدرت کو ،معی اور معیت کو پہچان لیتے ہیں تو سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔

اس مقام میں نظریہ وحدت الوجود کو تقویت ملتی ہے۔جس نے بھی ان اصولوں کی حقیقت کو سمجھا وہ سب کچھ سمجھ گیا۔اس لئے فقیر تمام قوتوں کا جان نام کی شئ میں ہر چیز کی حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے۔جس نے جان کو سمجھا اس نے دونوں عالم کی ہر چیز کو سمجھا اور پہچانا۔جس نے جان پر قبضہ کر لیا اس نے دونوں عالم کی ہر

چیز کو قبضہ میں لے لیا۔ کیونکہ دونوں عالم کی ہر قوت کا سرچشمہ جان ہے۔

جان کی جان کیسے بنیں :۔

ذکر واذکار ،اعمال واشغال اور مراقبات کے تمام فنون اور طریقے انسان کو جان کی جان بننے کے درس دیتے ہیں ۔اس شغل میں یا مراقبہ میں کوئی مصروف ہے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ سفر وہاں سے شروع کرے جہاں اس کی جان ہے۔ ہمارے قریب رہنے والی ہر شئی کی تسخیر کر لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔سب سے پہلے شریعت کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ شریعت ہی مسلمان کا وہ پہلا استاد ہے جو ہر انسان اور ہر چیز کی تسخیر کا ہنر سکھاتی ہے گویا شریعت تسخیر محبت کا تیر بہدف نسخہ ہے۔جس نے شریعت کا انکار کیا اس سے کوئی چیز مسخر نہیں ہوسکتی۔شریعت اپنے آپ کو اپنے وجود کو مسخر کرنے کا ہنر سکھاتی ہے۔ہاں مراقب کو دیکھنا ہوتا ہے کہ اپنے باہر کی چیزوں میں ،لوگوں میں ،اس کے قریب یا سب سے زیادہ قریب کون ہے؟ وہ خود اور اس کا وجود ہے اس کے وجود سے زیادہ قریب اس کا دل ہے، اب جسم اور دل کو متحرک رکھنے والی چیز کیا ہے ؟ وہ سالک کی جان ہے اور جان سے ہر چیز ، ہر قوت ، ہر قدرت قریب ہے ۔بس یہاں پہنچ کر وجود میں افعالی قوتوں کی ترنگوں ،لہروں ،شعاعوں ، پر قابض ہوجائیں تو سمجھنا چاہئے کہ جان پر قبضہ جمانا آسان ہے۔جو سالک یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اس کے لئے فقر آسان ہوجاتا ہے اور وہ کامل ہوجاتا ہے۔ایسا شخص جو اپنی جان پر کلیتًا قابض ہوجاتا ہے وہ سوائے خدا کے اسے نہ کوئی طاقت قبضہ کر سکتی ہے، نہ اس کو کوئی مرتبہ سے گرا سکتا ہے۔ایسے فقیر کو قوی اور اسم قادر کا مظہر کہتے ہیں ۔ایسے ہی شخص کو عارف باللہ کہتے ہیں۔

قوت جان سے تعلق رکھنے والے تمام علوم صوفیان کرام کے مرہون منت ہیں، آج کل ان علوم کا استعمال انسان خدا تک پہنچنے کی بجائے خود تک پہنچ کر بندوں پر سفلی طور پر استعمال کر کے خود موجد بن بیٹھ رہے ہیں ۔اس لئے فقیر کی تمنا ہے کہ ان علوم کو مزید سفلی ہاتھوں تک پہنچنے سے پہلے یا وہ خود ریسرچ کر کے

ان کا اپنا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے، میں خود ان حضراتِ گروہ صوفیاء تک ان علوم کو پہونچانا چاہتا ہوں جو ہمارے صوفیانِ کرام سے متوارث ہیں۔

ہم مسلمانوں سے بھیانک تاریخی غلطی یہ ہوئی کہ گزشتہ صدی کے آغاز میں ہم راہ تصوف سے ٹھوکر کھا کر یا علوم طریقت و معرفت سے صرف نظر کر کے، صرف اور صرف شریعت کے تحفظ کے نام پر کئی جماعتوں میں بٹ گئے۔ لہٰذا آج یہ خمیازہ بھی بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یوروپین بھی ان علوم اور مشوق سے فائدہ اٹھا کر سفلی علوم کی کئی شاخیں ایجاد کر لیے ہیں مثلاً (Reki) ریکی (Hyponotisun) ہائپو نا ٹیزم (Mismarisum) مسمریزم (Spiritulisum) اسپرچولیزم (Faith healers) فیتھ ہیلرس (Mind healers) مائنڈ ہیلرس (Deseas healers) ڈیسیز ہیلرس وغیرہ وغیرہ ان تمام شاخوں کے علوم میں وہ جان کر کریں یا انجانے میں کریں قوتِ جان کے تصور، تفکر اور توجہ کا نتیجہ ہی کار فرما ہے۔

جان اور عقل:

ہر فرد و بشر میں جان ہوتی ہے مگر وہ اس سے، اس کی قوت سے، اس کی کارکردگی اور افعال سے انجان ہے۔ جان کیا ہے دراصل جسم کی جان جاناں ہے۔ عقل کیا ہے؟ جان کی انتہائی نازک ترین افعالی صورت کا نام ہے۔ عقل کیا ہے؟ جان جاناں کا وزیر اعظم ہے جو تا موت حساس و بیدار رہتا ہے۔ یہی عقل اگر ظاہر پر مائل ہو کر صرف ظاہر میں مقید ہو جاتی ہے یا ظاہر پرست ہو جاتی ہے تو علوم ظاہر کے ساتھ نفس امارہ کہلاتی ہے۔ یہی عقل اگر باطن کی طرف رجوع کر کے باطنی قوتوں، حرکتوں، ترنگوں، لہروں اور شعاعوں پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیتی ہے تو خود شناسی کے بعد خدا شناسی کیلئے روح کہلاتی ہے۔ آج کا انسان عقل ہی کو سب کچھ مان کر یا رہبر مان کر چل رہا ہے۔ دراصل عقل کی دو اقسام ہیں (۱) پیدائشی اور فطری گن ہے جسے ہم عقل کہتے ہیں، یہ بالکل ہی ایک نچلی سطحی عقل ہے، یہ غافل دلی افعال کے حرکات ہیں جسے (Un

Conscious thouts) کہتے ہیں۔ نیند میں مچھر بھی کاٹ لے تو بے اختیار ہمارے ہاتھ وہاں پہنچ جاتے ہیں، یہ فطری عقل کا نمونہ ہے، یہ عقل نہیں عقل کی روشنی کی حرکت ہے۔ ہماری بے خبری میں سرزد ہونے والی تمام حرکتیں عقل سے نہیں عقل کی روشنی سے تعلق رکھتی ہیں۔ عقل کی دوسری قسم ہمارے پورے ہوش و حواس سے سرزد ہونے والے افعال سے تعلق رکھتی ہے، مثلاً پورے ہوش حواس میں سوچتے سمجھتے ہیں، فیصلے کرتے ہیں، بھلے برے میں تمیز کرتے ہیں، مگر اس عقل کی بھی ایک حد ہوتی ہے اپنے حد سے گذر کر یہ عقل کچھ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اس عقل کا دائرہ انسان چاہے تو کسی پیر کی رہبری میں اس قدر وسیع کر سکتا ہے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب انسان اس عقل کا استعمال تحقیق و تصدیق کیلئے کرتا ہے تو ٹوٹے ہوئے تاروں کی مانند عالم بالا سے ان دیکھے انوار سالک کے وجود میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے ایسے مناظر، ایسی ایسی قوتیں جسم میں داخل ہو کر دائرہ عقل میں نظر آنے لگتے ہیں کہ بس انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "العقل فی الانسان، الانسان مرأۃ الرب، عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان جسے کہتے ہیں وہ جان ہے اور جان قلب ہے، جس سے قالب کی زندگی ہے" اس حدیث پاک میں عقل، انسان اور رب کے رشتے کو ظاہر کیا گیا ہے۔ انسان جب اس عقل کی آنکھ سے عین الیقین کے ساتھ رب کا دیدار کرتا ہے تو اسے حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس حال کو عقل نور کہتے ہیں۔ (Super Conscious) بعض دفعہ اس عقل کا تعلق انسان کی چھٹی حس سے بھی ہوتا ہے، یہ وہی عقل ہے جو تصور کی یکسوئی سے گذرنے کے بعد مراقبہ میں روشن ہوتی ہے۔ اس مقام پر جسم اور جسمانی اعضاء کے اندرونی افعال سے آزاد دل بیدار ہو کر قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اندرونی افعال سے آزادی کیوں؟

دنیا کی ہر مخلوق کا جامع مظہر انسان ہے، ہمارے باہر جو کچھ ہے وہ ہمارے اندر کی قوتوں کے مظاہر ہیں۔ مثلاً ایک نجس جانور خنزیر کو خدا نے کیوں پیدا کیا؟ اس کا بدل کوئی اور پاکیزہ جانور بھی پیدا کر سکتا

تھا؟ جواب یہ ہے کہ انسان میں بھی ایک ایسا ہی فطری جانور ہے، یا ایک گن بن کر پوشیدہ ہے جس کا نام غصہ ہے۔ غصہ کیسا ہوتا ہے کیا کرتا ہے؟ انسان اس گن کی کارکردگی کو، افعال کو اپنے اندر نہیں پہچان سکتا تو اپنے باہر اس کا مظہر دیکھے وہ خنزیر ہے۔ لہٰذا اپنے اندر انسان کیلئے غصہ حرام ہے اور اپنے باہر غصہ کا مظہر جانور حرام ہے۔ اسی طرح انسان میں ہر مخلوق کی اصل وصف بن کر موجود ہے، مثلاً کہتے ہیں چیل کی نظر مردار پر! بہت بلندی سے بوقت پرواز چیل کی نظر مرے ہوئے کسی مردار جانور پر پڑتی ہے تو اس کی طرف اتر آتی ہے۔ لہٰذا اللہ نے ہمارے اندر ایک وصف یا گن رکھا ہے جس کو بدنظری یا بری نظر کہتے ہیں۔ پرائے مال پر نظر ڈالنا یا پرائی عورت پر نظر ڈالنا یا نظر ڈالنے کے بعد اس چیز پر قابض ہونے کی کوشش کرنا یہ سب کچھ ادھر حرام ہے۔ ادھر چیل ایک پرندہ ہونے کے باوجود اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح بچھو آنکھ والا ہونے کے باوجود اندھے جانور کی طرح چلتا ہے اور ڈنک مارتا ہے جس کا اثر وہی جانتا ہے جس کو بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ یہ گن بھی ہمارے اندر چغل خوری کا وصف بن کر موجود ہے۔ ہمارے اندر اس کی اصل ہے اور باہر اس کا مظہر ہے۔ لہٰذا اس کا استعمال بھی حرام اور چغل خوری بھی حرام ہے۔ گدھا کیوں پیدا کیا گیا؟ ہمارے اندر گدھے کی وصف موجود ہے، جہل کا بوجھ ڈھونا یا اس علم کا بوجھ ڈھونا جس سے مخلوق کو کسی طرح کا فائدہ نہ ہو بس حقیقت میں وہ گدھے کی طرح ہے، ہمارے اندر وہ گن بن کر موجود ہے، ہمارے باہر اس کا مظہر ہے۔ کتا کیوں پیدا کیا گیا؟ کتے کی اصل ہمارے اندر کسی صورت میں گن بن کر موجود ہے، حرام وحلام کی تمیز کے بغیر پیٹ کی پرورش کرنے والے کو کتا کہتے ہیں، بس اس گن کے مظہر کا نام کتا ہے، جس کو ہم اپنے باہر دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ بزدلی اور بہادری کے اوصاف بھی انسان میں ہوتے ہیں، ان کے مظاہر دیکھنا ہو تو بکرے اور شیر کو دیکھ لو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''الدنیا جیفة و طالبها کلاب ،، جو دنیا مردار ہے اس دنیا کا چاہنے والا کتا ہے، نیز ارشاد فرماتے ہیں ''خلقت الحمار بصورة البشر ،، یعنی گدھے بھی انسان کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کی کئی بار تنبیہ فرمائی ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ انہیں شعور نہیں؟ کبھی کہتا ہے یہ بدعقل ہیں بے وقوف ہیں، کبھی کہتا ہے یہ انسان نہیں جانور ہیں۔ ہمارے ہی اندر

فرشتوں جیسے اوصاف بھی ہیں جو انسان کو عبادت کی طرف مائل کرتے ہیں، یہ بہترین اوصاف ہیں جو انسان میں پوشیدہ کئے گئے ہیں ایسے اوصاف انسان کے ہفت اندام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے ان اوصاف کے مظاہر کو اللہ نے فرشتے بنا کر سات آسمانوں پر تعینات کر دیا ہے۔ اس طرح انسان کے اندر اٹھارہ ہزار اوصاف یا گن موجود ہیں اور انسان کے باہر وہ مظاہر کی شکل میں موجود ہیں۔ یہ سب کیوں؟ یہ سب کچھ اس لئے کہ انسان اپنے باہر کی چیزوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ تا کہ انسان کو اپنے مقام ''انی جاعل فی الارض خلیفة ،، کا احساس ہو جائے اور وہ اپنے مرتبہ کو پہچان سکے۔ اس لئے ہمارے باہر جو کچھ ہے وہ ہمارے اندر کی فطری قوتوں کے مظاہر ہیں۔ ان تمام چیزوں سے تمام مخلوقات سے زیادہ اشرف وشریف انسان ہے، یہ سب کچھ انسان کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کیلئے تمام چیزیں مسخر کی گئیں ہیں، انسان کو چاہئے کہ ان تمام قوتوں کی تسخیر کرے نہ کہ ان کی پرستش واطاعت کرے۔ اس لئے اسلام میں بت پرستی، ستارہ پرستی حرام ہے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں ہماری ہی قوتوں کے مظاہر ہیں۔ انسان اپنی ہی چیز کی آپ پرستش کیا تو مشرک ہو جائے گا۔ چاند، سورج، ستارے کیا ہیں؟ ہماری اندر ہی کی چیزیں ہیں جو مظاہر کی طرح جگمگا رہے ہیں، جس انسان نے پنے اندر ہر چیز کی اصل کو مسخر کر لیا ہے، یا غلام بنا لیا ہے اس انسان کے اشارے پر یہ پلٹ آتے ہیں، ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ جس نے ان چیزوں کی پوجا کی دراصل وہ اپنی ہی قوتوں کا پجاری ہے اور یہ شرک ہے۔ بس اس لئے ان تمام قوتوں سے مکمل آزادی حاصل کرنے کا نام نجات ہے اور ناجی ہی جنت کا حقدار ہے۔ آج کی جدید سائنس نے بھی انسان کے مرتبہ کو (Macro Univers) بڑا عالم قرار دے کر تسلیم کیا ہے، سائنس کہتی ہے جو کچھ ہمارے باہر ہے اس کی اصل ہمارے اندر ہماری قوتیں یا کیمیکلس (Chemicals) کی شکل میں موجود ہیں۔

اس لئے بار ہا اللہ نے ہمیں یہ دعوت دی ہے کہ ہم قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟ تم کو ہم تمہارے نفوس میں اور آفاق میں اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں اور تم دیکھنا کیوں نہیں چاہتے؟ یہ کتاب مبین یعنی کھلی ہوئی کتاب ہے تم معمہ سمجھ کر نہ رکھ دینا، یہ ایسی کتاب ہے جس میں ہر خشک وتر کی خبر دی گئی ہے۔ کیا تم

بے وقوف گونگے ، بہرے ، اندھے ہوگئے ہو؟ یا تم جانور بن گئے ہو کہ اس وضاحت اور کھلی کتاب کے باوجود ہدایت پر نہیں آتے ؟ تم کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ عنقریب تم اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے؟ وغیرہ وغیرہ عبرت کے کوڑے برسانے کے باوجود ہم اپنے آپ کو انسان کہنے والے اپنے اندر بھی راہ حق سے بھٹک رہے ہیں اور اپنے باہر بھی راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں ۔ایسے ہی حالات کے مدنظر اللہ رب العزت فرماتا ہے ''اَفَمَنْ شَرَّحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُورٍ مِن رَّبِّھِم'' ہم جسے چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں اور اس میں ایک نور کو نمودار کرتے ہیں ۔اب اندازہ لگایئے اس حال میں کس کس انسان کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھولا ہوگا پھر کس کس کے اسلام میں وہ نور کو نمودار کیا ہوگا ۔بس اس سے زیادہ بحث کروں تو ہمارے محترم مفتی صاحبان کے قلم حرکت میں آجائیں گے ۔

کسی دانا نے کیا خوب کہا ہے تم وہی ہو جو تم کھاتے ہو (You are that what you eat) جیسا ان ویسا من ۔تم وہی ہو جو تم چاہتے ہو (You are that what you want) تم وہی ہو جس کی تمہیں تلاش ہے (You are that what you serch)۔

دل کیا ہے؟

دل کیا ہے؟ عالم کبیر کا مظہر ہے ، دل کیا ہے؟ ایک نور ہے ، دل کیا ہے؟ جان کا مظہر ہے ۔ جان کیا ہے؟ خدا کا مظہر ہے ۔ جب تک دل جان سے جدا ہے مگر فرمانبردار ہے تب تک دل دل ہے ۔ جب دل و جان ایک ہو جاتے ہیں تو اسے دل ، جان یا قلب کہتے ہیں ۔ عالم صغیر و عالم کبیر کیا ہے؟ کیمیائی اور جوہری قوتوں کی ترکیب کے مجموعات ہیں ، ہمارے اندر بھی ایک کیمیائی قوتوں کی دنیا ہے (chemicals) ہمارے باہر بھی ایک کیمیائی (Chemicals) قوتوں کی دنیا ہے ، ہمارے اندر ہزاروں لاکھوں قسم کے کیمیاجات ہیں ہمارے باہر بھی ان کیمیاجات کی تراکیب کے مجموعات ٹھوس اجسام و اشکال میں موجود ہیں ۔ جمادات ، نباتات ، حیوانات اور انسانات کیا ہیں ؟ لاکھوں کیمیاجات کی تراکیب

سے مرکب ٹھوس اجسام ہیں ، ہمارے اندر ان اجسام کی یا ٹھوس مرکبات کی اصل الاصول کیمیاجات (Chemicals) کی قوتوں کی شکل میں موجود ہیں ۔صوفیان کرام میں بعض حضرات ان کیمیاجات کو کوئی جوہر کہتے ہیں کوئی نور کہتے ہیں کوئی نور اور جوہر کا مادہ کہتے ہیں ۔مگر سائنس نے بھی اپنے علم کے مطابق اس کو کیمیکلس کہا ہے ۔ بہر حال یہ کیمیاجات کیا ہیں ؟ خدا کی قدرت کی قوتیں ہیں ۔ دراصل یہ کیمیاجات نہیں جواہر وانوار ہیں ۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

زندگی کیا ہے کہ اجزاء کا ظہور ترکیب
موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشان ہونا

آیئے اپنے اصل موضوع دل پر آتے ہیں تو دل کیا ہے؟ خدا کا آئینہ ہے ۔خدا کیا ہے؟ دل کا آئینہ ہے ۔

فطرت اور سائنس :

سائنس ایک اچھی سائنس ہے ابتداء سے آج تک سچائی کی تلاش میں ہے ۔ایک تو بڑی تحقیق و تصدیق کے بعد کسی نتیجہ کو پورے ثبوت کے ساتھ اخذ کرتی ہے ۔کبھی اپنے اخذ کئے ہوئے نتیجہ کو خود جھٹلا کر دوسرا نظریہ پورے ثبوت کے ساتھ پیش کرتی ہے ۔ دنیا میں صرف سائنس ہی ایسا شعبہ ہے جو تعصب سے پاک اور حقیقت کو تسلیم کرتا ہے ۔ایک سائنسداں ایک نظریہ کو پیش کرتا ہے تو پوری تحقیق و ثبوت کے بعد لوگ اسی نظریہ کی تبلیغ کرتے ہیں ۔ اگر دوسرے سائنسداں نے اسی نظریہ کو رد کر کے دوسرے مثبت دلائل کے ساتھ پیش کرتا ہے تو اسی کو تسلیم کیا جاتا ہے اور پہلے کو رد کر دیتے ہیں ۔ مثلاً نیوٹن نے کہا تھا کہ کسی بھی چیز کے وجود کیلئے تین چیزوں کا ہونا لازمی ہے ، لمبائی ، چوڑائی اور موٹائی ، سائنس نے کافی سالوں تک اس کو تسلیم کیا ، اچانک آئنسٹن نے تین چیزوں کے ساتھ کسی شئی کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور چوتھی چیز وقت کو بھی شامل کر دیا ، سائنس نے اس نئے نظریہ پر مہر تصدیق ثبت کیا اور دوسرے نظریہ کی تبلیغ شروع کی اور پہلے کو رد کر دیا ۔ آج کی سائنس تمام جدید ترین ترقیات کے باوجود صرف نیچر تک پہونچ پائی ہے ، نیچر سے آگے کسی نظریہ کو یا کسی

مذہب کو تسلیم نہیں کرتی۔ ہر شی کی اصل کو کیمیکل (Chemical) اور مادہ کا کھیل مانتی ہے۔ ہر وجود کے ٹھوس ہونے میں مادہ اور کیمیکل کو روح رواں مانتی ہے اور ہر شی کی حقیقت واحدہ میں صرف کیمیکل کی نیرنگیوں کو تسلیم کرتی ہے، یہ اس کا اپنا فطرت پرستانہ تقاضہ ہے پھر بھی سائنس کسی حد تک مبارک باد کی مستحق ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کے وجوہات اور سچائی کی تلاش میں کچھ وہی نظریہ جات پیش کر رہی ہے جو چودہ سو سال پہلے قرآن میں مندرج ثبوت کے طور پر موجود ہیں۔

اگر ہم سائنس سے پوچھتے ہیں کہ یہ فطرت کیا ہے؟ یہ بڑی متناسب ترکیب کے ساتھ، ایک آفاقی قانون کے ساتھ کس طرح وجود میں آئی؟ اس فطرت کا خالق کون ہے؟ تو سائنس لاجواب ہوکر واپس فطرت پر لوٹ جاتی ہے۔ یا سائنس جس کو فطرت کہہ رہی ہے یہی تو خدا کی قدرت ہے جو ہر دور کی سائنس کو بہت کم سمجھ میں آتی ہے۔ آج تک قدیم یا جدید سائنس نے جو کچھ ایجاد کیا ہے، سچائی کی تلاش کی ہے۔ یہ سب کچھ قرآن کو اللہ کی کتاب ہونے کا ثبوت فراہم کرتی آئی ہے۔ کیونکہ جتنے بھی فلاحی واصلاحی یجادات ہوتے آئے ہیں، ان کا ذکر یا ان کے فارمولوں کی جان کہیں قرآن میں تو موجود نہیں؟۔ آئنسٹن یہودی نژاد سائنسداں تھا یہودی علماء قرآن اور عربی زبان کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ شاید قرآن ہی کے مطالعہ کے بعد آئنسٹن نے سائنس کو اس وقت تک سائنس نہیں مانا جب تک کہ سائنس کی تائید مذہب نہ کرے۔ لہٰذا وہ کہتا ہے کہ (Riligion withuout science is lake and science without Religion is blind) یعنی مذہب سائنس کے بغیر لنگڑا ہے اور سائنس مذہب کے بغیر اندھی ہے۔ شاید امت مسلمہ کا زوال بھی قرآنی علوم سے بچھڑ جانے کا نتیجہ ہی ہے۔ ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن ہر سائنس کی ماں ہے۔ مگر قرآن میں تدبر کرکے ان علوم کو اجاگر کرنے کی کبھی زحمت ہی نہیں گوارہ کرتے، جن کو آج کی جدید سائنس ثابت کرتی آئی ہے۔ جب کہ ہمارے پرکھے قریب قریب ہر سائنس کے موجد رہے ہیں، ہم ان کے خدمات کو فراموش کرکے نکھرے ہوئے یوروپین سائنسدانوں کے نظریات کو تسلیم کرکے آج کی جدید ایجادات کے موجد بیگانوں کو قرار دے رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے دنیا

، زمین آسمانوں سے متعلق وہ تمام علوم کو جن کا مشاہدہ آج ہم کر رہے ہیں، وہ سب کچھ علوم کا قرآن میں موجود ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ بزرگوں کی تحقیق پر قربان جائیں کہ آج کے تمام جدید علوم اور سائنسوں کے علاوہ قرآن میں (77450) ستہتر ہزار چار سو پچاس اقسام کے علوم کا ذکر کیا جانا، تفصیلی نہ سہی اجمالی فارمولوں کا پیش کیا جانا ثابت کیا ہے۔ احادیث کریمہ میں ہزاروں علوم کا ذکر اور پتہ ہمیں ضرور ملے گا۔ مگر ہمیں نیک نیتی سے اسے تلاش کرنا ہوگا۔

ہمارے مدارس اور دارالعلوم:

بنام اسلام ہر فرقہ، ہر جماعت نے اپنے اپنے مدارس اور دارالعلوم تعمیر کر لئے ہیں۔ یہ طلباء علم سے آباد بھی ہیں۔ یہاں کیا پڑھایا جاتا ہے؟ قرآنی ناظرہ، قرأت تجوید، صرف ونحو، فقہ واصول فقہ، چند اختلافی مسائل، تاریخی پس منظر کے ساتھ مکی مدنی تفسیر، احادیث کے ظاہری تراجم کی نصیحتیں جنت کے تذکرے، حور وغلماں کے حسن کی تعریف، جہنم کی بھیانک کیفیتیں وغیرہ وغیرہ بچہ ان تمام تعلیمات کو حاصل کرتے کرتے جوان ہوجاتا ہے تو اس کے ہاتھ میں ایک سند کے نام پر ایک کاغذ کا پرزہ تھما دیا اور بھیج دیا کہ بس جاؤ میاں تم عالم، فاضل، مفتی اور محقق سب کچھ بن گئے۔ یہ اگر نہیں بن پائے تو کم از کم حافظ وقاری ضرور بن گئے ہو! جاؤ اب کسی مدرسہ یا دارالعلوم میں ماہانہ چار پانچ ہزار کمانے والے معلم بن جاؤ یا کسی مسجد کی امامت کا پیشہ اختیار کرو۔ ہاں اگر چار پانچ ہزار کی تنخواہ میں تمہارے والدین بھائی بند بیوی بچوں کا پیٹ پالنا دشوار ہورہا ہو تو بازار سے بے سند کوئی عملیات والی کتاب خرید لو اور تعویذ بازی کرو، جادوٹونے کے نام پر پھونک پھانک کرو یا بیان بازی میں اپنا نام ومقام پیدا کرو تا کہ تمہاری سننے والی جماعت تم سے مسحور ہوسکے۔ یہی ہماری قوم کی کڑوی کسیلی سچی اور سیدھی حقیقت ہے۔ ہم لاکھ انکار کرنے کے باوجود آج کے جدید علوم سے آراستہ طبقہ میری باتوں سے متفق ہوگا۔ کیونکہ یہ سچائی ہے۔ اللہ نے ہمارے علماء کو بار بار وارننگ، ارشاد ربانی ہے " وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیلاً "، میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کیلئے مت بیچو، جاننا چاہئے کہ

اللہ کے آیات نہ تعویذ میں بک سکتے ہیں نہ تقریر میں بک سکتے ہیں، نہ تحریر میں بک سکتے ہیں، اس کا بیچنا بھی گناہ ہے خریدنا بھی گناہ ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر چند لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ آیات اللہ کو نہ بیچیں، اور یہ جو قرآن تحریر کر کے ہم لوگوں کو بیچ رہے ہیں کیا یہ گناہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا قرآن مقدس ہے قرآن غیر مخلوق ہے غیر مخلوق کو مخلوق بیچ نہیں سکتی۔ ہاں اگر وہ چاہے تو تحریری وقت کا محنتانہ لے سکتی ہے۔ اس لئے قرآن ضخیم ہونے کے باوجود آج بھی مناسب قیمت پر دستیاب ہوتا ہے۔ مگر قرآن سے اخذ کی ہوئی ایک تعویذ ہزاروں روپے میں بک رہی ہے، جادوٹونے کے نام پر لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے، ہم مسلمان رسول پاک کے وفادار ہونے کا دعویٰ کرنے والے رسول پاک کے امتی کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں۔ جادوٹونا کرنے والے، جن اور بھوت کے امکان ہونے کی جھوٹی فال لینے والے، امت رسول اللہ کو غیر مرئی قوتوں کے پہنچائے جانے والے نقصان سے خوفزدہ کر کے لوٹ رہے ہیں۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے جب یہ سوچتے ہیں کہ جو امت رسول پاک کا غدار ہے وہ رسول پاک کا وفادار کیسے ہوسکتا ہے۔ آج کل ملک بھر میں پھیلے ہوئے کئی مساجد کے امام تعویذ بازی کے پیشے میں مبتلا ہیں۔ یاد رکھو! اس دھندے کو چلانے کیلئے بہت جھوٹ بولنا پڑ سکتا ہے، اگر تم جھوٹ بولو گے تو امامت کیسے کرو گے۔ کیونکہ جھوٹوں کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا ''لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی الْکٰذِبِینَ''، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کرلو کیا ایک لعنتی کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟ اگر ہوسکتی ہے تو شیطان کے پیچھے کیوں نہیں ہوسکتی؟

اے ملک بھر میں بکھرے ہوئے، دربدر بھٹکنے والو بیوی بچوں کو دور دراز بستیوں میں چھوڑ کر مہینوں برسوں تنہا رہنے والو، لوگوں کی تقدیریں پڑھ کر تقدیر کی رہبری کرنے والو، عورتوں اور بیماروں کا فال لینے اور دینے والے عاملو خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کہ تم عامل کیسے بن گئے، بازار میں بکنے والی بے سند تعویذات کی کتابیں پڑھ کر یا قرآن پر عمل کر کے؟ یا قرآن کی کس آیت پر عمل کیا ہے۔ کیا عمل کیا ہے؟ جو تعویذ بازی میں خود کو عامل کے طور پر بیچ رہے ہو، ہماری فقیرانہ عقل کے مطابق عامل قرآن ہی کو عامل کہتے ہیں۔ تم اگر عامل قر

آن ہو تو تمہیں تعویذ بازی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ عامل قرآن اللہ کا ولی ہوتا ہے۔ ہماری سمجھ کے مطابق علم سے عمل پیدا ہوتا ہے، عمل سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور متقی اللہ کا دوست ہوتا ہے، اور جو اللہ کا دوست ہوتا ہے وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ ہیرا پھیری، جھوٹ اور دغا کے کام ہرگز نہیں کرسکتا۔ جو عامل ہوتا ہے وہ متقی پیر ہیزگار ہوتا ہے، حرام یا مشکوک نوالہ بھی کھانے کو زہر ہلاہل سمجھتا ہے۔ پھر اگر تم اس قسم کے عامل ہوتو تعویذ بازی کو ہرگز پیشہ کے طور پر استعمال نہ کرتے اور اگر تعویذ لکھتے بھی تو خدمت خلق کیلئے لکھتے۔ اگر تم علم عمل، عامل، تقویٰ اور متقی کا معنیٰ نہیں جانتے تو کم از کم تعویذ ہی کا معنیٰ بتادو کہ تعویذ کسے کہتے ہیں۔ یہ کون لکھ سکتا ہے؟ ہماری سمجھ کے مطابق تعویذ تعوذ سے مشتق ہے تعویذ کا معنی ہے اللہ کی پناہ میں دینا، کیا ہم جیسے جھوٹے، مکار، ریاکار، چاپلوس جھوٹی فال نکالنے والے امت رسول پاک کو گمراہ کر کے ہزاروں روپے اینٹھنے والے بازاری کاروباریوں کی مانند جھوٹے، ہزاروں روپے لے کر کوئی تعویذ لکھ کر یا ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ لکھ کر کہہ دیں کہ اے اللہ تو اس بندہ کو اپنی پناہ میں لے لے تو کیا اللہ رب العزت اپنی پناہ میں لے لے گا؟ اور اسے شفاء عطا کرے گا؟ کیا ہم ہزاروں روپے لے کر مریض کو یا مظلوم کو اللہ کی پناہ میں تعویذ نامہ لکھ کر دیں تو کیا اللہ اس کو پناہ دے دے گا؟ ہماری ناقص معلومات کے مطابق تو تعویذ لکھنا یہ کام صرف اُسی کا ہے جو اللہ کو پہچانتا ہو، جو اللہ کا دوست ہو، جو اللہ کے بندوں کا فریادرس ہو، جو دردمند ہو۔ بس حضرت فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب مرید کو منصب خلافت پر فائز فرما کر محبوب الٰہی کا اعزاز عطا کر کے حضرت نظام الدین اولیاء سے فرمایا اے نظام الدین آج سے تعویذ لکھنا شروع کرو، اللہ کے مجبور مریض بندوں کو اللہ کی پناہ میں دینا شروع کرو، تو حضرت محبوب الٰہی یہ حکم سن کر حیران و پریشان ہوگئے اور پوچھا کیا تعویذ کے ذریعہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی پناہ میں مجھ جیسا شخص بھی دے سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ پھر کہا خیر چھوڑ دو۔ آپ کے تذکرات میں ملتا ہے کہ آپ پر دومرتبہ جادو کیا گیا لہٰذا آپ نے معلوم ہونے کے باوجود اپنا علاج خود نہ کر کے پرہیزگار عامل بلائے گئے۔ نعوذ باللہ من ذالک آج کے نام نہاد بازاری جھوٹے عاملوں سے اللہ امت رسول اللہ ﷺ کو محفوظ رکھے۔ آمین اس ضمنی بحث کے بعد

ہم اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

قرآن اور علوم دو عالم:

ہماری گذارش ہے کہ مسلمان بچوں کو دین کے نام پر صرف دین تک محدود رہنے والے علم کے سکھانے کی بجائے قرآن کے وہ تمام علوم کی تعلیمات دینی چاہئے جو جو زمانہ بھر میں آج رائج ہیں۔ جس سے ہر قوم مستفید ہو رہی ہے ایک اکیلی ہماری قوم ہی اس بدنصیبی کا شکار کیوں؟ جب کہ اس قوم کے قرآن میں وہ تمام علوم موجود ہیں۔ ان تمام قرآنی علوم سے چشم پوشی کر کے صرف فقہ یا دینی مسائل کو سکھا کر دیگر علوم قرآن سے جاہل رکھ کر طالب علم کو عالم کی سند دینا کہاں تک درست ہے؟ اگر ان سوالات کے جواب میں ہم یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ صدیوں سے مدارس میں، دارالعلوم میں بس یہی کچھ سکھایا جاتا ہے۔ یا ہم آج بھی وہی کام کر رہے ہیں جو ہم سے پہلے والوں نے کیا ہے؟ یہ بہانہ کمزور اور معذور ہے۔ کل کے دور میں کل کی سائنس کے مطابق لوگوں کو مدارس میں علم حکمت سکھا کر حکیم یا حاذق طبیب بھی بنایا جاتا تھا علم ریاست سکھا کر راجہ اور پرجہ کے فرائض سکھائے جاتے تھے، عطر کشید کرنے کے طریقے سکھائے جاتے تھے، اسلام کے وہ فرزندان جو قابل سرجن یا ڈاکٹر رہے ہیں علم ریاضی کے ماہر رہے ہیں، علم کیمسٹری کے ماہر رہے ہیں، جن کا تذکرہ صدیوں سے ہماری تاریخ میں پڑھنے کو ملتا ہے، صدیوں پہلے کے وہ جغرافیہ دان جو زمین کو خط استواء کے ساتھ ڈگریوں میں تقسیم کیے یہ کون تھے، کن مدارس کے طالب علم رہے ہیں، وہ مورخین صدیوں سے علم تاریخ میں جن کا ثانی نہیں ملتا وہ کن مدارس میں پڑھے ہوئے تھے؟ اس وقت یہ اسکول یہ کالج ہے یونیورسٹی کا ایسا نظام کل نہیں تھا جو آج ہے، کل جب مٹی کے تیل کے چراغ جلتے تھے جب بھی ہمارے سائنس داں دینی مدارس سے نکلے ہیں، دنیا میں پہلا ہوائی جہاز بنا کر اڑانے والا سائنداں مسلمان تھا۔

قرآن مجید کی پہلی سورت:

" اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ "، اے میرے حبیب ﷺ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے (ہر شی کو) پیدا کیا، اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ (لکھنے پڑھنے) کا علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ قرآن کی پہلی آیت اللہ کے محبوب ﷺ پر نازل کر کے اللہ نے کچھ ضروری علوم کی وضاحت کی ہے۔ پہلی آیت اسلامی نظریہ الٰہیات اور اخلاقیات کو پیش کرتی ہے، دوسری آیت حیاتیات جنسیات کی سائنس کو پیش کرتی ہے، تیسری آیت اسلامی عقیدہ اور فلسفہ حیات کو پیش کرتی ہے، چوتھی آیت فلسفہ تعلیم ذرائع تعلیم پر فوکس کرتی ہے، پانچویں آیت نے علم و معرفت خدا، فکر و افکار علوم و فنون اور فلسفہ و سائنس کے میدانوں میں تحقیق و تلاش کے تمام دروازے کھول دیئے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! ذرا سوچو "علم بالقلم"، کے تحت امت مسلمہ میں جو قلمی و علمی انقلاب آیا تھا دنیا کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ عرب کی بدوی قوم نے ایسے ایسے علمی تاریخی فنی ثقافتی میدانوں میں کارنامے دکھائے ہیں کہ آج بھی ان کے مخطوطات پڑھ کر دنیا کے سائنسداں حیران ہو جاتے ہیں،

عالم اسلام اور تہذیب و ثقافت:

قرون وسطیٰ میں شرح خواندگی اور تعلیم و تعلم کے انقلاب نے اس قدر ترقی کی تھی کہ سسلی جیسے چھوٹے سے شہر میں 600 چھ سو مدارس قائم کیے گئے تھے، جہاں 3000 تین ہزار طلباء زیر تعلیم تھے، اس طرح دمشق، حلب، بغداد، موصل، مصر، بیت المقدس، بعلبک، قرطبہ، نیشاپور، اور خراسان وغیرہ مدارس اور دارالعلوم سے جگمگا رہے تھے۔ جامعہ نظامیہ بغداد میں ہمیشہ 6000 چھ ہزار طلباء زیر تعلیم رہتے تھے۔

دسویں صدی میں صرف شہر دمشق میں 63 شافعی تعلیمی ادارے تھے، اس کے علاوہ 52 حنفی، 11 حنبلی اور 4 مالکی مذاہب سے تعلق رکھنے والی درسگاہیں تھیں۔ میڈیکل گراونڈ میں اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا ہسپتال اموی خلیفہ عبدالملک 86ھ تا 96ھ نے تعمیر کیا۔ اس سے پہلے شفاخانے، دواخانے، چلتی پھرتی ہسپتال، طبی امدادی مراکز جوغزوۂ خندق کے وقت مدینہ منورہ میں کام کررہے تھے۔

الغرض یہ سب ہمارے کل سے تعلق رکھنے والے مدارس اور علمی تحقیقات کا ثبوت ہے۔ اب یہاں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کل وہاں کیا کیا علوم پڑھائے اور سکھائے جاتے تھے، کتنے علوم سکھائے جاتے تھے، ماہر استاد کون تھے؟ انہوں نے یعنی اس بدوی قوم نے کہاں سے وہ سب کچھ سیکھا تھا جو بعد آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوئے؟ میرے بھائی! یہ تمام علوم ہمارے دینی مدارس میں قرآن اور احادیث کریمہ کے انقلاب سے آئے تھے، ماہر استادوں نے خود پہلے قرآن میں تدبر کیا اور کئی علوم ڈھونڈ نکالے "علم بالقلم،، کے حکم سے علمی وقلمی انقلاب پیدا کیا۔

کل کے مدارس ودارالعلوم میں پڑھانے والے علوم:

(۱)علم توحید(۲)علم قرأت و تجوید(۳)علم نحو(۴)علم صرف (۵)علم تفسیر(۶)علم لغت(۷)علم اصول(۸)علم فروع(۹)علم کلام(۱۰)علم فقہ وقانون(۱۱)علم فرائض اور میراث(۱۲)علم جرائم Criminology(۱۳)علم حرب و جنگ(۱۴)علم تاریخ(۱۵)علم تزکیہ وتصوف(۱۶)علم تعبیر(۱۷)علم ادب(۱۸)علم بلاغت معانی بیان و بدیع(۱۹)علم الجبراء(۲۰) علم مقابلہ(۲۱)علم مناظرہ(۲۲)علم فلسفہ(۲۳)علم نفسیات(۲۴)علم اخلاق(۲۵)علم سیاست(۲۶)علم سماج و معاشرہ(۲۷)علم ثقافت Culture(۲۸)علم خطاطی(۲۹)معیشت اور اقتصاد(۳۰)علم کیمیاء(۳۱)علم طبعیات Physics(۳۲)علم حیاتیات Biology(۳۳)علم نباتات Botany(۳۴)علم زراعت(۳۵)علم حیوانات Zoology(۳۶)علم طب Medical Science(۳۷)علم

ادویہ Pharmacology(۳۸)علم جنین Embryology(۳۹)علم تخلیقات Cosmology(۴۰)علم کونیات(۴۱)علم ہیئت Astronomy(۴۲)علم جغرافیہ(۴۳)علم ارضیات(۴۴)علم آثار قدیمہ Archeology(۴۵)علم میقات Time Keeping۔ سوال یہ ہے کہ عرب حضور ﷺ سے پہلے جاہل تھے ان تمام علوم کو کہاں سے سیکھا؟ جواب، صرف اور صرف قرآن اور احادیث کریمہ سے سیکھا اور سکھایا۔ یقیناً یہ تمام علوم قرآن اور احادیث کریمہ سے ماخوذ ہیں۔ یہ مذکورہ تمام علوم کے علاوہ بھی بہت سے علوم ہمارے کل کے ہیں یا کل کے مدارس اور دارالعلوم میں سکھائے اور پڑھائے جاتے تھے۔ مزید فارغین کیلئے قرآن واحادیث کریمہ کی تحقیق کے شعبے قائم کئے گئے تھے جہاں سے عالم کامل کی سند یا آج کے زمانے کے ڈاکٹریٹ کی سند دی جاتی تھی۔ تب کہیں جا کر یہ حضرات معلم کا کام کرتے تھے۔

آج کے مدارس اور تعلیمی معیار:

آج کا انسان مذکورہ تمام تر علوم قرآن سے چشم پوشی کر کے صرف فقہ اور ضروریات دین کے سکھانے کے اداروں کا نام اگر دارالعلوم رکھ لیتا ہے تو یہ آج کے دور کے تقاضوں کے مدنظر کچھ قابل قبول نظر یہ نہیں معلوم ہوتا۔ آج کا انسان اگر صرف برائے نام فقہ، تفسیر وحدیث پڑھانے کے مدرسہ کا نام دارالعلوم رکھ لیتا ہے تو یہ قرآن کے ان علوم کے ساتھ عجیب سا لگتا ہے جو قرآن سے انسانیت کی فلاح و بہبود ی کیلئے ماخوذ ہیں۔ آج کا انسان آج کے دارالعلوم سے فارغ طلباء کو ایک سند جبہ دستار وضع قطع اور حلیہ کے ساتھ، علم معیشت کے بغیر یا علم روٹی روزی وروزگار کے بغیر بے قصور طلباء کو دارالعلوم کے دروازہ سے باہر نکال دیتا ہے، تو بیچارہ وہ عالم صرف علم دین تک محدود آج کی ترقی یافتہ مہنگی دنیا میں سستی لنگی اور جبہ کے ساتھ مسجد یا مدرسہ کی دی ہوئی تنخواہ کے دو چار ہزار روپے کی معمولی رقم سے کس طرح گذارہ کرسکتا ہے۔ بے چارہ مدرسہ کا عالم مدرسہ سے باہر آکر کون سا ذریعہ معاش اختیار کرے، اگر معاشی حالات اس کے بہتر ہوتے تو وہ

مدرسہ میں نہیں کالج میں پڑھتا، یہ غریبوں کی اولادیں روٹی وروزی کے مارے، کچھ الگ ہی سوچ کر مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں، وہاں تو روٹی دووقت کی ملتی تھی، اب یہاں آ کر کیا کرے؟ باہر آتے ہی اس کے ماں باپ گھر والے اس کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتے ہیں کہ اب ہمارا عالم ہماری بھی روٹی کا انتظام کردے گا، اب وہ کرے تو کیا کرے، ضرورت تو معمولی تنخواہ سے آج کے دور میں پوری نہیں ہوتی، اب وہ وہی بیچے گا جو وہ سب کچھ سیکھ کر کما کر آیا ہے۔

طلباء کے اس انجام سے ہمارے دارالعلوم اور مدارس والوں کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ اگر حقیقت میں دارالعلوم والے اسلام اور مسلمان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے نظریات کو بدلنا ہوگا۔ حکومت سے منظوری لے آج کے جدید علوم جو قرآن کے مرہون منت ہیں ان کو سیکھانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ قوم کا وقار ومعیار کو برقرار رکھنا ہوگا۔ تو ہمارے دارالعلوم میں وہ تمام علوم سکھانے ہونگے جو دیگر اقوام کے لوگ سیکھ کر ہمارا منہ چڑا رہے ہیں، ہمیں انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کیلئے علوم سکھانے ہونگے۔ بس بہت ہو چکا ہم کب تک دوسروں کی چاپلوسی اور جی حضوری کرتے رہیں گے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

باب ششم

مرید اور نماز:

نماز کیسی پڑھنی چاہیئے، ہر سوچ، ہر خیال سے، ہر وسوسہ سے پاک اور آزاد نماز پڑھنی چاہیئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لاصلوٰۃ الا بحضور القلب،، دل کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی کیا معنی؟ اگر نماز میں صرف جسم حاضر ہے، عقل ودل غائب ہے تو نماز نہیں ہوتی۔ نماز میں دل کو کس طرح حاضر کریں؟ سب سے پہلے انسان کو خود کے متعلق جاننا چاہیئے کہ وہ خود یا اس کا وجود عالم کبیر ہے اور اس کے باہر عالم صغیر ہے، عالم کبیر میں اللہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ ''نحن اقرب الیہ من حبل الورید،، کے اعلان کے ساتھ موجود ہے، سات آسمان، سات زمین اور تمام مخلوقات کی اصل وجود انسان میں موجود ہے اور اس کے باہر جو کچھ ہے اس کے اندر کے عکوس یا مظاہر ہیں۔ ازل سے آج تک تیرے اندر ان گنت فرشتے اگر قیام میں ہیں تو صرف قیام میں ہیں، اگر رکوع میں ہیں صرف رکوع میں ہیں، اگر سجدے میں ہیں تو صرف سجدے میں ہیں، اگر قعدے میں ہیں تو صرف قعدے میں ہیں لہٰذا اپنے وقت کے امام، شمس العلماء مفتی محقق مجتھد فی التصوف علامہ ومولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہے ہزاروں جبرئیل اندر بشر، ہزاروں جبرئیل بشر کے اندر ہیں جب کہ ہم صرف ایک کو مانتے ہیں۔ خیر وجود انسانی کی کیفیت کیا ہوگی؟ اگر بشر کے اندر ہزاروں جبرئیل ہیں تو فرشتے کتنے ہوں گے؟ کیا کیا کر رہے ہونگے؟ نماز عبادت ہے، عبادت سے مراد اللہ کو پہچاننے کا نام ہے، جب بندہ مقام عبادت میں پہنچتا ہے تو یہاں یہ نہیں وہ ہو جاتا ہے۔ ''لا یذکر اللہ الا اللہ،، اللہ کو اللہ کے سوا کوئی یاد نہیں کر سکتا؟ قول معتبر ہے ''لا یعرف اللہ الا اللہ،، اللہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا؟ اس قول میں ایک نکتہ پوشیدہ ہے۔

اے اللہ کے نیک بندے تیری سانسوں میں کیا ہے؟ اسم ھو ہے، ھو کے سوا کیا ہے؟ اور کچھ نہیں فانی ہونے کا دھوکہ ہے۔ ھو کیا ہے؟ اسم ہے بس اب اسم ھو سے مسمّٰی کو یاد کر۔ جب تو نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تمام فرشتے تیرے ساتھ عبادت میں شامل ہونے لگتے ہیں۔ یہاں صرف اگر تیرا جسم حاضر ہے تو شیطان اور وسوسے تیری نماز میں شریک ہو کر تجھے گمراہ کرتے ؛ ہیں، اگر تو نماز میں مکمل قلب بن کر حاضر ہوتا ہے تو تمام فرشتے تیری عبادت میں شامل ہوتے ہیں، مثلاً تو قیام میں ہے تو قیام والے فرشتے تیرے ہمراہ ہوتے ہیں، اگر تو رکوع میں ہے تو رکوع والے فرشتے تیرے ساتھ شریک ہوتے ہیں، اگر تو سجدے میں ہے تو ساجد فرشتے تیرے ہمراہ ہوتے ہیں، اگر تو قعدہ میں ہے تو حالت قعدہ کے فرشتے تیرے ساتھ شریک ہوتے ہیں گویا بندہ کی نماز فرشتوں کے ساتھ ادا ہوتی ہے، اگر اس کے برعکس ہے یا صرف نماز جسمانی حرکت ہے تو وسوسوں کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز فرشتوں کی محبوب اداؤں کا نام ہے اگر انسان اس مقام میں کامیاب ہو جاتا ہے تو فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا کے مرتبہ پر آجاتا ہے۔

حضوری قلب اور نماز:

حضوری قلب کیا ہے؟ قلب بن کر قلب کو خدا کے حوالے کرنے کا نام ہے۔ قلب کیا ہے؟ دم ہے ،دم کیا ہے؟ دم ایک نور ہے، یہ نور کیا ہے؟ اسم ھو ہے، اب بس ھو سے ذات ھو کے یاد کرنے کا نام حضوری قلب ہے، اسم ھو سے ذات ھو کو یاد کرنے کا نام نماز ہے۔

اس مقام پر ''الصلوٰۃ معراج المومنین ،، نماز مومنوں کی معراج ہے، کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے ۔ جو اس معراج تک عروج کرتا ہے وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے، جو نماز یہاں تک پہونچتی نہیں مشاہدہ الٰہی سے محروم رہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز مراقبہ اور مشاہدہ الٰہی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں مومن دیدار الٰہی سے مشرف ہوتا ہے '' ان تعبدَ اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ،، نماز میں تم یہ تصور رکھو کہ تم اللہ کو

دیکھ رہے ہو یا یہ تصور کرو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اے اللہ کے بندے تو اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اسم ''ھوٗ'' کے تصور کے ساتھ ایسی نماز پڑھ جیسے ''ھوٗ'' ہی ''ھوٗ'' کو یاد کر رہا ہو اور اگر تو جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے تو صرف ''ھوٗ'' پہ یہ تصور رکھ، اگر نماز جہری ہے اسم ''سمیع'' کا مظہر بن کر ''ھوٗ'' کی سماعت سے ہی ''ھوٗ'' کی تعریف سن! اگر خفی نماز ہے تو صرف اسم ''ھوٗ'' پہ یہ تصور رکھ تا کہ تیرا دل تیرے امام کی تلاوت کو سن سکے۔ یہاں صرف ''ھوٗ'' ہی سے ''ھوٗ'' کی تعریف سنی جاتی ہے، ورنہ تجھے کیا معلوم ہوگا کہ امام نے کیا پڑھا؟ معلوم ہوا کہ تنہا نماز میں اسم ھو ہی مسمّٰی کی تعریف کرتا ہے، جماعت والی نماز میں مسمّٰی اسم کی تعریف کرتا ہے۔ اگر اس طرح کی نماز پڑھی جائے تو چند ہی دنوں میں اس قدر یکسوئی اور حضوری قلب حاصل ہوگی کہ ان شاء اللہ تمہاری نماز مشاہدہ الٰہی اور معراج ہو جائے گی، بعض وقت نماز میں سالک کو یا نمازی کو '' سنریھم آیاتنا ، ، کے مطابق تمہاری جانوں میں اور آفاق میں اللہ کے نوری جلووں کی نشانیاں بھی نظر آئیں گی۔ ایسی نماز میں انسان سرزمین پر رکھتا ہے سجدہ عرش پر ہوتا ہے، ایسی نماز سے انسان رکعت باندھتے ہی مصلّٰی ملکوت پر ہوتا ہے، رکوع کرتا ہے تو مصلّٰی جبروت پر ہوتا ہے، سجدہ اور قعدہ میں ہوتا ہے تو مصلّٰی لاہوت پر ہوتا ہے۔ بس تصور کا کمال ہونا چاہئے یہی وہ نماز تھی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیر مبارک سے میخ نکالی گئی۔ اس نماز میں جسم نہیں قلب ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قلب اور خدا کے معاملات و مشاہدات کا نام نماز ہے۔

پیر مرید کا طبی مشاہدہ کرے:۔

مثلاً اگر مرید بھاری بھرکم موٹا تازہ فربہ ہے یا غیر معتدل جسم رکھتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ مرید کا جسم چربی کا گودام ہے، جس قدر چربیلا جسم ہوتا ہے اس راہ میں چلنے سے وہ معذور ہوتا ہے۔ لہٰذا روحانی تربیت سے پہلے مرید کی صحت پر توجہ دینا پیر پر لازم ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے مرید کو مہینے میں دو مرتبہ قے کرانی پڑتی ہے۔ قے کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ نہار منہ یا منہ وغیرہ دھونے کے بعد (چائے

ناشتہ سے پہلے) تقریباً تین لیٹر پانی نیم گرم اتنا کہ غٹاغٹ پیا جاسکے کرلیں، ایک چائے کے چمچ بھر نیم گرم پانی میں نمک حل کرلیں، پھر کسی موزوں جگہ پر بیٹھ کر پانچ یا چھ گلاس یا جس قدر پیا جاسکے پی لیں، پھر رکوع کی مانند جھک کر یا کسی چیز کا بائیں ہاتھ سے مظبوط سہارا لے کر داہنے ہاتھ کی انگلیاں منہ میں ڈال کر قلقلہ کر کے پیے ہوئے پانی کو الٹ دیں یا قے کریں۔ یاد رہے اگر قے نہیں ہوتی یا بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے تو چھوڑ دیں۔ ہاں اگر آسانی سے قے ہوتی ہے تو جس قدر بھی پانی الٹ جائے الٹ دیں، پھر دوبارہ چند گلاس پانی پی کر دوبارہ قے کریں بس بیس منٹ کے بعد آدھا کپ کالی چائے پی لیں، دو گھنٹوں کے بعد لائٹ ناشتہ کریں، اگر شخصیت بھاری بھر کم ہے تو چکنی تلی بھنی ہوئی مقوی غذاؤں، دیر ہضم غذاؤں سے سخت پرہیز کرائیں، جن کو قے نہیں ہوتی، وہ لوگ کوئی دست آور آیورودک مثلاً قائم چورن وغیرہ مہینے میں دو مرتبہ لیا کریں، تاکہ معدہ پوری طرح صاف رہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مہینے میں دو مرتبہ قے کیا کریں پیٹ کی تمام بیماریوں سے محفوظ ہوجاؤ گے''۔ (طب نبوی) پیٹ گویا صحت اور بیماریوں کی کھیتی ہے، تم جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

انسان کا صحت مند وزن کتنا ہونا چاہئے؟

انسان اپنے قد کا ناپ لے اگر 160C.M تو C.M 100 نفی کردو صرف 60 کلوگرام اوسط وزن ہونا چاہئے، اگر 170C.M ہے تو 70 کلوگرام وزن ہونا چاہئے خواہ عورت ہو یا مرد۔ ہاں اگر اس سے بھی دو چار کلو کم ہو تو مضائقہ نہیں مگر زیادہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا جو بھاری بھر کم تھے راستے میں ہی رہ گئے، جو دبلے پتلے تھے راہ سے پار اتر گئے۔ آپ خود سوچئے اس حدیث پاک میں بڑے رموز ہیں۔

خوراک میں اعتدال:

چار سفید زہر ہوتے ہیں حتیٰ المقدور ان سے پرہیز وگریز کریں (۱) نمک (۲) شکر (۳) انڈا (۴) دودھ، ان چیزوں کا غیر معتدل خوراک انسان کو عارضات قلب، ذیابطیس یا مرض شکر، نسیان یا خفقان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ہاں اگر سالک دبلا پتلا اور کمزور ہے تو حد اعتدال تک مقوی خوارک جینے کیلئے کھا سکتا ہے۔

سالک کو کتنا کھانا چاہئے:

زندہ رہنے کیلئے کھانا چاہئے نہ کہ کھانے کیلئے زندہ رہنا چاہئے۔ آدھا پیٹ کھانا، پاؤ پیٹ پانی، پاؤ پیٹ خالی رہنا چاہئے تاکہ معدے کا نظام ہضم درست رہے، اپنے پیشے اور کام کے تناسب سے خوراک کا انتخاب کریں، مثلاً جو جسمانی کام کرتے ہیں اعتدال کے ساتھ مقوی غذا کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا فعل ہاضمہ تیز ہوتا ہے۔ جو دماغی کام کرتے ہیں زود ہضم غذا گھی، بادام اور پیلے پھل کا استعمال اعتدال کے ساتھ کریں۔

پیر اور مزاج مرید:

جسم چار عناصر سے مرکب ہے چار عناصر سے چار قلتیں صفرہ، سوداء، بلغم، پت وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔ اگر یہ چار قلتیں اعتدال اور توازن کو برقرار رکھتے ہیں تو انسان صحت مند رہتا ہے۔ اگر یہ بگڑ جاتے ہیں تو نئی نئی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ ان قلتوں میں توازن کیلئے صفرہ اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس لئے مہینے میں دو مرتبہ اگر پان تمباکو کی عادت ہے تو مہینے میں چار مرتبہ تک قے کراتے ہیں، جس سے ایسیڈٹی، گیسٹک، ٹربل کمر کا درد، سینہ کی جلن، دل کی دھڑکن، سر درد، آنکھوں، تلووں، اور تالو کا جلنا موقوف ہوجاتا ہے اور بدن اعتدال کے ساتھ ٹھنڈا رہتا ہے۔ B.P بی پی ہمیشہ نارمل رہتی ہے، ان شاء اللہ شکر کی بیماری ہرگز نہیں ہوگی۔ جن کو رہ چکی ہے اعتدال پر رہے گی، جسم میں زیادہ چربی بھی نہیں رہے گی۔

اگر دماغ میں خشکی آگئی ہوتو کیا کریں؟

بسا اوقات پیر جب مرید کو کسی ذکر میں مشغول کرتے ہیں، جسم میں گرمی پیدا ہو کر یہ گرمی دماغ میں گھر کر لیتی ہے۔ اگر گرمی کے ساتھ صفرہ بھی زیادہ ہو جائے تو ایسا ذاکر مجذوب یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ مرید کی اس حالت کا ذمہ دار پیر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ علم صحت نہیں رکھتا؟ یا ذکر و شغل سے پہلے مرید کی صحت کی تشخیص کا علم نہیں رکھتا، یا شغل سے پہلے ان امراض کے دفعیہ کا علم نہیں رکھتا، خیر اگر ایسا ہو جائے تو پیر کو کیا کرنا چاہیئے۔ پہلی بات تو پیر اس قدر باخبر رہے کہ اس انجام کی نوبت نہ آئے۔

ضعف سے پہلے کی ترکیب:

اگر جسم سالک بھاری بھرکم ہے تو (۱) حتی المقدور سبزی ترکاری پھل پھلاری کھانے کی نصیحت کریں۔ (۲) قے مہینے میں دو مرتبہ ضرور کروائیں، دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی ترکیب کریں، مثلاً سر پر تیل، کھانے میں گھی کی ہدایت کریں، روزانہ دو مرتبہ صبح و شام ایک پیالے میں پاک وصاف پانی لے کر پوری ناک پیالے میں ڈبو کر ناک سے ہی آہستہ آہستہ پانی کھینچ کر باہر نکال کر پانی خارج کر دیں، اس طرح یہ عمل پانچ چھ مرتبہ کریں، ان شاء اللہ حلق کے غدود وغیرہ متحرک ہو جائیں گے اور دماغ دن بھر ٹھنڈا رہے گا۔ (۳) جن کے سر میں درد رہتا ہے بوقت وضوء پانی کو ناک کی ہڈی تک آہستہ آہستہ چڑھائیں، اس سے دماغ بھی ٹھنڈا رہے اور دماغی سر درد، نزلہ زکام بھی غائب ہو جائے گا۔ (۴) اگر نیند نہیں آتی ہو تو سونے سے پہلے پاؤں کے تلوں کو تیل سے چپڑ لیں ان شاء اللہ گہری نیند آئے گی، اور جس کو نیند نہیں آنے کی بیماری ہے وہ بھی دفع ہو جائے گی۔

ان شاء اللہ سالک کو کسی بھی طرح کی رجعت نہیں ہوگی، نہ وہ مجذوب ہوگا۔ ایک سوال پیدا

ہوتا ہے کہ ہمارے ہی یہاں مجذوبین یا دیوانوں کا تذکرہ کیوں ملتا ہے؟ دیگر اقوام کے سالکین ہندو، سکھ، جین یا بدھ مت والوں کے یہاں نہ مجذوب نظر آتے ہیں نہ دیوانے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ان کے یہاں آج بھی وہ تمام امور مذکورہ علاج کے علاوہ بھی کئی طرح کے علاج و معالجات ہیں، مثلاً ناتی یعنی ریشم کا ایک دھاگہ لے کر ایک نتھنے سے پار کر کے ناک کے دوسرے نتھنے سے نکال کر آہستہ آہستہ گردش دیتے ہیں، تاکہ قمری اور شمسی سانسیں برابر اعتدال کے ساتھ چلیں ورنہ تمام انسانوں کا ایک نتھنا کھلا ہو تو دوسرا اکثر بند رہتا ہے۔ دوسرا دھوتی معنٰی ایک ریشمی یا ململی کپڑا لے کر جس کی چوڑائی تین انچ، لمبائی تقریباً دو ہاتھ ہوتی ہے، ایک سرا ایک ہاتھ سے پکڑ کر باقی کپڑے کو آہستہ آہستہ نگل جاتے ہیں، اس عمل سے صفرہ کا قلع قمع ہو جاتا ہے، پھر آہستہ آہستہ نکال لیتے ہیں تیسرا انجل کریا یعنی ہاتھی کا عمل جس طرح ہاتھی سونڈ میں پانی لے کر الٹ دیتا ہے۔ اس عمل سے تنفس درست ہوتا ہے۔ لہٰذ دیگر اقوام کے سنت سادھو حضرات یہ عمل بھی بذریعہ منہ کرواتے ہیں، تاکہ صفرہ سے آنت اور سینہ پاک ہو جائے۔ اس لئے ان کے یہاں مجذوب یا دیوانے نظر نہیں آتے۔ ہمارے یہاں ان باتوں کا اگر علم نہیں یا خیال ہی نہیں رکھا گیا تو سالک مجذوب ہو جاتا ہے۔ یہ صرف اور صرف صفرہ اور دماغ کی خشکی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر ان باتوں کا خیال رکھا گیا تو ان شاء اللہ کوئی مجذوب نہ ہوگا بلکہ سالک سالک ہی رہے گا اور یہ درجہ مجذوب سے بڑا ہے۔ بھاری بھرکم جسم والا اگر جین مذہب میں ہے تو اس کے ساتھ یہ ترکیب کی جاتی ہے کہ دن میں اسے صرف ایک لونگ کھلاتے ہیں اور دن بھر گرم پانی پلاتے ہیں، یہ عمل جسمانی ہیئت کے مطابق ایک دن سے سات دنوں تک کر وایا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں مجذوب ہوتے ہیں، ہندو دھرم میں بھی مجذوب ہوتے ہیں، جنہیں پرم ہنس کہتے ہیں۔ مگر دونوں فریق کے مجذوبوں میں فرق ہے، ہمارے یہاں کے مجذوب جن کو کپڑوں کا بھی ہوش نہیں، ننگے دھڑنگے، منہ سے رال بہتی ہوئی، گالی گلوج بکتے ہوئے پائے گئے ہیں، یا اکثر خموش گم سم رہتے ہیں۔ ان کے یہاں کے پرم ہنس باہوش اور لوگوں کے درمیان بیٹھتے کھاتے پیتے پائے گئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایسا صرف مزاج یعنی صفرہ اور پت کے بگڑنے سے ہوتا ہے، صفرہ عام

اور خاص دونوں طبقہ کے لوگوں کیلئے انتہائی خطرناک بھی ہے۔ یہ اگر معتدل نہ ہو تو میڈیکل سائنس کہتی ہے صفرہ اور ایسڈیٹی سے آدمی پاگل بھی ہو جاتا ہے۔

پیر کو چاہئے کہ مرید کو ذکر و شغل میں مصروف کرانے سے پہلے ہلکی زود ہضم غذاء کے ساتھ گھی ضرور کھلایا کرے۔ اگر اس پر مدہوشی یا غشی طاری ہو رہی ہو تو صرف گھی سے تر بریانی یا کھچڑی کھلایا کریں۔ ان شاء اللہ تین دنوں میں یہ ضعف دور ہو جائے گا۔ فقیر راقم الحروف پر یہ غلبہ ہوا تھا تو میرے پیر نے مجھے وہی کھلایا تھا جو اوپر مذکور ہے۔ ان تمام باتوں کا خیال رکھنا پیر کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

فکر کس طرح کرائی جائے:

بس اسم ذات ھو پر مکمل تصور رکھوانا چاہئے کہ قلبی یکسوئی حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد ہمارے مذکورہ مراقبات میں کوشش کرنی چاہئے۔ مراقبات کا طریقہ باب مراقبات سے اخذ کریں۔ مراقبات کئی اقسام کے ہیں، وقت اور دن متعین کر کے مراقبہ کم از کم تین دنوں تک سالک کو ضرور کرائیں تا کہ وہ اپنے مقصود کو پہونچ سکے۔ بس اس قدر ذمہ داری پیر پر عائد ہوتی ہے۔ جس کے بعد پیر اور مرید دونوں رحمت وسعادت کے حقدار بن کر مجلس محمدی ﷺ تک پہنچ جاتے ہیں۔

پیر کو معالج بھی ہونا چاہئے:

آج کل ہم یہ دیکھ اور سن رہے ہیں کہ یوگ اور آیورویدک کا بڑا شور و غوغا ہے۔ آیوروید تو ایک ہمارا ذریعہ علاج ہے۔ مگر یوگ کیا ہے؟ ممکن ہے یہ ورزش جسم و روح کیلئے صحت بخش ہو، بہت حد تک صحت کی خبریں بھی آ رہی ہیں، ہمارے مسلمان بھی آج کل اس سے مستفید ہو رہے ہیں، اور میڈیکل سائنس بھی اپنی ایک حد تک اس ورزش کی تائید کرتی ہے۔ اس لئے یوروپین میں یوگ عام ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ یوگیوں کے پاس ہے وہ چیخ چیخ کر اس فن کو عام کر رہے ہیں، بیماروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں، علاج

بھی کر رہے ہیں، خدمت بھی کر رہے ہیں، ہندو سنسکرتی میں یہ سب کچھ ہے تو کیا اسلامی سنسکرتی میں یہ سب کچھ نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ یوگ جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے یہاں صوفیت یا تصوف بھی جسم اور روح سے تعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا شفاء دونوں طرف ہونی چاہئے تھی، اس طرف ہے اس طرف نہیں کیا معنی؟ معنی اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتے ہیں کہ ہم نے ہمارے صوفیان کرام کے اور ان کے علم کے خلاف ہی بغاوت کر دی، ان کے علوم کو غیر ضروری سمجھا ہم صرف جسم پر اکتفاء کر کے بیٹھ گئے، روح کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں گئی۔ ہم نے یہی سمجھ لیا کہ روح بیمار ہوتی ہی نہیں صرف جسم بیمار ہوتا ہے، بس جسم کا علاج کر لو، جب کہ آج کی سائنس ثابت کر رہی ہے کہ پہلے آسٹرل باڈی، روحانی جسم، چھ یا نو مہینوں پہلے بیمار ہوتا ہے بعد بیماری جسم پر ظاہر ہوتی ہے، اور ہے بھی یہی کہ اگر روح جسم سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے تو ہم سے بھی خرق عادات والے کرشمات صادر ہونی چاہئے تھے، کیوں نہیں ہوتے؟ معلوم ہوا کہ عام انسان کا جسم طاقتور ہوتا ہے اور روح کمزور جسم میں محبوس ہوتی ہے۔ لہٰذا جسم اور روح کو صحت مند رکھنے کی سائنس کی ہمیں بہت ضرورت ہے۔ ہمارے یہاں بھی یوگ کا بدل تصوف ہے، ہم راہ تصوف سے گذر کر اگر صوفیان کرام کے علوم حاصل کرتے ہیں تو ہر بیماری کا علاج کر سکتے ہیں، لہٰذا اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ"، قرآن شفاء کیلئے نازل کیا گیا ہے اور یہ مومنوں کیلئے رحمت ہے، اسی میں ہر مرض کا علاج ہے۔ سبحان اللہ! ہم پوچھتے ہیں ان آیات کے معنی کو سمجھنے والی جماعت کونسی ہے؟ یہ صرف صوفیان کرام کا گروہ ہے۔ اس سے تعویذ گنڈے والوں نے، استدلال لا کر بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ بے شک اللہ کی آیات شفاء بخش بھی ہیں، اسمیں کوئی دورائے نہیں، یہ کس کے لئے ہے کون انہیں استعمال کرے یہ صرف اولیاء اللہ کا کام ہے کیونکہ وہ دست شفاء بھی رکھتے ہیں۔ دست شفاء اور ہے پیشہ ور ہاتھ اور ہے۔ معلوم ہوا کہ آج کے بیمار معاشرہ و ماحول میں، بیمار خوراک اور زمانے میں ہم اپنے آپ کو اگر صحت مند رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں مذہب تصوف قبول کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ عین دین ہے، صوفیان کرام کے علوم سیکھنا اور فائدہ اٹھانا ہوگا۔ اگر ہم تصوف کو نہیں جانتے ہیں تو جاننے کی کوشش کرنی ہوگی۔ صوفیان کرام کی

زندگیوں پر، ان کے علمی ذخیرے پر ریسرچ اور تحقیق کرنا ہوگا۔ یا جو اور کر رہے ہیں ان کے کام کی گہرائی تک جانا ہوگا۔ اور یوگی یوگ سے بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں، زندگی کو زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جب کہ ہمارے صوفیان کرام نے تو مردوں کو زندہ کیا ہے، موت کو زندہ کیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوا ہمیں یہ جاننے کی اس راہ سے اس علم تک پہنچنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ زندگی کو زندہ رکھنا الگ ہے، موت کو زندگی میں تبدیل کرنا الگ ہے، ہمیں ذرا مسلکی شخصی شخصیت پرستی، جماعتی، جماعت پرستی اور اگر بات کڑوی نہ لگے تو باہمی تعصب سے آزاد ہوکر اس مضمون کے نکات پر غور اور تحقیق کرنا ہوگا، ہم تمام جماعتوں کو دعوت دیتے ہیں، ہر کوئی اپنی اپنی جماعت اور اس کے مقاصد، انداز فکر کو جانتا ہے، ذرا سا جماعت بندی سے آزاد ہوکر تھوڑے سے وقفہ یا مدت کیلئے جماعت صوفیاء کے علوم، کردار، اخلاق، عادات، صحت اور خرق عادات کا گہرائی سے مطالعہ کیجئے۔ اس جماعت صوفیاء کی حقیقت کو سمجھ کر، اس جماعت کی سچائی کا پتہ لگانے کی کوشش کیجئے، اس جماعت کی صداقت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، ان کے کردار کا، ان کے مکتوبات کا بغیر تعصب کے مطالعہ کیجئے پھر تلاش کیجئے کہ کہیں کوئی داغ، دھبہ، ملمع کاری، ریا کاری، بناوٹ یا طرح طرح کی بیماریاں یہاں ملتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ملتی ہیں تو دین ان کا اور ہمارا ایک ہے، پھر بھی ہمارے یہاں بیماریاں انسانیت سوز سوچ کیوں پنپ رہی ہے۔ کسی بھی جماعت میں رہ لیجئے، جماعت صوفیاء کا مطالعہ کرنے میں، سچائی کا پتہ لگانے میں کس کا کیا جاتا ہے؟ اگر آپکو آج کا سب کچھ دین کے نام پر اچھا لگتا ہے اور مطالعہ کے باوجود سچائی کا پتہ لگانے کے باوجود اگر آپ کو اپنی ہی جماعت صحت مند نظر آتی ہے تو اسی میں رہ لیجئے، گروہ صوفیاء کے علوم، ان کے کردار، اخلاق و عادات سے اگر آپ کو اطمینان نہیں ہے تو آپ اپنی ہی جماعت میں رہ لیجئے مگر اس جماعت صوفیاء کے علوم کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

بیماری کیا ہے؟

اس کے لئے جسم عناصر کو اور عناصر کو سمجھنا ضروری ہے۔ عناصر چار ہیں

(۱) آگ (۲) ہوا (۳) پانی (۴) مٹی۔ ان چاروں کی معتدل ترکیب کا نام صحت ہے۔ ان چاروں کی غیر معتدل ترکیب کا نام بیماری ہے۔ مذکورہ عناصر میں آگ اور ہوا ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر بیماری آتشی ہو تو ہوا اس کی مدد کر کے بیماری کو بڑھاتی ہے۔ اگر بیماری بادی ہے تو آگ اس کی مدد کر کے بیماری کو فروغ دیتی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں جلال کے مظاہر ہیں، ان کے خلاف پانی اور مٹی جمال کے مظاہر ہیں، ان میں شفاء ہوتی ہے۔ اس لئے بہر شفاء بزرگوں نے ایک چٹکی خاک اور پانی دیا ہے، ان میں اللہ نے شفاء رکھی ہے۔ مذکورہ ہر دو، دو عناصر اپنی اپنی کاوش میں لگے رہتے ہیں کبھی صحت ہوتی ہے، کبھی بیماری ہوتی ہے۔ ان چاروں کے اعتدال کا نام حیات ہے۔ لہٰذا جو پیر کامل ہوتا ہے، وہ اچھی طرح ان تمام عناصر کی اہم نبض یعنی خوراک کے اعتدال کو پہچان کر ان کا علاج کرتا ہے۔ جو علاج خوراک اور دواؤں سے ممکن نہ ہو تو اس کے لئے روحانی قوت سے مدد لیتا ہے۔

ہمارے یہاں اذکار کیا ہیں؟

پہلے تو یہ اذکار زندگی اور صحت کے ضامن ہیں پھر خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، ہمارے یہاں جو ایک سے بارہ ضربی اذکار وضع کیے گئے ہیں، اس کے لئے کامل پیر مرید کو جب ذکر کراتا ہے تو مرید کی صحت کی جانچ کر لیتا ہے اگر اس کے جسم کا کوئی عضوء کسی بیماری میں مبتلا ہے تو ضربی اذکار مثلاً چار ضربی ذکر کی ایک ضرب مقام مرض پر ماری جاتی ہے، جس سے مقام مرض پر حرارت پیدا ہوتی ہے، اور وہاں تک تازہ آکسیجن پہنچ جاتی ہے۔ پانی اور خون سے تو آکسیجن پہنچتی ہی ہے براہ راست کی تاثیر الگ ہوتی ہے۔ ضربی اذکار کے فوائد پورہ جسم حاصل کرتا ہے۔ اگر ذکر سے خاطر خواہ صحت حاصل نہیں ہو رہی ہو تو کیا کریں۔

طریقہ علاج اور جسم:

دم کو روکنا سکھائیں، پندرہ سے تیس سیکنڈ تک پھر ایک منٹ تک دو منٹ تک یا تین منٹ تک بھی

دم کو یا سانس کو سینے میں بھر کر مقام مرض پر تصور رکھ کر یا شافی، یا کافی، یا سلام کا ذکر تصور میں اس طرح کریں جیسے یہ ذکر عضوء مرض ہی کر رہا ہو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو تصور کو مقام مرض تک پہونچا کر اسم ھو کے ساتھ حرکت دیں۔ انشاءاللہ چند دنوں میں خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

طریقہ حبس دم:

چت لیٹ جائیں، دم یا سانس کو روک کر اسم ''ھوٗ'' کے تصور کے ساتھ مقام مرض پر ہلکی ہلکی حرکت دیں یا ہلکے سے جھٹکا اس طرح دیں جیسے مقام مرض ہی ''ھوٗ'' کا ذکر کر رہا ہو۔ اس طرح ہر بیماری کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ بس کامل پیروں کو یا اس قبیل کے پیروں کو اس لائن میں مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ کس ذکر سے یا کس قسم کے حبس دم سے مرض کا علاج ممکن ہے۔ اگر اس سے بھی علاج امراض ممکن نہ ہو تو مراقبہ میں لے جائیں، ان شاء اللہ چند ہی دنوں میں روحانی جسہ بیدار ہو کر جسم کو صحت مند بنالے گا۔ یہ صد فی صد کامیاب ترکیب ہے۔ کیونکہ روحانی قوت جسمانی قوت سے کروڑوں درجہ بلند تر ہے۔ یہ تمام علوم ہر قسم کے یوگا کا مبدل ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ریسرچ کی اشد ضرورت ہے، صوفیانہ طریق سے منسلک ڈاکٹرس حکماء کو آگے آکر تحقیق کرنا اور اچھے نتائج کا ثبوت دینا ضروری ہے۔

باب ہفتم

تصوف اور اصطلاحات :

''ذات مطلق،، جو مضاف ہے، وہ عین تجھ میں تو ہے از روئے اضافت و مرتبہ لاتعین ہے، یہی غیب ھویت اور ذات مطلق ہے۔ ارشاد گرامی ہے'' اِقْـرَأْ كِتَـابَكَ بِنَفْسِكَ ،، یعنی تو بذات خود اپنی کتاب پڑھ، تِلَاوَۃُ الْـوُجُوْدِ اُمُّ الْکِتَابِ،، وجود کی تلاوت ام الکتاب ہے۔ اے طالب اللہ جب تو اپنی ذات سے کتاب حق ہوا، تو ذات وصفات اور ظہور صفات کے علاوہ دونوں عالم کی حقیقت کا مطالعہ کیوں نہیں کرتا؟ اے طالب ذرا غور کر کہ تو لفظ انسان کی شناخت کے ساتھ انسان ہے، تو اگر اپنے لفظی نام سے لفظی رشتوں کو فراموش کر کے بغیر کسی لفظ کا سہارا لئے بتا کہ تو کون ہے؟ تو عین وہی ہے، مگر تجھے تیرا عرفان و گیان چاہئے تو الفاظ میں سمانے والے رشتوں سے بری ہو کر سوچ کہ تو کون ہے؟ جس طرح ہستیٔ حق اشارات میں در آئی ہے، اسی طرح تو الفاظ و عبارات میں سمایا ہوا ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ یہ تن میرا ہے اس ''میرا،، سے میں ظاہر ہوتا ہے، اور لفظِ مَیں سے یکتائی ظاہر ہوتی ہے جب کہ یہ تیرا تن تو چار عناصر کا پیکر ہے، جب تو نے مَیں کہا تو مذکورہ عناصر کی بو بھی محسوس نہیں ہوتی، تو اگر ''میرا دل'' میرا جگر'' یا ''میری جان'' کہتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے تو میرا گھر میرا کھیت یا میرا روپیہ پیسہ کہہ رہا ہے، ان جملوں میں دوئی موجود ہے، ''میرا گھر ،، اس جملے میں ''میرا'' سے ''میں'' کا اظہار ہو رہا ہے، اور لفظ گھر سے تیرے غیر کا اظہار ثابت ہوتا ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ اگر تو تُو ہے، تو تُو گھر نہیں اگر گھر ہے تو تُو نہیں۔ معلوم ہوا کہ تو ایک ہے اور دوسرا تیرا غیر ہے، آخر غیر سے اس قدر محبت کیوں؟

اس بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں ''میں'' کہا تو میری ذات سے موجود ہوں یہ مرتبہ علمی ہے، اسی طرح انیت مطلق کو بذریعہ علم اپنی عقل میں پایا، اس ذات کو جو ہستی مطلق ہے۔ معلوم ہوا کہ ''میں

،،یا"انا" کا ضمیر حقیقت میں حق کی طرف ہے، یہاں اس ذات غیب وھویّت کو مذکورہ مثال کی مانند علم میں پایا، تو اس مرتبہ کو تعین کہتے ہیں۔ اور علم سے پہلے کے مقام کو لاتعین کہتے ہیں! یہ مرتبہ ہست ونیست کے درمیان مقید نہیں، مگر ذات نے جب علم سے عرفان کا اظہار چاہا تو ارشاد فرمایا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا ،، یاد رہے: اس مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں یہاں " اَنَا ،، ایک راز ہے (الف+ن+الف=" اَنَا ،، ۔اشارہ کافی ہے۔

" اَنَا ،، کی حقیقت کیا ہے؟

" اَنَا ،، کو تخم تصور کرنا چاہئے،" اَنَا ،، اگر تخم ہے تو شجر کیا ہے؟ شجر دراصل تخم کا جلوہ ہے، حقیقت پر اگر نظر ڈالیں تو شجر شجر نہیں بلکہ بیج کا گواہ ہے کیونکہ مکمل شجر میں تخم ہی سے حیات اور رنگ ونمود ہے، اور تخم ہی سے شجر میں جاری اور ساری ہے، ارشاد ربانی ہے "هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ ،، (اس آیت کریمہ میں تخم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں) یعنی اَنَا الْاَوَّلُ ،، باعتبار تقیدات "اَنَا الْاٰخِرُ ،، باعتبار ذات دائمی ،اَنَا الظَّاهِرُ ،، باعتبار ظاہر وجود، اَنَا الْبَاطِنُ ، باعتبار حقیقتِ حق!

جاننا چاہئے یہاں هُوَ الظَّاهِر سے یا اَنَا الظَّاهِر سے باعتبار وجود اسماء الٰہی کا ظہور ہے، یہاں سے وحدت حقیقی اور کثرت نسبی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یعنی [حی ،علیم، مرید، سمیع، قدیر، بصیر ، و کلیم] یہ تمام ایک ذات سے متعلق اور متعدد ہیں۔ "اَنَا الْبَاطِنُ ،، ظاہر علم کے اعتبار سے اسماء گرامی کثرت حقیقی اور وحدت نسبی میں تبدیل ہوجاتے ہیں! اس کو عالم شہادت کہتے ہیں۔ اور یہاں یکتائی کا اثبات ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ باطن میں اسماء متعددہ کا ہجوم اور ظہور ہے۔

اے عزیز باتمکین! اس انیت کی ضمیر کے رو سے بے ترکیب، بے اضافات بے اعتبارات، اور بے ملاحظۂ صفات کو "ایک" جاننا چاہئے۔ اور اس جاننے والی سمجھ بوجھ کو "میں پن یا انا پن ،، کی وحدت کے مرتبے کو "یکتائی ،، کی نسبت سے "احدیت ،، کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں وہ ذات تشبیہ سے منزہ ہے جسے ذات ھویت اور ذات مطلق کہتے ہیں۔ یہ مقام بے قید ہے یہاں نہ سیر بینی ہے، نہ کشف قلبی ہے، شرط تنزیہ کے

ساتھ اس مقام کو یاد کیا جاتا ہے۔

فرق درمقامات اور حاصلِ بحث:

سوال: ذات مطلق، وحدت، احدیت اور واحدیت میں کیا فرق ہے؟

جواب: اے طالب عزیز! جاننا چاہئے کہ ذات مطلق، غیب ھویت ہے، یہاں "من وتو ،، یعنی میں اور تو کا شائبہ بھی نہیں رہتا، نہ اسم اللہ کا شعور ہے، نہ عبداللہ کی عبادت کی سوچ، نہ سرور ہے، جب اس ذات مطلق میں "میں ،، یعنی "انا" کا علم جلوہ گر ہوا تو علم الٰہی کی نسبت سے اس حال اور مقام کو وحدت کہتے ہیں، جب "انا" کے علم الٰہی میں اس کا "احد ،، ہونا ثابت ہوا تو اس مقام وحال کو احدیت کہتے ہیں، یہاں میں پن یا "انا" کے اعتبار سے چار مقامات کا انکشاف ہوتا ہے (۱) وجود (۲) علم (۳) نور (۴) شہود، (۱) وجود بمعنی ہستی جس کے ہست ہونے سے "میں ،، یا "انا" کا اظہار ہوا "میں ،، یا "انا" کیا ہے؟ یہ لفظ ہے ، نہ حرف ہے، نہ آواز، اس کا راز مراقبہ میں فاش ہو جاتا ہے لہٰذا اس راز کو بذریعۂ مراقبہ سمجھنا چاہئے ، بظاہر "میں ،، یا "انا" لفظ اور آواز ہے بباطن کیا ہے؟ خود سمجھنا چاہئے۔ (۲) علم، العلم نور العلم دانستن یعنی علم نور ہے اور علم کا معنی جاننا ہے۔ (۳) نور، علم سے "میں ،، اور "انا" کا علم ہوا بغیر علم کے میں یا "انا ،، کا علم ممکن نہیں، علم نور ہے اس نور سے جب وجود ہستی روشن ہوئی تو علم کی نسبت سے "میں ،، یا "انا" کی ہستی کو منور پایا۔ تو یہاں بہت کچھ بے حجاب ہوگیا۔ (۴) شہود، یعنی علم کی نسبت سے "انا" کی ہستی کو بے حجاب پہچان کر کہا کہ میرے سوا میرا غیر کوئی نہیں، یعنی خود پر خود شاہد ہوا، جیسا کہ ان مراتب کا احاطہ حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کیا ہے۔

(۱) وجود کے تعلق سے لَا مَوْجُوْدُ اِلَّا اللہ

(۲) علم کے تعلق سے لَا مَقْصُوْدَا اِلَّااللہ

(۳) نور کے تعلق سے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ

(۴) شہود کے تعلق سے لَا مَشْهُوْدَ اِلَّااللہ

جاننا چاہئے کہ یہ چاروں اعتبارات ذات میں عین ذات ہیں! یہ نہ کم ہے نہ زیادہ اوران چاروں اعتبارات کووحدت بھی کہتے ہیں، جب اس نے ''میں، یا''انـــــا'' کی شرح وتفصیل کیا تواس مقام کو واحدیت کہتے ہیں ! یہ مقام حقیقت آدم سے تعلق رکھتا ہے یعنی بے تفصیل''انـــــا'' وحدت ہے اور باتفصیل''''انا''واحدیت ہے۔اضافت یکتائی کا''انا''میں پانا احدیت ہے، یعنی بے اضافت مجمل''انا ''ہی وحدت ہے، معلوم ہوا کہ تفصیل کے بغیر مجمل کیلئے شعور نہیں اور مجمل کے بغیر تفصیل کیلئے ظہور نہیں ۔تفصیل ،صفات اوراعتبارات صفات کے بغیر ممکن نہیں ، اس مرتبہ میں خالق یا مخلوق ، رازق یا مرزوق ، کو اپنے علم میں مفصل دیکھا، اس مرتبہ کوعلم الٰہی اور''اعیان ثابتہ''تعین ثانی، اورمعدن الکثرت ، وغیرہ کہتے ہیں۔اس حالت کی تفصیل کے جامع کو الوہیت کہتے ہیں۔اور الوہیت ہی سبع صفات کا مصدر ہے۔اے سالک راہ حق !اب بخوبی سمجھ جانا چاہیئے کہ ابتدائی چار اعتبارات یعنی وجود، علم ،نور،اورشہود، صفات کی نسبت کے ساتھ ظہور فرمایا تو باطن میں حیات، علم ، ارادہ ، قدرت، سمع ، بصر، اور کلام کا شعور پیدا ہوا۔

تفصیل بحث:

مَیں ،یا''انـا'' کہنے سے وجود لازم آیا وراس کیلئے حیات قرار پائی، یہاں حیات کو''مَیں ،، کہنے کیلئے علم کا شعور ہوا، علم بمعنی جاننا ہے پس جاننا بھی اپنی ذات ہستی کا وحدت سے تعلق رکھتا ہے۔اس لئے کہ یہ علم ذاتی ہے اوراس کا اظہار صفاتی ہے، یعنی علم الوہیت صفاتی ہے۔ مَیں کہنے سے علم کا نور خود پر روشن ہوا! یہاں دونکات ہیں روشن سے مراد جاننا ہے اورہستی سے مراد''انـا'' ہے، معلوم ہوا کہ جان کرخود کو پانے کا نام ارادہ ہے، ارادہ بھی اس درجہ میں صفت الٰہی ہے! معلوم ہوا کہ بغیر ارادہ کے عروج کا امکان نہیں۔

شہود سے شہادت ہے، اورخود کی شہادت پرخود شاہد ہوا، اورفرمایا میرے سوا میرا کوئی غیر نہیں! خود کی شہادت سے خودکو جانا اور بغیر مشہود کے شاہد نہ ہوا، اس شہادت اور مشہودیت کوقدرت کہتے ہیں۔یہاں بغیر قدرت کے علم ممکن نہیں معلوم ہوا کہ ان چار صفات سے تین اورصفات ظہور پذیر ہوتے ہیں (۱) سمع (۲)

بصر (۳) کلام یعنی جس طرح''میں،،یا''انا'' کہنے سے چار وحدت کے اعتبارات امّ صفات ہیں۔

سمع ،بصراورکلام کی شرح:۔

''مَیں'' یا ''انا'' کہنے سے جب علم کا صدور ہوا تواس کلام کوسنا اورسن کر سمیع ہوا، اورجیسا سنا تھا ویسا ہی دیکھا۔مثلاً جینا، مرنا، دیکھنا، سننا، بولنا وغیرہ سب کچھ موجود پایا! اس موجودیت کے جامع کو الوہیت کہتے ہیں۔جاننا چاہیئے کہ ایک انائے ذات نے خود کی تشریح کیا تو سات درجات ذاتی ، سات درجات صفاتی وجود میں آئے ، یعنی سبع صفات جن کو اُم الصفات کہتے ہیں، نیز سات درجات صفاتی سے سبع صفات بشر کوعطا کئے گئے ، ان سات صفات کے جامع کوحقیقت آدم کہتے ہیں! نیز حقیقت الوہیت کو بھی حقیقت آدم کہتے ہیں اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کووحدت کہتے ہیں۔

اےعزیز یہ بیان احدیت اور واحدیت کے درمیان یعنی وحدت کا ہے۔معلوم ہوا کہ''انا'' کے تعلق سے وجود، علم ،نور، اورشہود، کو''ایک اور یکتا'' کی اس حقیقت کا نام''انیت،، ہے یعنی یہ چاروں اعتبارات ''انـا'' سے ہیں اور یہ درجۂ اجمال ہے۔ان چاروں اعتبارات کی تفصیل ''انا''کوواحدیت یعنی حقیقت انسانی، اورمطلق ''انا''کووحدت کہتے ہیں!

یادرہے یہ بار بار کی تکرار اس لئے ہم نے لائی ہے کہ اچھی طرح قاری کے ذہن نشیں ہوجائے ورنہ سرسری انداز کا بیان تصوف کے تعلق سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔!

تشریح اعتبارات (وجود،علم ،نور،شہود) :

(۱) اعتبار وجود کی وضاحت:''وجود'' مطلق ہے اوروجود مطلق سے صفاتی وجودات کا اظہار کیا تواس کے اسماء اورصفات کے مظاہر ظاہر ہوئے ، مثلاً حرف الف کفِ دست پرلکھا اورالف کا وجود نظر آیا، اے سالک کف دست تیرا وجود ہے، موجود کنندہ الف کا معنی یہ ہے کہ جس طرح وجودِ کف دست پرتقید کے ساتھ الف مرقوم ہے اسی طرح وہ تقیدات ذات اسماء وممکنات اورمخلوقات ہے۔اور جہاں بے تقید اور بے تصور'' اور جود

الف،، ہے وہی وجود مطلق ہے یہاں بھی وہی حق ہے اور وہاں بھی وہی حق ہے، حق کے سوا اور کیا ہے؟

(۲) اعتبار علم کی وضاحت: علم ،العلم دانستن علم کا معنی ہے جاننا علم تفصیل کے اعتبار سے عالم قرار پاتا ہے، کیونکہ جو جانتا ہے وہی پاتا ہے! یعنی جیسا جانا ویسا پانا، جتنا جانا اتنا پانا'' جاننا، علم، اور پانا معلوم ہے، اور علم واسطہ احدیت رکھتا ہے اسے علیت کہتے ہیں، یعنی علم ایک ہے اور نسبتیں تین ہیں۔ معلوم ہوا کہ احدیت کی نسبت سے علیت ہے، واحدیت کی نسبت سے معلومیت ہے، اور وحدت کی نسبت سے خود علم ہے۔ اس لئے صوفیان کرام نے خود علم، خود عالم، خود معلوم کہا ہے جس طرح ہم نے پچھلی کتابوں میں بیان کر آئے ہیں۔ نظر، ناظر، منظور وہ خود ہے، عشق، عاشق اور معشوق وہ خود ہے، اس پیمانے پر آپ ہر چیز کو جان سکتے ہیں اور یہیں سے ہمہ اوست یا وحدت الوجود کا نظریہ اختیار کیا گیا ہے! معلوم ہوا کہ علم، وحدت سے ہے، علیت، احدیت سے ہے، اور معلومیت، واحدیت سے ہے۔

فقیر اپنے خاندانی اور خانقاہی علوم کی تفصیلی اشاعت اس لئے چاہتا ہے کہ آج کے تصوف ناآشنا دور میں بنام اسلام کئے فرقے بشمول جماعت اسلامی یہ واویلا مچاتے ہیں کہ تصوف نام کی کوئی چیز کا وجود ہی نہیں! معاذ اللہ یہ طمطراق سے نظریۂ وحدت الوجود کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ثابت کر دیا کہ دین اسلام کی شان وعظمت کے سپوت اگر کوئی ہیں تو وہ صوفیان کرام کی مقدس جماعت ہے، اور یہ حضرات قدسیہ حق پر ہیں ان کی بزرگی کو جھٹلانے والے باطل پر ہیں۔

لہٰذا ضمنی طور پر فقیر ہر خانودے کے خانقاہ نشینوں سے گذارش کرتا ہے کہ حفظِ مراتب کا خاص خیال رکھیں اور ان مضامین کی تشریح کریں، اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب عام قاری تک بھی پہونچ سکتی ہے اور اس کی قرأت سے حفظ مراتب کی قید ٹوٹ جائے گی تو انشاءاللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ اس کتاب کے مضامین بغیر مرشد کے بہت کم سمجھ میں آتے ہیں! ورنہ ہمارے اسلاف اپنا قیمتی ونادر اثاثہ اپنے پیچھے ہرگز نہ چھوڑتے ۔

جاننا چاہئے کہ اسکا ایک ''علم،، خود عالمِ موجودات ہے، اس مرتبۂ علم کو (صوفیان عظام) رب کہتے ہیں، نیز اسماء الٰہی بھی کہتے ہیں ان تمام کو جامع رب ہے، اس مرتبہ کا تعلق وحدت سے ہے۔ دوسرا **معلوم** معلومیت کو اصطلاح تصوف میں مربوب، اسماءِ کونی اور مخلوقات بھی کہتے ہیں اس کا تعلق مرتبۂ واحدیت سے ہے، اس مرتبہ کے دو حال ہیں، (۱) معلوم مقید (۲) معلوم مطلق ،معلوم مقید، تقیدات ذات سے ہے اور یہاں عالم ومعلوم ممکن ومخلوق ہے۔ معلوم مطلق، یہاں عالم ومعلوم حق ہیں۔

(۳) اعتبار نور کی وضاحت: (۲) ''نور، حق صفت نور سے منور ہو کر جمیع عالم کو روشن کیا اور ارشاد فرمایا ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرض،، اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے...... پس اس مرتبہ کے بھی دو حال ہیں (۱) روشن کرنے والا (یعنی منیر) (۲) جسے روشن کیا جائے (یعنی منور) (۱) فاعل ہے (۲) مفعول ہے۔ پہلا روشن کرنے والا (منیر)، رب اور اسم الٰہی ہے۔ دوسرا روشن شدہ (منور) اور یہ مربوب ہے۔ بے اعتبار تقیدات، ممکن اور مخلوق بھی ہے۔

(۴) اعتبار شہود اور اس کے اقسام: ''شہود'' اس مقام کے بھی دو حال ہیں (۱) شاہد (۲) مشہود (۱) شاہد خود اسم یا صفت الٰہی ہے۔ (۲) مشہود بہ اعتبار تقید ممکن اور مخلوق ہے۔ چار اعتبارات اور سبع صفات کی تفصیل: چاروں اعتبارات سے گذر کر جب حق کی نظر تفصیل طلب ہوئی یعنی سبع صفات پر پڑی تو صفت حیات اختیار کر کے الحی ہوا۔ جب حیات سے ''انا،، کا اظہار چاہا تو ارادہ سے صفت مرید کا اظہار کیا، جب ارادہ پہ نظر کیا تو ارادہ بے حرف، بے حرکت، بے آواز، بے صورت پایا، تو کلام اور متکلم کے صفتِ سمع سے سمیع ہوا، کلام کی فرماں برداری کیلئے قدرت کو پیدا فرما کر صفت قدیر کا اظہار کیا! اور صفت قدیر ہستی ذات ہے پس ہستی ہی وجود اور وجود بے عدم ہے کیونکہ وجود عین ذات ہے، سالکِ بابصیرت [ایک] کو [ایک] میں [ایک] کر کے مجمل کا وحدت میں مشاہدہ کرتا ہے اور مفصل کا اپنی ذات میں۔

جاننا چاہئے سبع صفات الوہیت قدیم ہیں اور یہی صفات آدم میں حادث ہیں۔ صفات کا تعلق ذات خدا سے ہے، ظہور صفات جدا ہے۔ یعنی صفات فی التحقیق والحصول کے مرتبہ میں عینِ ذات ہیں اور فی

التفہیم کے مرتبہ میں غیر ذات ہیں، پہلے مرتبہ کو وحدت اور حقیقت محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ دوسرے مرتبہ کو الوہیت اور حقیقت انسانی کہتے ہیں۔ اس عینیت اور غیریت کا راز کیا ہے؟ وحدت اور الوہیت کا فرق معلوم کرنا چاہیئے۔ وحدت کی نسبت دو طرف کی جاتی ہے ایک احدیت کی طرف دوسری واحدیت کی طرف! یعنی درمیانی درجی کو وحدت کہتے ہیں! اسی طرح واحدیت یا الوہیت بھی دو نسبتیں رکھتی ہے (۱) وجود ظاہر (۲) علم ظاہر، اوران دونوں کے درمیان سبع صفات ہیں جنہیں ام الصفات بھی کہتے ہیں۔

سبع صفات کا راز:

۱) صفت حیات وحی سے اللہ میں زندہ ۲) صفت علیم وعلم سے اللہ میں دانندہ (۳) صفت ارادہ ومرید سے اللہ میں خواہندہ (۴) صفت قدرت اور قدیر کے اعتبار سے اللہ میں تو انندہ، (۵) صفت بصر و بصیر کے اعتبار سے اللہ میں بینندہ (۶) صفت سمع و سمیع کے اعتبار سے اللہ میں شنندہ (۷) صفت کلام وکلیم کے اعتبار سے اللہ میں گونندہ ہے۔

جاننا چاہیئے وہاں اسماءِ الٰہی رب، خالق، اور فاعل ہیں، یہاں ظہور اسماء بشکل مفعول ہیں، یعنی مربوب، ممکنات، اور مخلوقات ہیں، معلوم ہوا کہ فاعل اور مفعول کے درمیان سبع صفات موجود ہیں اور اس درجے کو برزخ کہتے ہیں! یعنی احدیت سے وجود ظاہر ہے اور واحدیت سے علمِ ظاہر ہے۔ وجود بمعنی ذات ہست ہے ذات ہست کے افعال کے اظہار کے لئے اسم یا صفت شرط ہے۔ اس درجہ کو وجود ظاہر کہتے ہیں! علم یعنی ہستی دانستن ہے اس کے اظہار کے لئے قابلیت اظہار، شرط ہے اس مرتبہ کو علم ظاہر کہتے ہیں! ان دو مراتب کے درمیان سبع صفات ہیں جو بشر سے متعلق ہیں۔

حدیث قدسی: کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَنْ اُعرَف فَخَلَقتُ الخَلقَ، کُنتُ کَنزاً مَخفِیّا کیا ہے؟ یہ ذات مطلق ہے صوفیان کرام اس ذات پاک کو کئی اصطلاحات سے تعبیر فرماتے ہیں، مثلاً ، ذات مطلق ولاتعین، غیب الغیب، ازل الازال، وجود بحت، مجھولُ النعت، عین الکافور، منقطع الاشارات،

غیب الھوئیت، اور عین المطلق وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ فَاَحبَبتُ کیا ہے؟ اس مرتبہ کو بھی صوفیان کرام نے کئی اصطلاحات سے یاد کیا ہے، مثلاً ذات وحدت، تعین اول، تجلی اول، برزخ کبریٰ، قابلیت محض، اور حقیقت محمدی ﷺ وغیرھا۔ اَنْ اُعرَف کیا ہے؟ صوفیان کرام نے اس مرتبہ کو بھی کئی ناموں سے یاد کیا ہے ذات الوہیت، تعین ثانی، معدن الکثرت، نفس رحمانی اور قابلیت الظھو روغیر ہا۔

فَخَلَقتُ الخَلق کیا ہے؟

اس مرتبہ کو بھی کئی اصطلاحات سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً نور محمدی ﷺ مخلوق قدیم، آئینہ الٰہی، معدن التفصیل، مصدر ممکنات، اور قابلیت کلی وغیر ہا۔ اللہ رب العزت ان چاروں مراتب کی خبر اس حدیث قدسی میں دیا ہے، جب بندۂ عارف پر ان چاروں مراتب کا حال مکشوف ہوتا ہے تو اسے واصل حق کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ واصلین پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ گنج کیا ہے؟ خفی کا محل ومحال کیا ہے؟ حب ذاتی کیا ہے؟ اَنْ اُعرَف سے خود کو پہچانا وہ کیا ہے؟ پھر فَخَلَقتُ الخَلق سے خلق کو پیدا کیا! اول کسے پیدا کیا ؟ جس کی پیدائش پر خلقت کی پیدائش کا انحصار ہے۔ یعنی یہاں خبر نور کی دیتا ہے کہ یہ نور قدم ہے اس مقام میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں' 'اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہُ نُورِیُ وَ کُلُّ خَلَائِقٍ مِنْ نُورِیْ،، اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے تمام خلائق کو پید فرمایا! اس نور قدیم کے دو حال ہیں (۱) مجمل (۲) مفصل، مجمل کو نور محمدی ﷺ کہتے ہیں اور تفصیل کو عالم ملکوت اور عالم مثال کہتے ہیں۔ اسی نور قدیم اجمالی کو علمِ مطلق بھی کہتے ہیں اور علم مطلق کو روح محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ مثالی علم مطلق کو روح انسانی کہتے ہیں۔

واضح رہے نور علم محمدی ﷺ کے دو درجات ہیں (۱) علم فاعل (۲) علم مفعول، علم فاعل کو عقل کل کہتے ہیں اور علم مفعول کو نفسِ کل کہتے ہیں۔ روح انسانی سے بھی دو علوم جاری ہوتے ہیں (۱) ایک علم فاعل جس کو ملکوت اعلیٰ کہتے ہیں (۲) علم مفعول جس کو ملکوت اسفل کہتے ہیں۔ جب روح انسانی کو مفعولیت کا علم

ہوا تو روح پر لازم ہوا کہ افعال بھی سرزد ہوں اور افعال کا سرزد ہونا بغیر جسم کے ممکن نہیں کیونکہ جسم منحصر ہے جسم کل پر اور جسم کل محتاج ہے روح محمدی ﷺ کا ! جب روح محمدی ﷺ کو مفعولیت کا علم ہوتا ہے تو ایک احتیاج پیدا ہوتی ہے اور یہ احتیاج لازمۂ جسم ہے اس مرتبہ کو جسم کل کہتے ہیں ! یعنی اس احتیاج کی نظر روح محمدی ﷺ سے ہو کر روح انسانی سے گذرتی ہے اور ملکوت اسفل میں قرار پکڑتی ہے اس استقرار کے ظہور کا نام ''ہوا،، ہے اور یہ عالم اجسام کا مصدر ہے ، یہ مرتبہ وحدت کے قائم مقام ہے ۔ ارواح اور اجسام کے درمیان یہ مرتبہ چار اعتبارات کے ساتھ ہے ، چار اعتبارات یعنی چار عناصر ہیں ۔

یہاں عناصر کے مزاج اور ارواح کی قوتِ امتزاج سے چار ارواح اور چار نفوس جلوہ گر ہوتے ہیں ۔ اس مرتبہ کی تفصیل حضرات خمسہ سے حاصل ہوتی ہے ، حضرات خمسہ کو دکنی صوفیان کرام کی اصطلاح میں کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے (۱) امین دیکھ (۲) امین نور (۳) امین شاہد ، امین دیکھ کا ظہور کیا ہے ؟ وحدت اور الوہیت ہے ، امین نور کا ظہور روح اور مثال ہے ، امین شاہد کا ظہور اجسام اور افعال ہے ۔

امین دیکھ کی وضاحت :۔

کُنتُ کَنزًا مَخفِیاً میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا...... یہ امین دیکھ کا مرتبہ ہے ، جسے ذات مطلق یا غیب ھویئت یا امین دیکھ کہتے ہیں ! اس مرتبہ میں نہ علم مطلق ہے نہ علم تفصیل ہے ، یہاں ''دیکھ،، ہے ، جب ''دیکھ،، کو علم مطلق دیکھ کا پیدا ہوا تو اس حال کو وحدت سے تعبیر کیا گیا ! یہاں مطلق ''دیکھ،، سے دو علوم پیدا ہوئے ، ایک علم احدیت ، دوسرا علم واحدیت ! پہلا علم بے اعتبارات دوسرا علم با اعتبارات ! یعنی وحدت کے چار اعتبارات ہیں ، وجود ، علم ، نور اور شہود ، یہاں امین دیکھ نے خود کو دیکھ کر خود کے عرفان سے آگاہ ہوا اسے علم کہتے ہیں ۔ علم سے ہستی کو منور پایا تو اس مقام کو نور کہتے ہیں ! اس نور میں سوائے اپنی ہستی کے کوئی غیر نہیں تھا تو آپ اپنا شاہد ہوا اس مرتبہ کو شہود کہتے ہیں ! علم مطلق نے جب چاروں اعتبارات کو پہچان کر عرفان سے آگاہ ہوا تو اس مقام کو واحدیت کہتے ہیں ! اس علم کو علمِ با اعتبارات کہتے ہیں ۔

جب علم مطلق نے وحدت کی نظر سے دیکھا تو چاروں اعتبارات کو وحدت کے تعلق سے ایک ہی پایا

، اس جاننے اور پانے کو احدیت کہتے ہیں ! نیز علم بے اعتبارات بھی کہتے ہیں ! معلوم ہوا کہ ایک علم ثبتِ اعتبار ہے دوسرا علم سلب اعتبار ہے اور ان دونوں کے درمیان علم مطلق وحدتِ ذات ہے ۔ وحدت میں خود کا مشاہدۂ مجمل کیا تو اس مرتبہ کو علم مطلق کہتے ہیں ۔ علم مطلق نے تفصیل پر نگاہ کیا تو اس مرتبہ کا نام الوہیت ، معدن الکثرت ، تعین ثانی مشہور ہوا ۔ اس مرتبہ کو معدن الکثرت اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سبع صفات نمودار ہوئے یعنی ذات ''امین دیکھ،، نے وجود ، علم ، نور اور شہود کے تحت سبع صفات کو روشن کیا اور خود کا اثبات کیا ، اس مرتبہ کو بھی الوہیت اور علم تفصیل کہتے ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ''وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلاَّیُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ،، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کی حمد وتسبیح بیان نہ کرتی ہو لیکن تم اسکی تسبیح کو نہیں سمجھتے...... شئی کا کل انحصار موجودات پر ہے اور تسبیح کرنے کے لئے حیات درکار ہے ، حیات ہے ، علم نہیں تو تسبیح کرنا ممکن نہیں ، اس کے لئے علم ضروری ہے اگر علم ہے ارادہ نہیں تو تسبیح کا اظہار کرنا محال ہے ، اگر ارادہ ہے قدرت نہیں تو تسبیح کرنا دشوار ہے ، اگر قدرت ہے کلام نہیں تو تسبیح کس طرح کرسکتا ہے ؟ کلام ہے سمع نہیں تو تسبیح کرنے والے کی کون سنے گا ؟ سمع ہے بصر نہیں تو فاعل حقیقی کو دیکھے بغیر تسبیح کس طرح کر سکے گا ؟ یہ علم ادراک ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے ، یہاں رب اور مربوب کے درمیان یعنی اسماء الٰہی اور اسماء کونی کے درمیان سبع صفات برزخ قرار پاتے ہیں !

معلوم ہوا کہ خالق کی صفات کا پرتو مخلوق کی صفات ہیں ، اسم مخلوق ظہور اسم خالق ہے ۔ لہٰذا سالک وعارف پر لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی ملکیت میں تصرف نہ کرے یعنی اس کی امانت اس کو لوٹا دے ، حدیث پاک میں آیا '' اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُم اَنْ تُؤَدُّوا الاَمانَاتِ اِلیٰ اَھلِھَا ''(سورئہ نساء ۵۸) بیشک اللہ تعالیٰ امانت کو اسکے اہل کی طرف لوٹا دینے کا حکم دیتا ہے......

جاننا چاہئے کہ علم ، عالم اور معلوم کے درمیان برزخ ہے ، عالم کی اصل وصل ہے یہ مرتبہ ''امین دیکھ'' اور ھویئت غیب ہے ، اور معلوم کی اصل ، وصل ''امین نور'' ہے ، یہ تجلیٔ خارجی اور مخلوق قدیم ہے ، اس مرتبۂ نور میں ملاحظۂ حدوث ہے یعنی ''امین دیکھ،، میں اور وحدت کے درمیان جو ''علم دیکھ،، وجود میں آیا وہ

علم مجمل ہے۔ علم تفصیل یا علم الوہیت جو اعیان ثابتہ کی نسبت سے اشکال علیت ہے، اس کو معلومِ معدوم کہتے ہیں! اس مرتبہ میں ذات وصفات حق قدیم ہیں اور علم کے درمیان نہیں! اس حال میں معلومات بھی قدیم معلوم ہوتے ہیں! عالم حدوث بھی علم قدیم کے درمیان معلوم قدیم ہے، یعنی تفصیل کا دیکھنا، دکھنے والے کی صورت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے جو دکھتا ہے وہی معلوم مطلق ہے اسی کو ''امین نور،، کہتے ہیں! یہ علم حدوث کا مصدر ہے۔

ایک مثال:

ایک شخص شراب کے نشے میں مخمور، بے ہوش اور ہر چیز سے بے خبر شہر کے کسی کونے میں سویا ہوا ہے، اس حال کو ھوئیت غیب اور دکنی زبان میں ''امین دیکھ،، کہتے ہیں! اچانک ہوش میں آکر خبردار ہو گیا! اس حال کو وحدت اور علم مجمل کہتے ہیں! یعنی ''ان دیکھ،، کے حال سے ''دیکھ،، کے حال میں آیا پھر اس شخص نے آئینہء ناخن پر نظر ڈالا تو آئینہء ناخن مصفیٰ اور روشن نظر آیا، پھر اس پر جب نظر ڈالا تو اس نظر کا نام الوہیت اور علم تفصیل قرار پایا۔ یہ دونوں حال ذات میں عین ذات ہیں، پھر اس کی نظر تجلیٔ آئینہ پر پڑی اور عکس میں نظر پیدا ہوئی اور یہ نظر حقیقی نظر کا پرتو ہے اور آئینہ نگاہ غیب ہے، یعنی اس شخص کے دیکھنے سے جو دکھا وہ آئینے کے عکس کا ''دیکھ،، ثابت ہوا۔ اس عکس کا ''دیکھ،، خارج میں ''امین نور'' کہلایا، نیز مخلوق قدیم ہوا۔ نگاہ عکس نے نگاہ شخص پر پھر نگاہ کیا اسی نظر یا نگاہ کو روحُ الروح کہتے ہیں یہ مرتبہ مرتبہ وُحدت کے قائم مقام ہے اور یہاں نور بھی غیبِ ھوئیت کے درجہ میں ہے۔ عکسِ آئینہ عالم ملکوت اور عالم مثال کی مانند ہے ناخن کو آئینہ اور شخص کو جسم سمجھنا چاہئیے، اس کہانی سے حواس خمسہ باطنی کا اظہار بھی کیا گیا ہے تا کہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

امین نور کی وضاحت:

اس مرتبہ کو روح، مثال اور جسم کے تعلق سے تحریر کیا گیا ہے بغور ملاحظہ فرمایئے۔ ''امین نور،، یعنی وہ جو دکھتا ہے جسے معلوم مطلق، مخلوق قدیم اور مصدرِ ممکنات کہتے ہیں، یہ تجلیٔ ذات خارج میں نور ہے، یعنی اپنی قابلیت کے اعتبار سے اور اعیان ثابتہ کے مطابق خارج میں دیکھا، جس طرح ناظر نے نظر کیا عکس آئینہ پر نظر کیا، اور خود کا مشاہدہ کیا یہاں نگاہِ خارج کو ''نور،، سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ خارج میں خود کو روشن دیکھا! اس روشنی کو بھی نور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب روشنی یعنی نور کو علم مطلق حاصل ہوا تو اس مرتبہ کو بھی روح الروح کہتے ہیں یعنی ''نور،، میں ظہور ذات کا جلوہ نظر آیا۔ اس مقام کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات وحقیقت کا اس طرح انکشاف فرمایا: ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُورِی،، یعنی میں (انا) اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں۔ سمجھدار کے لئے اس ''انا'' میں ایک اہم راز پوشیدہ ہے، جس کا ذکر ہم پچھلے باب میں کر آئے ہیں! جب روح الروح کو علمِ فاعل ہوا تو، اس مقام و مرتبہ کو ''عقل اول'' اور ''عقل کل'' کہتے ہیں! آقا علیہ السلام کا فرمان: '' اول ما خلق اللہ عقلی'' کا اشارہ اسی طرف ہے، جب روح الروح کو مفعولیت کا علم ہوا تو اس مقام کو نفس کل اور قلم اعلیٰ کہتے ہیں! یعنی روح الروح کی طرف ناظر نظر کر کے عقل قرار پایا پھر روح الروح کی نظر نزول کر کے عقل کل کی ''انیت ،، کا عرفان حاصل کیا، تو روح الروح میں ''اَنا،، کا استقرار ہوا۔ اس ''میں، یا ''اَنا،، کے علم کو نفس کل کہتے ہیں! اسلئے انسان نفس جزء ہونے کے باوجود بھی ''میں'' یا ''اَنا،، سے خالی نہیں رہتا۔

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ! ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ یعنی ''اَنا'' اللّٰہ سے ہے، معلوم ہوا کہ اس ''میں'' یا ''اَنا ،، کے علم کو ''نفس کل،، کہتے ہیں اور وضاحت سے سمجھنے کی کوشش کیجئے ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ'' ''اَنا'' اللّٰہ سے ہے...... کا دم مارنے والے کو ''نفس،، کہتے ہیں، اسی نکتہ کے سمجھنے کے لئے امتحاناً ارشاد گرامی ہوا، مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْعَرَفَ رَبَّہٗ، یعنی جو خود شناس ہوا وہ خدا شناس ہوا...... یہی وہ نفس ہے جس سے نفوس عالم کا اظہار کیا گیا ہے۔

اے سالک و عارف! یہ ''امین نور،، امین دیکھ کا بدل ہے! روح الروح وحدت کا بدل ہے، عقل کل احدیت کا بدل ہے، نفس کل واحدیت کا بدل ہے، اور وحدت کے چار اعتبارات روح الروح کے محل میں ''جوہر ھبیٰ'' ''طبیعت کل''، ''شکل کل'' اور ''جسم کل'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ یاد رہے کہ جوہر ھبیٰ یعنی روح الروح میں بالقوہ صورتوں کے اظہار کی قابلیت ہے، اس قابلیت اور قوت کو ''ہیولیٰ،، کہتے ہیں، یہاں ہر شئی کی حقیقت اسی قوت سے ہے۔

طبیعت کل کیا ہے؟

روح الروح کی باطنی قوت طبیعت ہے اور یہی قوت طبیعت جمیع موجودات میں جاری و ساری ہے، معلوم ہوا کہ روح الروح میں ہزار ہا اقسام میں منقسم صورتوں کو وجود وعطا کرنے کی قوت ودیعت کی گئی ہے، اور اسی قوت سے ہر شکل و صورت تفاوت و تمیز پاتی ہے۔ اور یہ احتیاج جسم کل کے لئے لازمی بھی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ ''امین نور'' آئینۂ غیب ھویت ہے۔

اے سالک کیا تو جانتا ہے ''امین دیکھ،، یعنی غیب ھویت کے آٹھ درجات ہیں (۱) ذات مطلق (۲) وحدت (۳) احدیت (۴) واحدیت (۵) وجود (۶) علم (۷) نور (۸) شہود، اسی طرح مرتبہ نور میں آٹھ درجات ہیں (۱) مخلوق قدیم نور محمدی ﷺ (۲) روح الروح (۳) عقل کل (۴) نفس کل، بجائے غیب ھویت (۵) جوہر کل، بجائے وحدت (۶) طبیعت کل بجائے احدیت (۷) شکل کل بجائے واحدیت (۸) جسم کل بجائے شہود کے ہے۔

حضرات خمسہ کی تعریف:

باطن میں حق کے تنزلات کا ظہور ہوا ہے، نیز یہ معرفت غیب و شہادت ہے (۱) حضرت وحدت (۲) حضرت الوہیت (۳) حضرت روح (۴) حضرت مثال (۵) حضرت جسم، ان پانچ حضرات میں تین حضرات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وحدت کی تفصیل عالم مثال یا ملکوت ہے جسے عالم ارواح و انفاس کہتے ہیں اور اس مقام کا نام نور تفصیل ہے۔ ''امین نور،، مجمل کو جب علم مطلق حاصل ہوا تو اس مرتبہ کو روح محمدی ﷺ کہتے ہیں، نور تفصیل کو جب علم مطلق حاصل ہوا تو اس مرتبہ کو روح انسانی کہتے ہیں! یعنی روح انسانی کا ظہور تفصیل روح محمدی ﷺ ہے۔

اے سالک اگر تو مبتدی ہے تو پچھلی بحث کو اک بار پھر یہاں دہرانا چاہوں گا تا کہ اس سخن کے نکات اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے اور اصل مدعا کو سمجھنے میں دشواری نہ آئے ''امین نور مجمل'' سے تین اقسام کے علوم جاری ہوتے ہیں (۱) علم مطلق (۲) علم فاعل (۳) علم مفعول، اب اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں، علم مطلق کے ظہور کو ''روح الروح،، کہتے ہیں نیز روح محمدی اور روح قدسی کہتے ہیں۔ (۲) علم فاعل کو عقل کل کہتے ہیں (۳) علم مفعول کو نفس کل کہتے ہیں، اسی طرح نور تفصیل سے بھی تین طرح کے علوم جاری ہوتے ہیں! نور تفصیل کو علم مطلق حاصل ہوا تو اس مرتبہ کو روح انسانی کہتے ہیں، اور علم، فاعل کا ہوا تو ملکوت اعلیٰ کہتے ہیں اور جب علم مفعول ہوا تو ملکوت اسفل کہتے ہیں۔ اگر روح انسانی کو وحدت کا بدل تسلیم کرلیں تو اس کی احدیت سے ملکوت اعلیٰ اور واحدیت سے ملکوت اسفل کا اثبات ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں روح انسانی کو وحدت کی نسبت سے چار اعتبارات حاصل ہو تے ہیں۔ (۱) جبرئیل (۲) میکائیل (۳) عزرائیل (۴) اسرافیل، معلوم ہوا کہ یہ چار اموا کیل ملکوت اعلیٰ اور ملکوت اسفل کے درمیان برزخ ہیں! جاننا چاہئے کہ چاروں اعتبارات کی خبریں ملکوت اعلیٰ سے ملکوت اسفل تک پہنچاتے ہیں اور ملکوت اسفل جسم تک پہنچا تا ہے۔

ظہوراجسام کاراز:

’’امین نور‘‘ کی نظر جب ’’امین دیکھ‘‘ پر پڑی تو منظور نظر روح الروح قرار پایا۔ جب ’’امین نور ،، کی نظر تفصیل پر پڑی تو روح انسانی نظر آئی، روح انسانی کی نظر جب ملکوت اسفل پر پڑی تو نیچے کچھ بھی نہیں تھا یعنی خالی تھا، اور خالی قوت علم بالقوہ سے ’’جوہر لایتجزیٰ ،، کی شکل میں نمودار ہوا، اس مرتبہ کو ’’امین شاہد‘‘ کہتے ہیں! یعنی شہود اتم جسم میں موجود ہے، اور اجزائے لایتجزیٰ کو ہوا (باد) کہتے ہیں۔ نیز ’’ہوا ،، مصدر عناصر بھی ہے ’’ہوا ،، قوت نظر سے جب متحرک ہوئی تو ’’باؤ ، یا ’’وایو ، پیدا ہوئی، اس محل پر اسرافیل تعینات ہوئے! ’’باؤ ، اور ’’ہوا ،، کی تحریک اور چقماق کی مانند رگڑ سے گرمی اور آگ پیدا ہوئی، اس پر مؤکل عزرائیل کو تعینات کیا گیا! یاد رہے اجزائے لایتجزیٰ میں سردی، گرمی، تری اور خشکی کی خاصیتیں موجود ہیں۔ الغرض آگ کی گرمی سے ’’باؤ ،، میں سرد بخارات تری سے معرق ہو کر پانی وجود میں آیا، اس مقام پر موکل میکائیل تعینات کیا گیا! یہاں آگ کی گرمی اور جوش سے، پانی کی موجوں اور ’’باؤ ،، کی حرکت سے، نیز ’’ہوا ،، کی قراریت سے خشکی پیدا ہوئی اس عنصر کا نام خاک ہے اور اس پر موکل جبرئیل متعین ہے۔ حضور پاک ﷺ کا قول اس مقام کے تحت بھی موزوں ہے ’’كُلُّ شَیْءٍ يَرْجِعُ اِلىٰ اَصْلِهٖ ،، یعنی ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ ’’امین نور‘‘ کی نظر جب وحدت پر پڑی تو چار اعتبارات پیدا ہوئے، اور الوہیت میں سبع صفات پیدا ہوئے۔ روح محمدی ﷺ میں چار قوتیں پیدا ہوئیں، روح انسانی میں چار موکل پیدا ہوئے ’’ہوا ،، میں چار عناصر کی اصل پیدا ہوئی۔ جاننا چاہئے کہ یہاں نظر کے تصرف اور قوت روح محمدی ﷺ سے جوہر ہی کی قابلیت اور طبیعت کل کے طبائع ’’شکل کل ،، کے اشکال اور ’’جسم کل ،، کے اجسام، کی قوتیں چاروں عناصر میں متصرف ہو کر ہر عنصر کے تعلق سے قوت روح الروح کا نام مخصوص ہوا۔ جب عناصر کا کرشمہ وجود میں آیا تو روح الروح کے تعلق سے حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ’’ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ فَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اَیْ مِنْ نُوْرِیْ! میں نے اس میں اپنی جانب سے روح پھونکی......روح سے مراد نور ہے

، یعنی ’’امین دیکھ ،، کی نظر وحدت کے اعتبار سے شہود، الوہیت ، کے اعتبار سے قدرت ’’امین نور ،، کے اعتبار سے ’’جسم کل ،، روح انسانی کے اعتبار سے جبرئیل بن کر ’’امین شاہد ،، ہے۔ ’’ہوا ،، کے اعتبار سے خاک کو قوی کیا تو خاک بصفت سرد وخشک سے متصف ہوئی اور اجزاء لایتجزیٰ کو قوت انجماد عطا کیا، تو اس مرتبہ کو ’’روح جمادی ،، کہتے ہیں۔ اسی طرح عناصر اربعہ میں تنزل وتصرف سے عنصر آب کو قوت عطا کیا تو یہ عنصر سرد وتر سے متصف ہوا، قوت انجماد جسمی کو قوی کیا تو اس مرتبہ کی قوت کو ’’روح نباتی‘‘ کہتے ہیں! اور جب عنصر آگ کو قوت عطا ہوئی تو گرم وخشک صفات سے متصف ہو کر ’’قوت نمو ،، کو متحرک کیا، تو اس قوت کو روح حیوانی کہتے ہیں! اور جب عنصر باد کو گرم وتر صفات سے متصف کر کے قوت عطا کیا تو اس قوت کو حرکت ، جزئیات کا ادراک، نطق اور لذت، حواس خمسہ وغیرہ بخش کر روح نفسانی قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ نظر وحدت جو مصدر ہوا کی شکل میں متشکل ہوئی وہی نظر ’’ہوا ،، اور ملکوت اسفل کے درمیان برزخ قرار پائی! کیونکہ ’’ہوا ،، طبائع عناصر کا جامع ہے اس نسبت کو روح نفسانی کہا گیا ہے۔ جب روح نفسانی ، ادراک ، لذت، محبت، حواس ونطق باطنی سے مزین ہوئی، تو ’’دل ،، کہتے ہیں! جب دل ادراک واستقرار سے ملکوت اعلیٰ کے ادراک کلی کا مدرک ہو تو اس مرتبہ کو روح انسانی کہتے ہیں! مذکورہ پانچ قوتیں یعنی پانچ ارواح، روح الروح کا کرشمہ اور منظور نظر ہیں! ناظر کو آئینۂ وحدت میں جو نظر آیا اس مقام کو روح قدسی کہتے ہیں، اسی روح قدس یا قوت قدسی سے پانچ ارواح یا پانچ قوتیں متفرق ناموں سے موسوم ہوئے۔ یعنی نگاہ روح محمدی ﷺ کی نسبت اور تعلق سے، مرتبہ خاک، اور مرتبہ ہوا تک عروج کرنے کے بعد پانچ مراتب ظہور میں آئے ہیں، یعنی نظر محمدی ﷺ کے نور سے پانچ نوری قوتیں پیدا ہوئیں، ان پانچ قوتوں کو پانچ ارواح کہتے ہیں! خاک کی نسبت سے روح جمادی، آب کی نسبت سے روح نباتی، آگ کی نسبت سے روح حیوانی، باد کی نسبت سے روح نفسانی اور ’’باؤ ،، یا وایو، کی نسبت سے ’’دلِ انسانی ،، مثال کی نسبت سے ’’روح انسانی ،، وغیرہ کا اظہار کیا گیا ہے!

جب علمِ مفعولیت سے نظر روح الروح نے تنزل کیا تو ’’ہوا ،، کے درمیان نفس کل (ھو مظہر

ھو) ہوا، اور عروج کی نسبت سے ''دل،، کہلایا، نزول کی نسبت سے قلب مشہور ہوا (قلب بمعنی منقلب) جب ہوا سے خاک میں انقلاب آیا تو عنصر باد نے ہوائے حیات کے ساتھ مل کر ایک مرتبہ پیدا کیا اس مقام کو نفس لوامہ کہتے ہیں! یاد رہے یہ ''نفس کل،، کا ہی اک مقام ہے۔

نفس لوامہ قرار و اضطرار کا مجموعہ ہے، گناہ بھی کرتا ہے، توبہ بھی کرتا ہے، ہوا کی مانند یہ کبھی ادھر کبھی ادھر رہتا ہے، کیونکہ یہ مقام تلوین میں ہوتا ہے، جس پر ہزار ہا قسم کے رنگ چڑھتے رہتے ہیں، اسی طرح جب نفس کل عنصر آگ سے ظاہر ہوتا ہے، تو اس مرتبہ کو نفس امارہ کہتے ہیں! اس کی فطرت میں سرکشی اور گناہ کا رجحان ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے' اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَ ۃٌ بِالسُّوۡءِ،، بے شک نفس امارہ گناہ کا حکم دیتا ہے...... مذکور کے مثل عنصر آب کی نسبت سے نفس کل ہی نفس ملہمہ قرار پایا۔ یہ صاف و شفاف پانی کی مانند ہوتا ہے او راسمیں الہام قبول کرنے کی قوت ودیعت کی گئی ہے، اس پر غیب کا انکشاف ہوتا ہے، اسی طرح یہی نفس کل مٹی کی نسبت سے نفس مطمئنہ کہلایا! یہ نفس حق تعالیٰ کا فرماں بردار ہو کر اسی کی رجوع کرتا ہے، ''قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ ''یٰاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً،، اے نفس مطمئنہ والی ذات تو خدا کی طرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی رہے......

خلاصۂ بحث:

نفس کل سے عناصر کے مطابق چار نفوس کا اظہار کیا گیا ہے، نفس مطمئنہ سے متعلق آیت کریمہ پر غور کریں تو ایک نکتہ حاصل ہوتا ہے یعنی حق کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت اسمیں موجود ہے۔ یعنی نظر ''امین دیکھ،، وحدت کے تعلق کے ساتھ اسفل اور خاک پر محیط ثابت ہوتی ہے جب اس نظر نے تنزل کیا تو حکم ''اِرۡجِعِی،، (رجوع) کا ہوا، یہاں معلوم ہوا کہ یہ کرشمہ نگاہ حق کے عروج و نزول کا ہے، نہ کہ ذات حق کا، ورنہ ذات حق کا عروج کیا، نزول کیا؟ ذات حق کے علم میں ہر چیز قید ہے اور ذات حق ہر قید سے مبراء ہے، اسی نظر کے تعلق سے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ فَنَفَخۡتُ فِیۡهِ من رُّوۡحِیۡ،، پس میں

نے اپنی جانب سے روح کو عناصر کے قالب میں پھونکا......یعنی صوفیان عظام نے روح سے مراد نور لیا ہے حدیث پاک میں آیا ہے'' اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ وَ کُلُّ خَلَائِقَ مِنۡ نُوۡرِیۡ،، ! کی اگر تشریح سمجھ میں آجائے تو ہمارا سمجھانے کا مدعا پورا ہوجاتا ہے۔ ''اَنَـــا،،؛ یہ سخن روح الروح کا ہے'' مِـنۡ نُـوۡرِ اللّٰـهِ،، حقیقت محمدی یعنی وحدت کا سخن ہے''کُـلُّ خَلَائِق،، تمام تنزلات تا درجۂ خاک کا سخن ہے'' مِن نُّوۡرِی،، میرے نور سے ہے، یہ اشارہ ''امین نور،، کی طرف ہے اور یہ سب کچھ نور ہی کا ظہور ہے۔

'' اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آ دَمَ عَلٰی صُوۡرَتِهٖ،، بیشک اللہ نے حضرت آدم کی اپنی صورت پر تخلیق فرمائی ......حضرت آدم''اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً،، کے منصب پر فائز ہو ہو کر تنزل فرمائے! کیونکہ آدم کا معنیٰ اَدیم سے ماخوذ ہے ادیم بمعنی پوست! پوست کے بغیر مغز کا نہ ظہور ممکن ہے نہ حفاظت! چونکہ حضرت آدم سے مراد ادیم الارض ہے اس لئے آپ کو فی الارض خلیفہ کہا گیا، یہاں تنزلات کا انتہائی اہمیت کا حامل درجہ خاک اور خاکدان ہے۔ حضرت آدم کو ادیم الارض اس لئے کہا جاتا ہے کہ پوست کے بغیر مغز نہیں، مغز کے بغیر تخم نہیں، تخم کے بغیر شجر نہیں، اور شجر کا وجود پوست سے محفوظ ہے۔

اے سالکِ راہ خُدا :

سالکان راہ خدا کے لئے ہم نے پہلے باب کی بحث کو دوسرے باب میں اضافی معلومات کے ساتھ چھیڑا ہے تاکہ پیرایہ بدل بدل کر مطالعہ کرسکیں اور ان دقیق مضامین سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکے! یہ وہ مضامین ہیں جن پر تصوف کی اساس رکھی گئی ہے، اس لئے ہم قارئین کرام کو یقین دلاتے ہیں کہ ان مضامین کو سمجھنے کے بعد انشاء اللہ ائمہ متقدمین و متاخرین کی تصنیفات کو آپ بخوبی سمجھ جائیں گے! الہٰذا تیسرے باب میں بھی ہم نے مذکورہ ابواب کی بحث مزید تفصیل کے ساتھ اٹھائی ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشیں ہوجائے مگر یہ انداز جداگانہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے' اِعۡلَمۡ اِنَّ الۡحَقَّ حَقِیۡقَۃُ الۡعَالَمِ وَ سَارَ فِیۡهِ فَالرُّوۡحُ حَقِیۡقَۃُ الۡبَدَنِ

وَسَارَ فِیهِ الْبَدَنِ صُوْرَتُهٗ" تحقیق کہ حق جو ہے حقیقت عالم ہے اور ارواح کے درمیان محو سیر ہے اور ارواح بدن کی حقیقت ہے اور بدن کے درمیان محو سیر ہے بصورت روح! نیز دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے "فَالرَّبُّ رَبٌّ غَیْرُ نِهَایَةٍ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ غَیْرُ نِهَایَةٍ لَا یَکُوْنُ الرَّبُّ عَبْداً وَ لَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ رَبًّا،، یعنی رب رب ہے غیر نہایت اور عبد عبد ہے غیر نہایت، رب عبد نہیں ہوتا اور عبد رب نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ • وَ نَحْنُ اَقْرَبُ الیه مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ! سورۂ ق، آیت ۱۶، پ ۲۶، یعنی پیدا کیا ہم نے انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو کچھ اسکا نفس وسوسہ ڈالتا ہے، اور ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اے طالب اللہ ہم نے اپنی کتاب "العلم نقطة" میں شہ رگ کا پتہ بتا چکے ہیں یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں! شہ رگ سانس ہے یہ بادشاہ رگ، رگ تنفس ہے جس کے سائے میں ہر نس وناڑی زندہ ہے اس کا تعلق دیدہ سے انتہائی مضبوط ہے۔ کہا گیا ہے! "ذَاتُ اللّٰهِ اَقْرَبُ مِنَ الْاِنْسَانِ،، یعنی اسم اللہ کی ذات انسان سے قریب ہے، اس قول میں انسان ذات انسانی یعنی قلب کو کہتے ہیں! اور قلب' دم انسانی،، کو کہتے ہیں معلوم ہوا کہ اسم اللہ دم انسانی سے بہت قریب ہے دم، سانس، اور اسم اللہ ذات ھو پر غور کر کے معنی حاصل کرنا چاہیئے۔ اس قول کے مطابق بندہ پر اللہ کا عرفان وقرب حاصل کرنا واجب ہو جاتا ہے! جاننا چاہیئے جب وہ ذات انسانی اور شہ رگ سے اس قدر قریب ہے تو بندہ کو چاہیئے کہ اس قربت کا علم حاصل کر کے اللہ کی ذات کے قریب ہو جائے۔

وہ ادھر سے قریب ہے تو ادھر سے دور کیوں؟ تو بھی قریب کیوں نہیں ہونے کی کوشش کرتا، اس کی قربت حاصل کرنے کیلئے کیا کرنا چاہیئے؟ اے اللہ کے بندے علم قربت حاصل کنا چاہیئے علم قربت کیا ہے؟ یہ وہ علم ہے جس کو اللہ رب العزت کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں، کامل ومقرب بندوں کی اصطلاح میں علم تصوف کہتے ہیں۔ علم قربت یا علم لدنی یا علم تصوف کسے کہتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ،، یعنی علم اک نقطہ ہے، معلوم ہوا کہ علم قربت اک

نقطہ پر موقوف ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، یعنی حمد وثناء عالمین کے رب کے لئے ہے، معلوم ہوا کہ وہ رب ہے مربوبات کا! اسم رب کو ظہور کے لئے مربوب شرط ہے اور ظہور مربوب کے لئے رب شرط ہے۔

رب سے وحدت اور یکتائی ہے، مربوب سے دوئی اور دوتائی ہے جب یکتائی اور دوئی کا ظہور ہوا تو یہاں ایک لطیف نکتہ حاصل ہے! یعنی ذات سے صفات اور ظہور صفات کا نزول ہے! اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ حضور نے فرمایا تمام علم ایک نقطہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ انسان کو عالم صغیر کہا گیا ہے یعنی عالم کبیر میں جو کچھ تفصیلاً ہے وہ سب کچھ حضرت انسان یعنی عالم صغیر میں اجمالاً ہے! گنج مخفی عالم کبیر میں تفصیلاً ہے تو حضرت انسان میں اجمالاً ہے، ذات عالم کبیر میں تفصیلاً ہے تو عالم صغیر میں یعنی حضرت انسان میں اجمالاً ہے بس عالم کبیر کا مطالعہ ہم عالم صغیر میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً فَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ، میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ خلقت میں خود کو ظاہر کروں، یعنی عالم کبیر کی قدرت کا اظہار عالم صغیر میں کروں۔ بلاتشبیہ ولا انتہا! آیات نور کی مثال کے مطابق ذات گنج ہے اور یہ گنج سیاہی ہے اور سیاہی ہی کلمہ طیب کی ابتداء لا الٰہ الا اللہ ہے!

ذات سے اسم ذات الا اللہ میں آیا الا اللہ سے محمد رسول اللہ کا جلوہ دکھایا، گنج ذات یعنی گنج سیاہی کیا ہے؟ ایک نقطہ اور ہجوم حروف ہے، حروف کیا ہیں؟ علوم ہیں اور تمام علوم پر محیط ذات ہے یعنی حروف کے ہجوم میں العلم نقطۃ، علم ایک نقطہ ہے، کے مطابق ایک نقطہ ہے جس کے علم پر ہر علم کی تفصیل موقوف ہے! معلوم ہوا کہ تمام حروف وعلوم سیاہی میں بالقوہ موجود ہیں (جسے لوح محفوظ بھی کہتے ہیں)! اور نقطہ یہاں بمانند بیج ہے، یعنی تخم کے درمیان پیڑ اور شاخیں برگ، پھول وپھل، معلوم ومعدوم کی شکل میں جس طرح ہوتے ہیں اسی طرح ذات بحت کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً، کی صورت میں مخفی تھی یعنی" اَنَا کَنْزاً کی صورت میں خود کے علم ذات سے مخفی تھا، جس طرح تمام حروف سیاہی میں مخفی تھے۔

" فَاَحْبَبْتُ،، میں چاہا "تخم،، نے یا "انا،، نے یا سیاہی،، نے "اَنْ اُعْرَفَ،، تاکہ میں اپنی انا کو پہچان لوں وہ "انـــا،، جو بینش کے درمیان ہستی محض ہے یا سیاہی کے درمیان حروف ہیں، یا تخم کے باطن

میں شجر پھل پھول اور پتے ہیں ''فَخَلَقْتُ الخَلق،، پس پیدا فرمایا ''انانیات،، کو، یا پیدا فرمایا سیاہی نے حروف کو، یا پیدا فرمایا تخم نے شجر کو۔ اے سالک راہ خدا گوش دل حاضر دار! کیونکہ مخفی اسرار مکشوف ہو رہے ہیں! جاننا چاہیئے کہ حق نے اشارتاً فرمایا یعنی علم لدنی سیکھو! العلم نقطۃٌ علم ایک نقطہ ہے نقطہ کے بغیر حرف کا ظہور ناممکن ہے! حرف کا اظہار کاغذ کے بغیر ممکن نہیں! بالکل اسی طرح ہر ہستی کے کاغذ پر قدرت کا قلم چلا! ورنہ علم کے بغیر معلومات کا ظہور معدوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے تصوف کی اصطلاح میں سیاہی کو روشنی کہا گیا ہے، معلوم ہوا کہ ذات یا سیاہی یکرنگی ہے اور یکرنگی کی نسبت سے اس کی یکتائی معلوم ہوئی ہے۔ اور یہ مرتبہ احدیت کا ہے! حق نے اپنی ذات کی یکتائی الف میں پایا تو یہاں الف احدیت کا حاصل ہوا، اور ذات احد ہے، ''احد،، قانون اعداد سے آزاد ہے!

عدد کا نصف الحاشیتین ہونا شرط ہے یعنی یمین و یسار کے قاعدے کے بغیر عدد کا حصول ممکن نہیں! یعنی راس و چپ پر دو کے جمع کا نصف درمیانی کہلاتا ہے! اس لئے ایک کو اعداد سے باہر رکھا گیا ہے! حاصل کلام یہ ہے کہ ایک الف عدد سے باہر ہے اس لئے یکتائی ''احد'' کے الف کی ''انـا،، میں مکشوف ہوئی وہ ''انــــا،، جو اوپر مذکور ہے سیاہی کی ہے! یہ مرتبہ غیب ہوئیت کا ہے! یعنی سیاہی کی یکرنگی سے یکتائی پایا، تو الف احد کہلایا، اور یکتائی جو ''انا،، پن میں پایا وہی الف ''انا،، کہلایا پہلے جو انا کے باطن میں انا پن مخفی تھا، وہ چاہا کہ خود کو ظاہر کروں! یعنی الف کی صورت میں خود کو پایا، اور خود کے یعنی الف کے اظہار کے لئے نقطہ لازم لا آیا اور حقیقت میں یہی نقطہ عین وجود ہے، جس سے ہر چیز کا آغاز ہوا ہے۔

نقطہ کے بغیر الف کا اظہار معرفت کے مطابق محال ہے، یعنی ''انــا'' نقطہ کا بدل ہے یہی نقطہ عین وجود ہے، اگر عدم ہوتا تو نقطہ کس طرح کہلاتا، نقطہ جب نقطیت کے عرفان سے واقف ہوا تو اس مرتبہ کو علم ذاتی کہتے ہیں اور جس علم میں نقطہ روشن ہے اس مرتبہ کو نور کہتے ہیں از روئے عالمیت وہی علم اپنی معلومیت پر شاہد ہوا اس مقام کو شہود کہتے ہیں۔ یہاں چار اعتبارات ''انــــا'' کی نسبت کے ساتھ نقطہ سے ہی پائے جاتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ جو احدیت کا الف نقطہ میں باطن تھا وہ اپنے ظہور کے لئے نقطہ کو طول کی طرف نزول کیا تو احدیت کا باطنی الف ہی مرتبہ دوم میں ''الف،، احدیت کا ''الف،، الوہیت میں تبدیل ہو کر الوہیت کا اظہار کیا۔ معلوم ہوا کہ نقطہ ہی نہ ہوتا تو حقیقت اور صورتِ الف مخفی رہ جاتی اور یہاں ''انــــا'' یا ذات ''انا'' یعنی الف، نون، الف میں الف اول احدیت کا ہے ''ن،، نور کا ''دو الف،، کے درمیان برزخ ہے۔ مرتبہ اول اور مرتبہ دوم میں ''ن،، نور محمد ﷺ مقام وحدت میں جلوہ فرما ہے! یعنی دونوں مراتب نور اللہ سے نور محمدی ﷺ بن کر روشن ہوئے تو کہا گیا ہے ''اَنَا الرَّب،، ''وَاَنَا الْعَبْدُ،، یعنی ''انا'' ہی رب ہے اور ''انا'' ہی عبد ہے، رب ہے اس کے بعد ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْعَرَفَ رَبَّهُ،، میں غور و فکر کر کہ دونوں کی حقیقت میں حرف اشارہ ھو کے سوا اور کیا ہے؟ ''اَنَا الرَّب وَاَنَا الْعَبْدُ،،، میں جو ''انا'' ہے وہی مظہر بن کر ھُو کی قدرت کا جلوہ دکھا رہا ہے۔

یاد رہے کہ دو ''انا'' میں ایک انا مطلق ہے دوسری انا مقید ہے! یہاں ایک لطیف نکتہ ہے ''انا'' کے الف ثانی یعنی حقیقت انسانی کی الوہیت کے الف کو الف اور حقیقت اللہ یعنی احدیت کے الف میں گم کر دیں تو ''انا'' ہی قائم رہا یعنی ''اَنَا الْعَبْد،، اَنَا الْحق،، میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی جب ذاتِ انسانی الوہیت کا الف، ذات اللہ کے الف میں گم ہو جاتا ہے تو ''اَنَا الْعَبْد'' کی ''انا'' ''اَنَا الرَّب،، کی ''انا'' میں گم ہو کر انائے حق میں ''اَنَا الْحق،، ہو جاتی ہے اسی مقام پر حضرت منصور نے ''اَنَا الْحق،، کا دعویٰ کیا، تو آپ کے خیر خواہوں نے آپ سے قید خانے میں مل کر صلاح دی کہ آپ تاویل کر لیجئے اور ''اَنَا الْحق،، کی بجائے ''هُوَالْحق،، کہئے تو آپ نے فرمایا ہرگز میں ایسا نہیں کہوں گا! اگر کہوں تو مرتبہ سے گر جاؤں گا، ایسا ہی کچھ دعویٰ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِی،، کا کیا۔

معلوم ہوا کہ دونوں حضرات کے دعوے الف الوہیت یا انائے ذات انسانی کی گمشدگی کا نتیجہ تھے! مگر جب نبی کریم ﷺ اس مقام پر آئے تو آپ نے فرمایا ہے ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَ كُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُوْرِی،، یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں، یہاں ''اَنَا،، پر غور کریں تو حضور

ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں انائے احدیت کا نور ہوں اور انائے الوہیت میں جلوہ گر ہوں یعنی میں احدیت کے نور سے ہوں اور حقیقت انسانی میرے نور سے ہے! آپ نور ہیں اور نون کے بطن میں جو ''واؤ،، ہے، یہ مرتبہ وحدت کا مگر مجمل اوسط ہے کیونکہ ''واؤ'' الٹ پلٹ دیں تو بھی ''واؤ'' ہی رہتا ہے یعنی الٹا پڑھیں بھی تو واؤ ہی رہتا ہے اسی طرح ''نون،، کو بھی الٹا پڑھیں تو ''نون،، ہی بنتا ہے یعنی صورت اور معنیٰ تبدیل نہیں ہوتے ۔معلوم ہوا کہ یہاں دو''نور،، کے دو''نون،، سے ''واؤ،، وحدت کا قائم مقام ہوا، جاننا چاہئے کہ ''انا،، کا پہلا الف مرتبہ احدیت سے مرتبہ ذات سیاہی کی یکرنگی سے یکتا ہے اور اسی سے ظہور ہے۔

اَنَاالْحَق کیا ہے؟

جب شعور انائے الوہیت کے الف کا انائے احدیت کے الف میں تبدیل ہو کر غیر مکرر ہو جاتا ہے تو بشریت کا علم اور صفات، علم ذات میں فنا ہو جاتے ہیں، یہاں فانی فنا ہو جاتا ہے اور باقی باقی رہ جاتا ہے۔''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَافَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،، ساری چیزیں فنا ہونے والی ہیں باقی رہنے والا خدائے بزرگ و برتر ہے، یعنی الف احدیت کا ظہور پہلے الف کے باطن میں مرتبہ بقاء ہے اور انائے الوہیت کا شعور بشکل الف انائے اول کے الف میں فنا ہو کر فانی ہے اور'' وَجْـــهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ،، باقی ہے یعنی وَجہُ انائے مطلق ہے۔ یہاں تک مختصر بحث تعین اول کے تعلق سے ہے لہٰذا سالک کو انتہائی غور سے پڑھنا چاہئیے ۔

تعین ثانی:

''انــا،، کا مجمل مرتبہ تفصیل کے بغیر سمجھنا محال ہے! جب ''انــا،، کا الف ثانی اپنے باطنی نقطہ کی قابلیت اور صفات کو پایا تو اس مرتبہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں ۔یعنی اپنی ذات میں اٹھائیس حروف کے انوار کو موجود پایا اور یہ اٹھائیس حروف تمام اسماءِ الٰہی کے خزانے ہیں! علم، اعیان ثابتہ سبع صفات کے بغیر محال تھا

اس لئے کہ اس کے بغیر ذات حروف یا ذات سیاہی کا اثبات محال ہے! یعنی نقطہ جب ذات الف کو پایا تو لف کے اظہار کے لئے صفات لازمی ہوجاتے ہیں۔

سبع صفاتی اسماءِ حق:

(۱)حیٌّ (۲)علیمٌ (۳)مریدٌ (۴)قدیرٌ (۵)سمیعٌ (۶)بصیرٌ (۷) کلیمٌ۔ ہیں

سبع صفات بشر:

(۱)حیات (۲)علم (۳)ارادت (۴)قدرت (۵)سمع (۶)بصر (۷) کلام ۔ ہیں دو طرفہ صفات کل چودہ ہوئے ،یعنی الف ثانی حقیقت انسانی کا مرتبہ مرتبہٗ الوہیت کا جامع صفات ہے۔الف کا نزول جب طول وعرض کی طرف ہوا تو اس کی عظمت وشان سے غیر مکرر بلا نقطہ حروف ظاہر ہوئے اور صفات کے مطابق یہ حروف بھی چودہ ہوتے ہیں ،یعنی ،ا ب د ر س ص ط ع و ک ل م ہ ی یہاں نقطہ کے اعتبار سے چودہ تھے جب دگنا یعنی اٹھائیس ہوئے ،ابجد، ہوزح، طیکل ، ،منسع، فصقر، شتثخ، ذضظغ ، نقطہ کے مناسبت سے یہاں شان کثرت کا ظہور ہوا۔ جاننا چاہئے حجاج بن یوسف سے پہلے حروف والفاظ بے نقطہ تھے اس بے نقطگی میں جو راز تھا وہ نبی کریم ﷺ سے خلفائے راشدین تک سب پرعیاں تھا جب خلفائے رشدین کے بعد حروف والفاظ کی شناخت جاتی رہی تو نقطہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ائے اللہ کے نیک بندے اخلاص کیساتھ ہمارے مضامین کو سمجھنے کی کوشش کر انشاء اللہ تو متقدمین اور متاخرین صوفیائے کرام کی تصنیفات کو بخوبی سمجھ جائے گا۔

الختصر ہم اپنے موضوع پہ آتے ہیں! نقطہ جو ''انا،، میں پوشیدہ تھا کثرت کی شان کے مطابق حروف کو وجود عطا کیا یعنی'' انا،، ہی مرتبہ مجمل سے مرتبہ مفصل میں آیا، معلوم ہوا کہ ہر حرف کی اصل نقطہ ہے اور نقطہ کی اصل ''انا،، ہے اس لئے ہر حرف باطن میں ''انــا،، ''انــا،، کہتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اٹھائیس حروف ابجد

میں مطلق تھے عبارت کے درمیان مقید ہو گئے یعنی حروف ابجدی جو تھے عبارت کے درمیان مقید ہو گئے۔

حاصل کلام، سیاہی غیب ھوئیت ہے اور نقطہ دلیل ہے، نقطہ میں حروف پوشیدہ ہیں، مگر عرفان کی نظر سے دیکھنا چاہئے! نقطہ کو طول دیا تو الف ہوا اب الف کی صلاحیت پر غور کرنا چاہئے کہ اس میں حروف پوشدہ ہیں! الف جب الوہیت میں آیا تو حروف کا اظہار کیا، الف جب آڑا ترچھا ہوا تو حرف ''جیم،، آشکار ہوا، الف ہی نے گھونگٹ بدل بدل کر تمام حروف کو ظاہر کر دیا۔ کل حروف اٹھائیس ہیں، نقطے بائیس ہیں، حروف جب آگے پیچھے الٹ پلٹ جاتے ہیں تو عبارت کی شکل اختیار کر لے تے ہیں۔ تمام حروف میں الف کو پہچاننا چاہئے اور الف نقطہ میں پوشیدہ ہے۔ اس کے مطابق ذات، صفات اور ظہورِ صفات کو بھی سمجھنا چاہئے! جس طرح تمام حروف نقطہ میں پوشیدہ ہیں اسی طرح تمام صفات صفت ''حـــیٌ،، میں پوشیدہ ہیں جب صفت ''حیٌ،، ظہور پائی تو اس حالت میں [علم] ہی نور ثابت ہوتا ہے یعنی علم جاننے کا نام اور نور جاننے کی قوت کا نام ہے۔ جب علم ارادہ کیا تو قدرت ابھی بے نشان تھی جب ارادہ نے اپنی قدرت دکھایا تو کلام کیا! اور خو ہی اس کلام کو سن کر سمیع ثابت ہوا۔

اے سالک! جب حروف ابجدی تفصیل کے ساتھ پس وپیش ہوئے تو کئی حروف پیدا ہوئے مثلاً حسن کا ''ن،، ابتداء میں آیا تو ''نحس،، ہوا یا کمال کا ''ک،، آخر میں آیا تو ''مالک،، قرار پایا لفظ ''رخ،، پلٹ گیا تو ''خر،، ہوا، اسی طرح نقطہ الف میں ڈھلا اور الف ہر حرف میں ڈھل کر جلوہ نما ہوا ہے۔ نیز ظہور حروف، تبدیل حروف، نقاط اور اعراب وغیرہ کی وحدت سے نمودار ہوا ہے اور زیر وزبر یا الٹ پلٹ سے عبارات کئی معنوں کے ساتھ وجود میں آتی ہیں۔ یہاں حروف ابجدی کو اسماء الٰہی تصور کرنا چاہئے اور دیگر حروف، الفاظ اور عبارات کو اسماء کونی سمجھنا چاہئے۔

روح، دل، اور جسم:

(۱) الفاظ وعبارت بمانند روح ہے۔

(۲) معنیٰ کا خلاصہ یا تشریح بمانند دل ہے۔

(۳) لذت اور مفہوم ومعنیٰ بمانند جسم ہے۔

کیونکہ لذت نفسانی، روحانی، نورانی اور رحمانی اجسام سے تعلق رکھتی ہے، جاننا چاہئے یہاں ھُو الاول، ھوالآخر، ھوالظاہر اور ھوالباطن کی تشریح بزرگان سلف وصوفیان کرام نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

امین دیکھ مطلق کیا ہے؟

یہ ذات گنج، ذات مطلق، اور ذات لاتعین ہے۔ ذات وصفات سے معمور بالقوہ مگر مخفی ہے اس لئے اس مقام کو گنج مخفی کہتے ہیں۔ یہاں نہ انیت وحدت ہے، نہ صفات الوہیت۔ **الآن کما کان** وہ پہلے جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے فَاَحبَبتُ،، جب اس نے چاہا تو امین دیکھ ذات،، کی یکتائی محض سے احدیت کا اظہار کیا، اس یکتائی محض میں ''انـا،، میں پن کا جو دیکھ ہے یا نظر ہے، یہ مرتبہ وحدت کے نام سے ظاہر ہوئی اور ''انـا،، میں پن کی نظر سے وجود، علم، نور، اور شہود کے مقامات کا اظہار کیا۔ جب دیکھ میں علم دیکھ یا نظر پیدا ہوئی تو ''انا،، کی نسبت کے ساتھ واحدیت کا اظہار کیا۔ واحدیت کی نظر سے یا ''دیکھ،، سے سبع صفات کا ظہور کیا، واحدیت مع سبع صفات سے الوہیت کا اظہار کیا۔ ''امین دیکھ،، کی ذات میں صفات کی قابلیت نظر آئی تو اسماء وجود ظاہر کے ساتھ اسماء الٰہی وصفاتی کا اظہار کیا ہے۔ جب اسماء میں ظہور کیا، قابلیت پر نظر کیا، تو اسماء کونی قرار دے دیا، اس ظاہری وباطنی نظر یا دیکھ کو نور کا نام عطا کر دیا، جب اس نور کی ظاہری و باطنی نظر کو ملاحظہ کیا تو اس نظر کا نام ''روح،، قرار دیا، اس دیکھ یا نظر کو خود سمجھ کر اس مرتبہ کا نام ''دل،، مقرر فرمایا، نظر یا [دیکھ] کی خواہش کو نفس قرار دیا،

جب خواہش کو صورت افعال میں دیکھا تو اس مجموعہ کا نام جسم قرار دیا! اب اسی مرتبہ کو عروج کی

طرف بیان کرتے ہیں تو فعل کا [دیکھ] یا [نظر] جسم بنا، اردہ کی [دیکھ] یا [نظر] نفس بنا، سمجھ کی [دیکھ] یا [نظر] دل بنا، [دیکھ] یا [نظر] کی سمجھ روح بنی، صفات کی [دیکھ] یا [نظر] الوہیت بنی، ذات وصفات کی [نظر] یا [دیکھ] نور بنا، میں پن یا ''انـــا،، کے [دیکھ] یا [نظر] وحدت بنی، یکتائی کی [نظر] یا [دیکھ] احدیت بنی ،اور خالص [نظر] یا [دیکھ] کو ذاتِ بحت کہتے ہیں۔

اگر نکات اب بھی سمجھ میں نہیں آرہے ہیں تو اک اور انداز سے بیان کرتا ہوں مکمل سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ علوم خانقاہوں میں ندارد ہوتے جارہے ہیں اس لئے فقیر چاہتا ہے کہ چار پیر چودہ خانوادوں کے تمام خواندہ یا ناخواندہ پیروں تک یہ علوم پہنچے اور یہ صدی صوفیانِ کرام کے تصوف کی صدی کہلائے۔ جاننا چاہئے دکنی عوام کی سمجھ کیلئے فقیر نے دکنی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے کیونکہ یہ ہمارے دکنی سلطان حضرت امین الدین علی اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دین اور سمجھانے کا طریقہ رہا ہے، لہٰذا آپ نے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مخصوص تین اصطلاحات کو دکنی زبان میں بدل کر اپنے ہی نام سے منسوب ،امین دیکھ، امین نور اور امین شاہد کا استعمال کیا ہے تا کہ دکنی عوام کی سمجھ میں جلد آجائے۔

سالکان راہ طریقت کو جاننا چاہئے کہ ''امین دیکھ،، امین نور اور امین شاہد ان تینوں مراتب کے جامع کو غیب ہوئیت کہتے ہیں۔ امین دیکھ کے ظہور کو احدیت کہتے ہیں۔ امین نور کے ظہور کو وحدت کہتے ہیں۔ اور امین شاہد کے ظہور کو واحدیت کہتے ہیں۔ احدیت کے باطن کو بینش مطلق ،وحدت کے باطن کو دانش مطلق اور واحدیت کے باطن کو ''انائے،، مطلق کہتے ہیں۔ ان تینوں مقامات کا جامع واحدیت اور انائے مطلق ہے۔

باب ہشتم

واحدیت کی تفصیل:

یہ مقام وجود علم و وجود ظاہر سے تعلق رکھتا ہے، !وجود ظاہر سے اسماء الٰہی ہیں اور وجود علم سے مراد اسماء کونی ہیں! معلوم ہوا کہ واحدیت میں یہ دونوں مراتب کا علم ہے۔ جاننا چاہئے کہ ''امین دیکھ،، نے امین نور کے آئینہ میں دیکھا تو عکس نظر آیا، اس عکس کو روح الروح کہتے ہیں' اَلْـمُـؤْمِـنُ مِرْأَةُ الْمُؤْمِنِ،، مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے۔ اس کی تفصیل عالم ارواح ہے، پھر'' امین نور،، امین شاہد،، کے آئینہ میں دیکھا جو کچھ نظر آیا اسے دل اور عالم ملکوت کہتے ہیں، پھر'' امین شاہد،، نے روح الروح کے آئینے میں دیکھا تو جو نظر آیا اُسے نفس کہتے ہیں! پھر جب ''روح الروح،، نے جب نفس کے آئینے میں دیکھا، تو جو کچھ نظر آیا اسے جسم کہتے ہیں! یہاں ناظر اور منظور کے درمیان نظر برزخ قرار پاتی ہے، اور نظر ہی ناظر، منظور کو روشنی میں لاتی ہے ورنہ ناظر و منظور کا وجود اندھیرے میں رہ جاتا، لہٰذا نہ ناظر کا وجود ہوتا نہ منظور کا ظہو ہوتا! یاد رہے نظر کے پر دے میں سلطان عشق تختِ ہستی پر جلوہ فرما ہیں حدیث پاک میں ہے ''اَلسُّـلْـطَانُ الْعَادِلُ ظِلُّ اللّٰہِ،، یعنی سلطان عادل ظل الٰہی ہے، عشق کیا ہے؟ عاشق و معشوق کا دیدور ہے۔

اے طالب اللہ! الگ الگ پیرایہ میں ایک ہی بحث کو لاکر فقیر نے جو بیان کرنے کی کوشش کی ہے مدعا صرف یہی ہے کہ انہیں مضامین کے سمجھنے پر علم تصوف کا انحصار ہے، اگر ان مضامین کو قاری ذہن نشیں کر لیتا ہے تو بزرگان سلف کی تصنیفات کو بخوبی سمجھنے میں کامیاب ہو جائے گا ورنہ ہم تحریرات کو مختصر کر کے گذر جاتے۔ لہٰذا اسی مضمون کو ایک اور انداز سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ قاری کو ہر بحث میں اضافی معلومات میسر آسکے۔

حدیث قدسی: کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ،،

گنج مخفی کیا ہے؟ ذات گنج مخفی میں حب کیا ہے؟ حب میں عرفان ذات وصفات اور ظہور صفات

کیا ہے؟ جاننا چاہئے کہ کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً،، کو۔ امین دیکھ کہتے ہیں! فَاَحبَبتُ اَنْ اُعْرَف،، کو امین نور کہتے ہیں! فَخَلَقتُ الخَلق ،، کو امین شاہد کہتے ہیں۔ ان تینوں حالات کے ظہور کو کل قدرت کہتے ہیں ،یعنی (۱) ذات (۲) صفات (۳) ظہور صفات اس مجموعہ کا نام کل قدرت ہے ،یعنی امین دیکھ ذات ہے ،امین نور صفات ہے اور امین شاہد ظہور صفات ہے ،ظہور صفات کی تفصیل حضرات خمسہ ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ''امین دیکھ،، میں دیکھ کا علم مطلق پیدا ہوا اس حال یا مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں ،مطلق کے ملاحظہ کے بعد امین دیکھ میں یکتائی کی نسبت پیدا ہوئی اس حال و مرتبہ کو احدیت کہتے ہیں ،امین دیکھ میں علم کے ملاحظہ کے بعد چار اعتبارات وجود میں آئے۔ (۱) وجود (۲) علم (۳) نور (۴) شہود، ان مقامات کی اصطلاح کو بھی جاننا چاہئے۔ (۱) ہستی امین دیکھ کو وجود کہتے ہیں (۲) وجود کی سمجھ کو علم کہتے ہیں (۳) اس سمجھ کی ناظریت کو نور کہتے ہیں (۴) ناظریت میں جو نظر آیا اس کو شہود کہتے ہیں اور ان چاروں اعتبارات کا مجمل نام واحدیت ہے۔

مزید تشریح:۔۔۔امین دیکھ کا علم مطلق جو اطلاق کی نسبت رکھتا ہے اسے احدیت کہتے ہیں علم کی عینیت کو واحدیت کہتے ہیں ،اور ان دونوں حالات کے جامع کو وحدت کہتے ہیں۔ یہ حقیقت محمدی ﷺ ہے اس مقام میں حق تعالیٰ خود کو مجمل پایا کیونکہ تفصیل کا ارادہ رکھتا تھا ،مجمل کے بغیر تفصیل کی صورت بھی نہیں بنتی ،اس مرتبہ کو ''الوہیت،، کہتے ہیں ،یعنی امین دیکھ کو علم مطلق'' دیکھ،، کا ہوا تو وحدت کو جلوہ گر کیا ،جب ''امین نور،، نے تفصیل کا ملاحظہ کیا تو اس حال کو الوہیت قرار دیا! یہ مرتبہ تفصیل اور امین دیکھ کا ہے ،نیز جامع ، اور امین شاہد ہے یعنی جامع ام الصفات ہے ،یعنی ام الصفات کی نسبت سے سمجھ پیدا ہوئی اسی سمجھ کا نام ''امین شاہد،، یا الوہیت ہے۔ جاننا چاہئے مرتبہ الوہیت رب اور مربوب کے درمیان برزخ ہے۔ اسماء صفات حق مطلق قدیم ہیں اور صفات کونی صفات حق کے عکوس ہیں لہٰذا یہ بھی قدیم ہیں مگر مربوب اور حادث ہیں ،اسماء الٰہی کو وجود ظاہر اور وجوب بھی کہتے ہیں ،اسماء کونی کو علم ظاہر اور علم امکان بھی کہتے ہیں۔

نور کے تنزل کا بیان تعین ثانی:

جب تجلیات کے اخراج کیلئے امین نور نے حدوث کو ملاحظہ فرمایا تو اس حال کو مخلوق قدیم کہتے ہیں ،اور یہاں امین دیکھ نے جو کچھ دیکھا اسے اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ''امین دیکھ،، میں علم مطلق اور ''امین نور،، میں معلوم مطلق ہے ،یہاں نور ہی ذات کا آئینہ بنا تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُورِیْ،، معلوم ہوا کہ امین نور کو علم مطلق ہوا تو اس مرتبہ کو روح الروح کہتے ہیں ،یعنی آئینے میں ذات کا عکس نظر آیا ،جب روح الروح کو علم فاعل ہوا تو اس مرتبہ کو عقل اول اور عقل کل کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ،،اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ عَقْلِی،، اللہ نے سب سے پہلے میری عقل پیدا فرمایا ،جب روح الروح میں علم دیدار پیدا ہوا اور جو کچھ نظر آیا اسے روح کہتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ،،اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوحِی ،اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا ،جب روح الروح کو علم مفعولیت کا حاصل ہوا تو یہ مرتبہ کو قلم اعلیٰ کہتے ہیں نیز نفس کُل بھی کہتے ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہُ ،،،اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل کلام:

امین دیکھ محل غیب ھویت ہے ،روح الروح وحدت کا مقام ہے ،یعنی عقل اول احدیت کا بدل ہے ،نفس کل واحدیت کا بدل ہے اور وحدت کے اعتبار سے چار اعتبارات وجود میں آتے ہیں (۱) جوہر ہٰی (۲) طبیعت (۳) شکل کل (۴) جسم کل۔ تشریح ۱) روح الروح یعنی جوہر ہٰی میں بالقوہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت ہے ،اس قوت کا نام ''ھیولیٰ،، ہے ہر چیز کی عارضی ہستی اسی قوت سے ہے ،۲) طبیعت کل یعنی روح الروح کے باطن میں ایک قوت کا ظہور ہے جس طبیعات جاری ہوتی ہیں ،۳) شکل کل یعنی روح الروح میں ایک قوت تفاوت وتمیز ہے اسلئے تمام صورتوں میں اختلاف شناخت ہے۔

امین شاہد کی تفصیل:۔

جب امین نور، امین دیکھ کا آئینہ بنا بمصداق ''اَلْمُؤمِنُ مِرْاَۃُ الْمُؤمِنِ،، مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے......تو جو کچھ نظر آیا وہ روح الروح کا مرتبہ ہے، روح الروح میں جو علم مطلق تھا وہ عالم شہادت کا مصدر قرار پایا اور یہی مصدر ''امین شاہد،، ہے۔ فاعل کا علم جب روح الروح کو ہوا تو اس مقام و مرتبہ کو ''انا نور ،، کہتے ہیں، یعنی روح الروح نے اوپر کے درجہ پر نظر کیا تو ''انا نور،، کا نعرہ لگایا، یعنی ''امین دیکھ کی تجلی ''امین نور،، ہے، اور روح الروح روح محمدی ﷺ ہے، اس مقام پر آقا علیہ السلام نے ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُورِیْ،، یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہے، لہٰذا تمام اشیاء کے ظاہر و باطن کا واسطہ اسی نور سے ہے۔ یعنی روح الروح کو علم مفعولیت کا شعور آیا اور اپنی باطن قوت کو ملاحظہ کیا تو جسم کو لازم قرار پایا۔ یہاں بالقوہ احتیاج جسمی کی ضرورت پیدا ہوئی، تصوف میں اسی احتیاج جسمی کو ''جسم کل،، یا ''جوہر ہبا، کہتے ہیں، نیز طبیعت کل اور شکل کل کا انحصار بھی جسم کل پر ہے۔

جاننا چاہئے وحدت کا بدل عقل کل ہے اور وحدت کے اعتبار سے بھی چار اعتبارات پیدا ہوتے ہیں اور یہ ''نفس کل،، کی تفصیلات ہیں۔ نفس کل کو قلم اعلیٰ بھی کہتے ہیں قولہ تعالیٰ ''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ،، قلم اور اس کے تحریرات کی قسم......ن، سے مراد نور، قلم سے مراد نفس کل، اور یسطرون سے مراد چاروں اعتبارات ہیں۔ معلوم ہوا کہ جوہر ہبا و ھیولیٰ خاصۂ محمدی ﷺ ہے! اور جو عالم کی ہر چیز میں اک قابلیت ہے وہ اسی سے ہے۔

واضح ہوا کہ طبیعت کل طبیعت محمدی ﷺ ہے، جس سے ہر چیز کی طبیعت پیدا ہوئی ہے۔ شکلِ کل آپ ﷺ کی حقیقت کا اک مرتبہ ہے جس سے ہر شئی کی صورت اختلاف کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی ہے۔ نیز جسمِ کل جسم محمدی ﷺ ہے جس سے ہر شئی کو قدرت کی حکمت کے مطابق جسم عطا کیا گیا ہے۔ اے طالب اللہ! اس طرح یہ تحریرات علم ملک اور ملوکی روشنائی سے [نفس کل] کا قلم صفحۂ باطن پر لکھتا ہے۔

اے طالب عزیز! معلوم ہوا کہ چاروں اعتبارات وحدت سے مرتبۂ روح اختیار کئے ہوئے ہیں وجود کی جگہ جوہر ہبا ہی، تمام موجودات میں مادہ کی صورت میں ظاہر ہوا، علم کی جگہ طبیعت کل نمودار ہوئی اور

تمام موجودات کی باطنی طبیعت اسی طبیعت کل سے ہے۔ نور کی جگہ شکل قرار پائی، شہود کی جگہ جسم کل نمودار ہوا کیونکہ مرتبہ شہود کمال اظہار جسم ہے۔

اے طالب اللہ! علم ذات مطلق ہی وحدت مطلق میں ظاہر ہوا، یہ مرتبہ جامعِ جمیع مراتب ہے، اس مرتبہ کی تفصیل واحدیت، الوہیت یا حقیقت انسانی ہے۔ مزید تشریح ذہن نشیں کرلیں کہ مرتبہ نور میں جب نور کو علم مطلق حاصل ہوا تو اس مرتبہ کو روح الروح کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ مجمل ہے اس کے اظہار کے لئے تفصیل چاہئے پس اس مرتبۂ نور کی تفصیل کا نام ملکوت و عالم مثال اور قلب و دل رکھا گیا! یہاں اسی طرح مرتبۂ وحدت کی تفصیلی اعتبار کو الوہیت کہتے ہیں۔ اسماء الٰہی اور اسماء کونی کے درمیان یہ مقام برزخ ہے اور یہی مرتبہ نور کے لحاظ سے روح محمدی ﷺ اور روح انسانی کے درمیان برزخ قرار پاتا ہے۔

مزید معلوم ہوا کہ ایک ہی نور مرتبہ کے لحاظ سے روح الروح ہے، وہی نور تفصیل طلب ہوا تو اعیان ثابتہ کی نسبت سے عالم ملکوت یا عالم مثال کہلاتا ہے۔ یعنی تمام تنزلات وتعینات اور اعتبارات اعیان ثابتہ میں مفصل ہوکر عالم ملکوت یا عالم مثال کے نام سے موسوم ہوئے ہیں۔ یہاں جو قبض تھا وہ بسط قرار پایا، مزید تفصیل ملاحظہ کیجئے تا کہ ہر قاری کے ذہن نشیں ہوکر یہ مضامین ہر خانقاہ کی زینت بن جائیں۔

جاننا چاہئے کہ روح الروح کے تین حال ہیں (۱) روح الروح نے جب علم مطلق ملاحظہ کیا تو ''امین شاہد،، کا حال پاتا ہے (۲) جب علم فاعل سے آشنائی ہوئی تو ''انا نور،، کا حال پایا ہے، یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئیے کہ نبی کریم ﷺ لفظ ''انا،، کے ساتھ کچھ ارشاد فرماتے ہیں یا اللہ کے کلام کو بیان فرماتے ہیں تو یہ، انا،، عام نہیں انائے خاص اور انائے عرفان تصور کرکے اس مقام میں غور کرنا چاہئے ورنہ عام مفہوم لینے سے حقیقی معنیٰ فوت ہو جاتا ہے۔ (۳) جب روح الروح نے علم مفعولیت ملاحظہ فرمایا تو امین نور کی شہودیت پیدا ہوئی اور اس شہودیت کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اسی شہودیت یا اعیان ثابتہ کے ظہور کو جسم کل بھی کہتے ہیں۔

اے طالب اللہ! مزید تشریح کرنا چاہوں گا، اعیان ثابتہ کسے کہتے ہیں؟ تجلیات کا اسماء وصفات

کے مظاہر میں ظاہر کرنے کا نام اعیان ثابتہ ہے۔ مثلا رزاق کی تجلی مرزوق پر اسم یا صفت خالق کی تجلی مخلوق پر ہوئی، کہاں سے کہاں تک ہوئی؟ عقل تا بہ حدِ انسانی ہوئی یعنی سب کچھ متجلی ہو گیا! جاننا چاہئے بدیع صفت الٰہی ہے ہر نئی چیز کی ایجاد کا موجد وہ خود ہے اس لئے اعیان ثابتہ جسے کہتے ہیں وہ صفت و اسم بدیع اور رفیع الدرجات کے درمیان کا مقام ہے۔

علم، ملکوت و مثال، قلب و دل اور روح انسانی کسے کہتے ہیں؟

وہ نور جو تفصیل کے تعلق سے عالم مثال کہلایا اس نور کو دکنی صوفیان کرام "نور تفصیل،، کہتے ہیں اور نور مطلق کو بعض صرف قدیم کہتے ہیں، بعض حضرات مخلوق قدیم کہتے ہیں! جاننا چاہئے کہ نور تفصیل کو علم مطلق کا حاصل ہوا تو روح محمدی ﷺ کہتے ہیں، اسی طرح نور تفصیل کو علم مطلق کے حصول کے بعد روح انسانی کہتے ہیں اور روح انسانی ظہور و تفصیل روح محمدی ﷺ ہے۔ معلوم ہوا کہ تفصیل کل علم ہے نیز یہ عالم مثال یا ملکوت بھی ہے، جاننا چاہئے عالم مثال و ملکوت سے بھی تین طرح کے علوم جاری ہوتے ہیں (۱) علمِ مطلق (۲) علمِ فاعل (۳) علمِ مفعول، یعنی علم مطلق علم امین دیکھ ہے، علم فاعل امین امین نور اور ملکوت اعلیٰ کا علم ہے، علم مفعول امین شاہد اور ملکوت اسفل کا علم ہے۔

اگر ہم مرتبہ روح انسانی کو وحدت تصور کرتے ہیں تو اس مرتبہ کی احدیت کو ملکوت اعلیٰ کہتے ہیں، جب اس مرتبہ سے واحدیت اور ملکوت اسفل قرار پاتی ہے تو اس مرتبہ میں وحدت کی نسبت سے روح انسانی میں چار اعتبارات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ انسان عالم کبیر ہے۔

(۱) جبرئیل (۲) میکائیل (۳) اسرافیل (۴) عزرائیل، یہ چاروں اعتبارات ملکوت اعلی اور ملکوت اسفل کے درمیان برزخ قرار پاتے ہیں یعنی یہ اعتبارات ملکوت اعلیٰ کے فیوض، ملکوت اسفل پر پہنچاتے رہتے ہیں، ملکوت اسفل کو فیوض پہنچانے کیلئے جسم لازمی اور شرط ہے قرار پاتا ہے، سبحان اللہ حکیم حقیقی نے ظہور اجسام بھی اپنی خاص حکمت کے تحت کیا ہے! جاننا چاہئیے کہ "امین دیکھ،، کی نظر جب "امین نور

،، پر پڑی تو اس حال کا نام روح الروح قرار پاتا ہے "امین نور،، کی نظر جب "امین شاہد،، پر پڑی تو اس مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے،، اُنظُرُ اِلیٰ نَاظِرِیکُمْ ،، تمہارے دیکھنے والوں کی طرف دیکھو۔ یہ اشارہ عارف سالک کے لئے کافی ہے، معلوم ہوا کہ تمام عروج و نزول حضرت امین دیکھ کی نظر کا ہے ورنہ لوگ تو عروج و نزول کو ذات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، ورنہ ذات ذات ہے، اور وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کہاں عروج کرے، کہاں نزول کرے!

غور کرنا چاہئے ائے طالب اللہ یہ عروج و نزول کی نظر کا علم مرشد کامل سے حاصل کرنا چاہئے ورنہ اپنی عقل سے کچھ کا کچھ سمجھ کر سر رشتہ محکم سے رہ جائے گا، وہ سر رشتہ محکم کیا ہے؟ العلم نقطۃ ہے یعنی علم ایک نقطہ ہے اسی نقطہ کے علم کو علم قربت یا علمِ نَحنُ اَقربُ یا علم لدنی کہتے ہیں۔

ائے طالب اللہ، العلم نقطۃ کے تحت نقطہ کے کمال کا اظہار کرنا چاہوں گا! جب نظر برزخ اسفل پر قرار پائی تو عنصر "ہوا،، کا ظہور ہوا یہ مرتبہ ملکوت اسفل کے نیچے کا ہے، یہ خالی تھا اس لئے تصوف میں اس مرتبہ کو خالی ہی گردانہ گیا ہے، یہ مرتبہ غیب و شہادت کے درمیان وحدت کی مانند ہے اور وحدت ہی کی نسبت سے اس مرتبہ میں چار اعتبارات پیدا ہوتے ہیں (۱) ہوا (۲) آگ (۳) پانی (۴) اور مٹی عنصر ہوا نظر کے قرار سے قرار پائی اور ہوا ہی نظر کی حرکت سے متحرک ہو کر "باؤ،، کہلائی، یہاں قرار اور حرکت کے جوش سے گرمی کا غلبہ پیدا ہوا، اس عنصر کا نام آگ ہے اور گرمی سے معرق ہو کر جو عنصر پیدا ہوا اسے آب یا پانی کہتے ہیں۔ یہاں پھر آب، آتش اور ہوا کے جوش و حرکت سے پختگی پیدا ہوئی تو اس انجماد کا نام عنصر خاک ہوا! جاننا چاہئے،، ہوا اور عنصر آگ پر ملکوت اعلیٰ کا اختیار و تصرف ہے اور یہ سبک اور لطیف ہے، عناصر آب و خاک پر ملکوت اسفل کا اختیار و تصرف ہے اور یہ گرمی اور کثافت لئے ہوئے ہے۔ نظر جب ناظر پر پڑی تو حق تعالی ارشاد فرماتا ہے " فَاِذَا سَوَّیْتُهُ فَنَفَخْتُ فِیهِ مِنْ رُوْحِیْ ،، جب میں نے اسے برابر کیا تو اس میں میں نے اپنی روح پھونکا، یعنی نور کی نظر عناصر پر مرکوز ہو کر مقامات و حالات کا اظہار کرتی ہے (۱) وحدت کے اعتبار سے وجود (۲) الوہیت کے اعتبار سے حیات (۳) عقل اول کے اعتبار سے جوہرِ ہبا، (۴) روح

انسانی کے اعتبار سے میکائیل اور ہوا کے اعتبار سے ’’آب،، بن کر ظاہر ہوئی ہے، یہاں چار اعتبارات روح محمدی ﷺ سے ہیں، چاروں اعتبارات روح انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ چار اعتبارات عناصر سے یعنی خصوصاً، ہوا، سے تعلق رکھتے ہیں۔اس مرتبہ میں نور کے تنزلات کا بیان عناصر کے موافق ومطابق جو ارشاد فرماتا ہے اس مقام کو، سَوَّیْتُہٗ ، کہتے ہیں، فَنَفَخْتُ، یعنی پھونکنا یہاں عنصر ’ہوا، کا وجود ظاہر ہوا۔ یادرہے، ہوا، میں ہر عنصر کی اصل پوشیدہ ہے، اسلئے نظر کی نسبت سے اور ’’فَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُوْحِیْ،، سے روح علوی کہلایا۔

خلاصۂ بحث:۔ وہی نور اعیان ثابتہ کی نسبت سے ملکوت ومثال قرار پایا۔ وہی نور ملکوت ومثال کے محل میں علم مطلق سے آشنا ہو کر روح انسانی کہلایا، وہی نور خاک وجبرئیل کی نسبت سے روح جمادی کہلایا یعنی یہ ایک قوت انجماد ہے، وہی نور آب ومیکائیل کی نسبت سے روح نباتی کہلایا یہ قوت نمو ہے، وہی نور آگ اور وعزرائیل کی نسبت سے روح حیوانی کہلایا، بالارادہ حرکت سے متحرک ہو کر وہی نور ’’ہوا،، اور اسرافیل کی نسبت سے روح نفسانی کہلایا، نفس کے ’’ن،، سے پہلے تا کا پردہ ڈال دیتے ہیں تو نفس تنفس میں بدل جاتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ ہوا کی مانند بے قرار اور چنچل ہو کر نفس کہلایا۔

جاننا چاہئے چار عناصر میں چار ارواح کی قوت سے چوبیس گن پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح چار ارواح، چار عناصر کی قوت سے چار نفوس پیدا ہوتے ہیں یعنی (۱) عنصر آب سے نفس ملہمہ پیدا ہوا ہے یہ پانی کی مانند صاف وشفاف ہے اور صفائی پر الہام وغیب کا نزول ہوتا ہے۔(۲) خاک سے نفس مطمئنہ کا ظہور ہوا اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکَ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً،، یہاں روح جمادی کا ظہور ہے یعنی قوت انجماد کارفرما ہے (۳) اسی طرح آگ سے نفس امارہ کا وجود ظاہر ہوا گناہ اور بدی کی طرف اس کا رجحان رہتا ہے اور سرکش ہے، قولہ تعالیٰ ’’اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ،، بے شک نفس بہت زبردست بری چیزوں کی طرف ابھارنے والا ہے، یہ روح حیوانی کا ظہور ہے (۴) ہوا اور ’’باؤ،، سے نفس لوامہ کا ظہور ہوا یہ کبھی بے قرار کبھی با قرار رہتا ہے کبھی گناہ کرتا ہے کبھی توبہ

قرار کرتا ہے یعنی ہوا کی صفت اسمیں کارفرما رہتی ہے یعنی کبھی ادھر کبھی ادھر یہاں روح نفسانی کا ظہور ہے۔

معلوم ہوا کہ روح انسانی ملکوت اعلیٰ اور عنصر لطیف کے تعلق کے ساتھ روح حیوانی اور نفسانی کی نسبت سے نفوس ملہمہ ومطمئنہ کے ارتباط کے ساتھ اس مرتبہ میں روح علوی کہلاتا ہے، وہی روح انسانی ملکوت اسفل اور غیر کثیف کے تعلق کے ساتھ روح جمادی اور روح نباتی کے ارتباط سے نفس امارہ اور نفس لوامہ کی نسبت سے روح سفلی کہلاتا ہے۔معلو ہوا کہ وہی نور روح انسانی کے محل میں اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے لئے عروج کیا تو روح علوی کہتے ہیں، وہی نور روح انسانی کے محل سے قوت نزول سے اپنے غیر کی طرف نزول کیا تو روح سفلی کہتے ہیں! جاننا چاہئے کہ روح علوی کے ظہور قوت کو روح مجرد کہتے ہیں اور روح سفلی کی قوت ظہور کو نفس مجرد کہتے ہیں۔روح مجرد: اس روح سے ارواح پیدا ہوتے ہیں صوفیان کرام نے کچھ ان ناموں سے یاد کیا ہے (۱) روح نامیہ (۲) روح متحرکہ (۳) روح ناطقہ (۴) روح قدسیہ ہنفس مجرد اس نفس سے بھی چار نفوس پیدا ہوئے (۱) نفس اماہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ (۴) نفس ملہمہ، یعنی یہ تمام مراتب حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا کمال ہیں ہر محل میں ہر فعل کی نسبت سے علیٰحدہ علیٰحدہ نام سے موسوم ہوا۔

دل اور قلب کسے کہتے ہیں:

یعنی وہی نور روح انسانی کی شکل میں قوت عروج کی نسبت سے،، روح علوی،، کہلایا ہے، اور وہی نور روح قوت نزول کی نسبت سے روح سفلی کے نام سے مشہور ہوا ہے، عروج ونزول کے درمیان ایک برزخ نما محل ہے یہاں عروج ہے، نہ نزول، اس مقام کو دل، قلب اور مثال کہتے ہیں، یعنی یہ مرتبۂ اوسط ہے ،مرتبۂ اوسط ایک حال کا نام ہے نیز یہ مجرد ہے۔جب اس مجرد کو تمام علم کلیات کا حاصل ہوا تو اس کو روح مجرد کہتے ہیں۔اسی اوسط مقام کو یا قلب کو علم جزئیات کا حاصل ہوا تو اس حال کو نفس مجرد کہتے ہیں۔اس عروج ونزول کے انقلاب کی نسبت سے قلب پیدا ہوا ہے، علم جزء وعلم کل سے جب قلب قرار پاتا ہے تو بھی اسے

قلب یا دل کہتے ہیں۔

یہاں نہ علم جزئی ہے نہ کلی، اس لئے اس کو اگر وحدت تسلیم کرتے ہیں تو اس مرتبہ کی احدیت روح مجرد او رواحدیت نفس مجرد ہے۔ لہٰذا مرتبہ کے اعتبار سے حواس خمسہ کا اظہار ہوتا ہے، حواس خمسہ بھی دو اقسام میں منقسم ہیں (۱) حواس خمسہ ظاہر (۲) حواس خمسہ باطن! باطن کا تعلق روح سے ہے اور ظاہر کا تعلق نفس سے ہے یعنی ''سامعہ،، باصرہ،، ذائقہ،، شامہ،، لامسہ،، یہ نفس سے متعلق ہیں۔ حواس خمسہ باطن: (۱) حس مشترکہ (۲) متخیلہ (۳) واہمہ (۴) حافظہ (۵) متصرفہ، وغیرہا ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ حواس ظاہر کی لذت عنصر کثیف کے ساتھ نفس ہی سے متعلق ہے حواس باطن کی لذت عنصر کثیف کے ساتھ بھی نفس ہی سے متعلق ہے۔ اے طالبان حق! اس طویل گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ تمام مراتب ''امین دیکھ،، اور امین نور،، کے قبض و بسط کے ہیں! یعنی علم مطلق وحدت کی نسبت سے احدیت میں قبض تھا وہی علم مطلق واحدیت میں بسط ہوگیا۔ وہی علم الوہیت میں قبض تھا، سبع صفات میں بسط ہوا، وہی علم اسماء الٰہی میں قبض تھا اسماء کونی میں بسط ہوا، وہی علم امین نور یعنی مخلوق قدیم میں قبض تھا اعیان ثابتہ میں بسط ہوا، وہی علم روح الروح میں قبض تھا اور جمیع ارواح میں بسط ہوا، عقل کل میں قبض تھا، تمام عقول میں بسط ہوا، جو ہر ہبیٰ میں قبض تھا تمام صورتوں میں بسط ہوا، طبیعت کل میں قبض تھا، تمام طبیعات میں بسط ہوا، شکل کل میں قبض تھا، تمام اشکال میں بسط ہوا، جسم کل میں قبض تھا، تمام اجسام میں شرح وبسط ہوا، روح انسانی میں قبض تھا، ملکوت اعلیٰ اور ملکوت اسفل میں بسط ہوا، عنصر ''ہوا،، میں قبض تھا، چاروں عناصر میں بسط ہوا۔

معلوم ہوا کہ یہ بیانِ قبض و بسط صرف علم کے متعلق ہے۔ قبض کا معنی مجمل اور بسط کا معنی مفصل ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ قبض ''امین دیکھ،، اور بسط ''امین نور،، ہے اس لئے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُوْرِی،، میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں۔

اے طالب اللہ! ایک مثال سے ایک حقیقت کو واضح کرتے ہیں آفتاب ذات ہے ذات سے

صفتِ گرم نمودار ہوئی، جسے دھوپ کہتے ہیں اگر یہ دھوپ خوشبودار اشیاء پر پڑتی ہے تو خوشبو کی فطرت کو دوبالا کر دیتی ہے، یہی دھوپ اگر بدبودار سڑی ہوئی اشیاء پر پڑتی ہے تو بدبو کی فطرت کو اور تیز کر دیتی ہے، مگر در حقیقت ان واقعات سے دھوپ پر کسی طرح کا الزام نہیں آ سکتا کیونکہ دھوپ اپنی فطرت میں نہ خوشبودار ہے نہ بدبودار! معلوم ہوا کہ یہ تمام کاریگری علم کی ہے۔ سورج کی ذات میں جو علم تھا دھوپ کی صفت میں تبدیل ہوا، دھوپ کی صفت کا علم اشیاء کی فطرت کے مطابق محرک ہوا، مجموعی نقطۂ نور ہی نقطۂ علم ہے، اور علم کی قوتوں کو ہی ارواح کہتے ہیں اور تمام موجودات علم حق کی اشکال ہیں تمام موجودات میں حضرت انسان بھی مخلوق ہیں، مگر شریف ترین۔ انسان قالب کے اعتبار سے کثیف اور بے گانہ ہے، قلب کے اعتبار سے لطیف اور یگانہ ہے، جاننا چاہیئے یہ سیر وطیر، قبض وبسط، خوشی وغم، نیکی اور بدی وغیرہ کا تعلق ارواح سے ہوجاتا ہے اس لئے ارواح جوابدہ ہوتے ہیں۔

معلومات ارواح:

جس طرح ایک،، انا،، تمام انانیات میں جاری وساری ہے اسی طرح روح بھی تمام اجسام میں جاری وساری ہے، کیونکہ روح ایک قوت ہے روح کا جسم کی حفاظت کرنا ہے۔ اس حفاظت کے دو طریقے ہیں (۱) بے نشو ونما (۲) بانشو ونما، اگر یہ بے نشو ونما ہو تو اس کو جمادی کہتے ہیں، اس روح کو بھی دو قوتیں حاصل ہیں، (۱) ثقالت (۲) خفت، جاننا چاہیئے ثقالت سے مادہ ثقیل اور سہم ہوتا ہے، یعنی جسمی شکل اختیار کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے، خفت ہی جسم کو گھیر کر دوسری قوت کی مانند محیط اور احاطہ کر لیتی ہے، یعنی اجزائے جسمی کو منجمد کرواتی ہے۔ جب اس روح میں ایک اور قوت نشو ونما پیدا ہوتی ہے تو اس قوت کو روح نباتی کہتے ہیں۔ اس روح نباتی میں روح جمادی کی قوت کے علاوہ اور سات قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) قوت جاذبہ، یعنی غذا و ماکولات کو جذب کرتی ہے (۲) قوت ماسکہ، یعنی غذا کو خود میں قبض کر لیتی ہے (۳) قوت ہاضمہ، اس سے غذا کے ماکولات ومشروبات ہضم ہوجاتے ہیں (۴) دافعہ، ثقالت وکثافت کو جسم

سے دفع کرنے کی صلاحیت اسمیں ہوتی ہے۔(۵)مصورہ،حاصل غذا کوجسم کے رنگ میں رنگ لیتی ہے (۶)قوت نامیہ،یہ جسم کوطول اورعرض عطا کرتی ہے(۷)قوت مولدہ،خلاصۂ غذا یا تقاضۂ غذا کے مطابق جب جسم ظہور چاہتا ہےتو یہ خود مجسم ہوکرجسم کہلاتی ہے۔جب اس قوت میں حرکت وارادہ پیدا ہوتا ہےتو اس حال یا قوت کوروح حیوانی کہتے ہیں۔

اس روح حیوانی میں قوت جمادی اورنباتی کے علاوہ غلبہ کے ساتھ دوقوتیں اور پیدا ہوتی ہیں (۱) غلبۂ شہوت،شہوت لذت ،اکل وشرب ،جماع نفسانیہ میں مشغول وفریفتہ کردیتا ہے۔(۲)غلبۂ غضب ،لذاتِ مذکورہ کےحصول کے لئے یا خودکوضرر ونقصان سے دور رکھنے کے لئے یہ غلبہ حرکت میں آجاتا ہے۔

جاننا چاہئے روحِ حیوانی یا قوت حیوانی میں جب حواس ظاہری وحواس باطنی سے قوت مدرکہ جزوی یا ادراک جزوی پیدا ہوتی ہے تو اسی روح کوروح نفسانی کہتے ہیں کیونکہ اس مقام میں قوت نفس یا روح نفسانی لذت لیتی ہے اور یہ مقام عوام کا ہے۔

اگرروح نفسانی میں قوت فکریہ اورقوت عقلیہ پیدا ہوتی ہے تو کلیات اور جز ئیات کا ادراک ہوجا تا ہے مگر بدن کا تعلق شرط ہے۔یہی روح نفسانی یا قوت نفسانی بدن کے تعلق کے ساتھ اپنے باطن میں انیت کی ''انـاَ،،کوروشن پاتی ہے تونفس کہلاتی ہے،اورنفس ہی کوقلب کہتے ہیں مگرنفس اورقلب میں صرف مقامات کافرق ہے۔

نفس کی ذات قلب کب کہلاتی ہے؟

نفس قلب اس وقت کہلاتا ہے جب اس نفس میں قوت جمادی ،نباتی ،حیوانی اورنفسانی کے علاوہ ایک قوت اور پیدا ہوتی ہے جسے عقلیہ، ادراکیہ،کلیہ وجزئیہ کہتے ہیں،جس سے تصورات اور تصدیقات کی قوت کاحصول ہوتا ہے جب قلب مرتبہ فکر پرآجاتا ہے۔اور یہی فکر سے سالک متفکر ہوکر کلیات وجزئیات کا ادراک حاصل کر لیتا ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں'' تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ،

یعنی ایک ساعت کی فکر دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔اس فکر سے جب سالک ادراک کے ساتھ حقائق کل کائنات اورموجودات سے آشنا ہوتا ہے،(فکر بمعنی قوت مدرکہ ہے)یہ قوت مدرکہ جسم یا بدن کے تعلق کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی اسلئے بدن شرط ہے۔معلوم ہوا کہ روح نفسانی مذکورہ قوتوں کے ساتھ''روح انسانی ،،میں تبدیل جاتی ہے۔نفس کیا ہے؟قوت جمادی یعنی روح جمادی ،روح نباتی ،روح حیوانی اور روح نفسانی کے مجموعہ کونفس کہتے ہیں،اس لئے چار روحوں کے تعلق سے چارنفوس کا تذکرہ قرآن میں آتا ہے۔

قلب کسے کہتے ہیں؟

نفس کے تمام درجات کی نفی کے بعد خالص نفس میں فکریہ ادراکیہ سے قوت علمیہ عقلیہ کے علاوہ حقائق جزویہ اورکلیہ کا ادراک ہوتا ہے تونفس ہی مرتبۂ قلب پرآجاتا ہے۔معلوم ہوا کہ،،روح نفسانی،،ہی نفس کی قوتوں سے آزاد ہوکر قلب کی قوتوں سے مانوس یا آشناوفریفتہ ہوتی ہے تو''روح انسانی،،کہلاتی ہے جب روح انسانی کو مذکورہ تمام تر قوتوں (جنہیں ارواح کہتے ہیں) کے علاوہ مزید ایک قوتِ شہودیت یا ناظریت کا حصول ہوتا ہے تو محوِ جمال لم یزل ولا یزال یا مستغرق جمال بے ازل ہو جاتی ہے۔یعنی روح انسانی یا قوت انسانی شہود جمال الٰہی میں غرق ہوکر جب خودکوفراموش کرکے''انا،،کو پہچان لیتی ہے،یاعرفان حاصل کر لیتی ہے تو اس مرتبہ کو [سِر] کہتے ہیں۔(یعنی خود فراموشی کے حال کو[سِر] کہتے ہیں)اب یہاں من عرف نفسه فقد عرف ربه پرغورکریں معمہ کھل جائے گا۔نیز حدیث قدسی ہے''اَلاِ نْسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّ ہٗ،، انسان میرا راز ہےاورمیں "انـا،،انسان کا راز ہوں......فقیر نے روح کے تعلق سے اب تک جو بحث کی ہےاس رمز کواس حدیث پاک میں واضح کیا گیا ہے،غورکرکے نتائج اخذ کریں۔

اے طالبان حق! آیئے اب ہم روح کے تعلق سے روح کی روحانی کڑیوں کوملاتے ہوئے چلتے ہیں یہ سرانسانی کیا ہے؟روح الروح یا روح محمدی ﷺ کا ظہور ہے۔روح محمدی ﷺ کیا ہے؟ظہور روح قدسی ہے،روح قدسی کیا ہے؟روح قدسی وجہ اللہ ہے یعنی اس مقام کو وجہ اللہ کہتے ہیں۔اس مقام کے تعلق سے''فَاَ یْنَـمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ،،تم جس طرف بھی رخ کروگے ادھر رخ الٰہی ہے ......''كُلُّ مَنْ

عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقیٰ وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،، خدائے بزرگ ولائق جلال ذات باری تعالیٰ کے سواء جو کچھ اس زمین میں ہے فنا ہونے والی ہیں۔نیز اس تفصیلی بحث سے معلوم ہوا کہ روح صرف ایک ہے،ظہورِ مراتب کی نسبت سے قوتیں حاصل کرنے کے بعد حالات بدل جاتے ہیں۔یعنی ہر قوت کے حصول کے بعد اس مرتبہ کا اک نام اخذ کیا گیا ہے۔لہٰذا مذکورہ مقامات سے گذر کر روح متفرق ناموں سے موسوم ہوتی ہے،ان مقامات کو اعتبارات بطون در بطون کہتے ہیں،جب روح مذکورہ مقامات سے گذر کر صورت وجہ اللہ کے مقام پر آتی ہے تو اس کو روح اللہ کہتے ہیں یعنی وجہ اللہ ہی روح اللہ ہے،اور روح اللہ کو نور ذات بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ذات کے ساتھ قائم و دائم ہے۔طالبان حق کو یہاں خاص طور سے جاننا چاہئے کہ روح کے تعلق سے علماء ارواح اور ارباب تصوف کے نظریات میں اختلافات پائے جاتے ہیں فی الحقیقت یہ حق ہیں،مگر غلط اور ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں،اس کے وجوہات بھی مختلف ہوتے ہیں! کیونکہ ہر کسی کی ریاضت اور مجاہدہ کے تعلق کے ساتھ روح مکشوف ہوتی آتی ہے۔تمام حضرات صوفیان کرام روح کے متعلق جو بیان کئے ہیں وہ احوال حق ہیں جو ان کے مشاہدات میں آئے ہیں لہٰذا غلط فہم نہیں ہونا چاہئے کہ کسی نے کچھ کہا ہے!اور کسی نے کچھ کہا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ،، میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

اختلاف کے وجوہات:

بعض سالک وحکیم کی روح نے اپنی ریاضت ومجاہدہ میں صرف روح حیوانی تک پہنچی،ادراک حاصل کیا،اور یہ کہہ دیا کہ،،روح،،اس قوت کا نام ہے،جس سے زندگی اور بدن کی حفاظت ہوتی ہے،معلوم ہوا کہ یہ ریاضت ومجاہدہ کے اس مقام کا حال ہے جہاں روح حیوانی جلوہ گر ہوتی ہے،اور آگے بڑھ جاتے تو ممکن ہے روح کی اصلی صورت نمودار ہو جاتی۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ ’’روح،،ایک شئی ہے اور اجزائے لطیفیہ جسمیہ کا مرکب ہے،جس طرح زمین میں پانی پوشیدہ اور جاری رہتا ہے یہ ابتداء سے انتہائے عمر تک

رواں رہتا ہے اور جب یہ پانی جذب ہو جاتا ہے تو ایک حال پیدا ہوتا ہے اس حال کا نام موت ہے۔بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ از روئے حقیقت روح قدیم ہے،بعض کہتے ہیں کہ روح جزءِ لایتجزیٰ ہے اور جوہر ہے،یہ جوہر بذات خود غیر منقسم کے ساتھ قائم ہے۔نیز کہتے ہیں کہ مقام اس کا دماغ ہے،تمام حواس میں یہی محرک اور غیر کے ساتھ مرکب نہیں ہے۔جاننا چاہئے یہ مقام بھی روح حیوانی سے متعلق ہے،یعنی یہ مشاہدہ قوت حیوانی کے عرفان پر موقوف ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ روح تین قوتوں کا مجموعہ ہے،دل،جگر اور دماغ،اسلئے کہ محل روح حیوانی پارۂ گوشت ہے،محل روح نباتی جگر ہے اور محل روح نفسانی دماغ ہے۔معلوم ہوا کہ یہ حضرات روح کے سفر میں ہیں یعنی یہ فیصلہ روح انسانی سے متعلق نہیں ہے کیونکہ روح انسانی کو موت یا فنا نہیں ہے۔بعضے کہتے ہیں کہ روح مخلوق ہے اور یہ ’’امر کن،،کے تحت تخلیق پائی ہے نیز یہ جسم کے ساتھ اک خاص تصرف رکھتی ہے۔بعضے کہتے ہیں کہ روح نہ حادث ہے اور نہ فنا پذیر بلکہ قدیم ازلی ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ مخلوقات کی کوشش اس سے تعلق نہیں رکھتی۔

ائے نیک اور سعید سالک!یہ ذکر ارواح کیا ہے؟ قوتوں کا ذکر ہے ورنہ روح تو فقط ایک ہے، جاننا چاہئیے کہ روح بحسب ظاہر اس راہ میں پائی جانے والی قوت کا مظہر بن کر مرتبہ اور محل کے مناسبت کیساتھ ظہور پاتی چلی جاتی ہے،متفرق مظاہر کے مطابق ہر اسم صفاتی سے ایک مظہر ظاہر ہوتا ہے اس طرح سالک کو مکمل استغراق حاصل ہونے تک ہر مقام سے گذرنا چاہئے۔

حاصل بحث اور صوفیانہ تشریح:

روح بینا،دل دانا،نفس خواہاں اور جسم منفعلِ افعال ہے،جب دانش بینش میں گم ہو جاتی ہے تو روح کہتے ہیں!(یعنی سمجھ نظر میں گم ہو جاتی ہے تو روح کہتے ہیں)،اگر دانش یا سمجھ خواہاں یا خواہش ہو کر تصرف کرتی ہے تو اس مرتبہ کو نفس کہتے ہیں!اگر دانش یا سمجھ افعال میں منفعل ہوتی ہے تو لباس جسم اختیار کر لیتی ہے۔پھر اگر دانش جسمیت کو بھول کر خواہش پیدا کر لیتی ہے تو نفس کہلاتی ہے۔اگر دانش یا سمجھ خواہش سے منہ موڑ کر خود اپنی دانائی پر شاہد ہوتی ہے تو اس حال کو دل کہتے ہیں۔اس بحث میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ

اگر دانائی یعنی سمجھ اور بینائی یعنی نظر یک ہو جاتے ہیں دوئی مٹ جاتی ہے تو اس مقام و مرتبہ کو سر کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ محل ذکر سِری کا ہے، یکتائی میں انیت ذاتی پر شاہد ہونے کے بعد یگانگی، یکتائی اور یکتا کے جلووں تک پہونچنے کا نام ''مرتبۂ نور،، ہے۔ یہاں پہونچ کر یکتائی اور شہودیت کو بھی فراموش کر کے ہر شئی سے بے خبر ہو جانے کا نام محویت ہے، اس مقام کے تحت نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ،اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ،، یعنی فقر تمام کا نام ہی اللہ ہے۔ لہٰذا پڑھنا، لکھنا، سننا اور سمجھنا انتہائی آسان افعال ہیں مگر راہ معرفت کے مراتب و منازل و تعینات کو سمجھ کر عمل کرنا، پانا، بن جانا محض توفیق خداوندی پر منحصر ہے۔ وما توفیقی الا باللہ اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

اے طالب خدا! ہر مرتبہ کی حفاظت کے ساتھ قدم بہ قدم منزل بہ منزل اللہ کی ولایت کی طرف رجوع کرنا چاہئیے یعنی ہر مقام سے کامیاب گذر جانا چاہئے اگر پیر کامل کی رہبری شامل ہے تو یہ کام کوئی دشوار بھی نہیں ہے۔

ولایت قطبیت اور غوثیت کسے کہتے ہیں؟

عارف سالک حصول عرفان و پہچان کے بعد حق کی طرف رجوع یا عروج کرتا ہے تو یہ منزل ولایت ہے، یہاں اگر کوئی ایک ساعت یعنی ۴۵ منٹ تک بے خود ہو کر محو ہو گیا تو ایسے شخص کو ولی اللہ کہا جاتا ہے ''تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ، یعنی ایک ساعت کی فکر کی دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے...... جاننا چاہئے کہ عبادت سے انسان عابد تو بن سکتا ہے مگر ولی نہیں بن سکتا...... کیونکہ ولی ولایت سے ہے اور ولایت عطائے الٰہی ہے، مذکورہ حدیث سے ولایت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ تفکر ساعةٍ کے مقام میں اگر کوئی آٹھ پہر محو ہو کر بے خود ہو جاتا ہے تو اس عارف کو [غوث] کہتے ہیں۔ اگر کوئی ایک ہفتہ تک بے خود رہا تو قطب کہتے ہیں، اگر اسی حال میں ہمہ وقت بے خود رہا تو قطب الاقطاب کہتے ہیں، بقیہ اور درجاتِ ولایت ہیں مثلاً ابدال، اوتاد، رقباء، نقباء، نجباء، اخیار، ابرار، زہاد، تجاد اور عباد وغیرہ

۔ مذکورہ تمام درجات بے خودی میں جا کر خودیٔ مطلق کے ساتھ ہر مقام و مرتبہ میں قائم رہنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ غوث بمعنی فریاد رس محل وحدت میں پہونچ کر صفت رحمٰن اور رحیم کا مظہر ہوتا ہے۔ یعنی تجلیاتِ صفات سے متصف ہو کر متجلی ہوا تو ایسا عارف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مرتبہ پر آ کر مقام غوثیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ [قطب] محل اوسط کا مرتبہ ہے وحدت میں جب کوئی عارف آ کر کل مراتب مذکورہ کا مشاہدہ ''انائے ذات،، میں کرتا ہے تو ایسے شخص کو قطب زمانہ کہتے ہیں۔ [قطب الاقطاب] جب عارف ''انائے ذات،، کے مشاہدہ سے بھی بے مشاہدہ و بے خود ہو جاتا ہے تو اس حال کو میانہ یا مدار کہتے ہیں قطب الاقطاب کا معنیٰ مدار در مدار ہوتا ہے۔ [ابدال] یعنی تبدیل کنندہ، مرتبہ روح میں پہونچ کر جب کوئی اپنی خودی سے بے خود ہو کر تصور مطلق میں جس شئی کا تصور کرتا ہے اسی کی صفت اخذ کر لیتا ہے مثلاً حضرت حسین بن منصور حلاج سے کسی دشت میں دوران سفر آپکے کچھ ساتھیوں نے تازی کھجور کی فرمائش کی تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے پکڑ کر، خوب ہلاؤ لہٰذا ہلانے پر بدن سے کھجور گرنے لگے جو بالکل تازے تھے یہ کرامت بھی تصور ہی کا کمال ہے جو ابدال کو حاصل رہتا ہے۔ [مرتبہ رقباء] جب کوئی عارف مرتبۂ روح پر آ کر تمام اواح کو ایک کر کے ہر روح پر محیط کی مانند ہو جاتا ہے یا صفت محیط کی مظہریت اختیار کر لیتا ہے تو اس مرتبہ سے وہ ہر روح کا حال معلوم کر لیتا ہے، ایسا شخص یا ولی چاہے تو کسی بھی وقت کسی کی بھی حفاظت کر سکتا ہے جیسے ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگا دیا تھا۔ [مرتبہ اوتاد] وتد کا معنیٰ میخ یا مدار ہے، یہ مرتبۂ مدار زمانہ ہے۔ حق تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے، والجبال اوتادا ،، یعنی ہم نے پہاڑ کو میخ بنا دیا (تا کہ توازن برقرار رہے)

اے طالب اللہ! ان علوم اور مضامین میں تو غور و فکر کر! تو انسان ہے روح انسانی کی طرف عروج کر! اور کامل انسان بننے کی کوشش کر! اگر مرتبۂ انسانیت سے نزول کرے گا تو نفس کی خرافات میں خراب ہو کر تباہ ہو جائے گا۔ شب و روز مشاہدہ و شہادت تیرے لئے مناسب ہے۔ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ، یعنی ایک ساعت کی فکر دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے،، معلوم ہوا کہ فکر تیرا ازلی اثاثہ اور

نصیب ہے، فکر سے عروج کی طرف پرواز کر، یادر ہے عروج ونزول میں کسی بھی وقت حفظ مراتب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے ۔جب تجھے عروج ونزول میں مراتب ذات و صفات اور ظہور صفات ،منازل، مقامات، یا حفظ مراتب مکشوف ہوتے ہیں تو تجھے صوفیان کرام انسان کامل کے نام سے یاد کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ تمام موجودات، حروف وعبارات کی مانند ہیں اور ''انائے وحدت،، نقطہ کی مانند ہے۔ یہ تمام علوم حق کی نظر کے ہیں، عروج ونزول بھی نظر ہی کا ہے نہ کہ ذات کا، حق کی نظر کیا ہے؟ حق کا علم ہے، اور ظہور علم سے کل موجودات ہے یعنی ہر چیز علم حق کی تحریر وتصویر ہے! تمام کارخانہ قدرت ''امین دیکھ ،امین نور، اور امین شاہد کا ظہور ہے۔ یہ پوشیدہ نکتہ ہے جو بیان کر رہا ہوں ''امین دیکھ، ظہور بینش یا بینائی ہے یا نظر ہے ''امین نور،، دانش باطنی، عقل باطن یا سمجھ ہے اور ''امین شاہد،، ہستی ہے۔ واضح ہو کہ دانش وبینش یہ مراتب [اَنا] کے ہیں یعنی ا+ن+ا=انا غور کر کے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ درحقیقت یہ تمام مراتب صرف اور صرف ''امین دیکھ،، یعنی غیب ھویت کے ہیں! ایک ذات اور ہزاروں صفات، ہزاروں صفات، ہزاروں مظاہر اور ہزاروں مظاہر میں ظاہر صرف ایک، یہ ایک وہی ہے جس سے ہزاروں نظریات، ہزروں علوم، ہزاروں قوتیں، ہزاروں اشکال، ہزاروں اجسام اور ہزاروں مخلوقات وجود میں ائے ہیں۔ (یہاں ہمہ اوست یا وحدۃ الوجود کو سمجھنے کی کوشش کیجئے) اے طالب اللہ! مزید اسرار ونکات کو فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے اور اتنا بیان فی الزمانہ کافی ہے کیونکہ یہ رموز ونکات ہر خانقاہ سے عُنقاء ہو چکے ہیں۔ ہمارے بیان کا واحد مقصد صرف یہی ہے کہ ہر خانقاہ میں مذکورہ علوم پھر زندہ ہو جائیں تا کہ علم روحانیت کے فیض سے روح مسلماں پھر زندہ ہو کر انسانیت کو عروج عطا کر سکے۔

رمزِ صفات :

صفتِ جمادات بیٹھنا ہے، صفت نباتات کھڑے رہنا ہے، صفت حیوانات چلنا، کھانا اور پینا ہے ،صفت انسانات بندگی اوعبادت کرنا ہے، جنتی کی صفت امر بالمعروف کا بجالانا ہے، صفت جہنمی نہی عن المنکر کا ارتکاب کرنا ہے، آگ کی صفت نظر آنا ہے، ہوا کی صفت چھوکر احساس دلانا ہے، پانی کی صفت لذت ہے ،مٹی کی صفت بو ہے، صفت عاشق دیکھنا ہے، صفت معشوق دکھنا یا نظر آنا ہے، صفت نفس حرکت کرنا ہے ،صفت دل مستقیم ہے، صفت روح بینائی ہے، صفت نور دانائی ہے، صفت شاہد مشاہدہ ہے، صفت روح سفلی ممکن ہے، صفت روح علوی ممتنع ہے۔

رمزِ مخلوقات :

مخلوقاتِ زمین: جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانات اور ان چاروں مخلوقات سے سولہ قسم کے مخلوق پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) جمادات: یہ مخلوق خود سے بے خود اپنے حال پر قائم رہتی ہے، جیسے مٹی، پتھر ، پہاڑ وغیرہ، یہ بے حرکت ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں جمادات کہتے ہیں یہ مخلوق چار اقسام پر منقسم ہے (۱) جمادات در جمادات (۲) نباتات در جمادات (۳) حیوانات در جمادات (۴) انسانات در جمادات۔ (۱) جمادات در جمادات: یہ مخلوق بے خود و بے حرکت ہے اس لئے اس کو جمادات کہتے ہیں ۔(۲) نباتات در جمادات: مرجان (ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے) یہ دریا کے کنارے پتھروں میں ایک شجر کی مانند ہوتا ہے اور یہ تخم پھل اور پھول کے احتیاج کے بغیر پیدا ہوتا ہے، یہ نباتات در جمادات کا مرتبہ ہے ۔(۳) حیوانات در جمادات: تانبہ، پیتل، لوہا، سونا، چاندی وغیرہ ہیں جو حیوانات کی مانند در بدر پھرتے بھٹکتے رہتے ہیں اور ہر گاؤں گاؤں، شہر شہر میں دستیاب ہوتے ہیں۔ (۴) انسانات در جمادات: ہیرا، لعل ، یاقوت اور پنہ وغیرہ کیونکہ یہ زیر زمین پوشیدہ رہتے ہیں، جب ان کی کانیں دریافت کر کے تلاش شروع ہو جاتی ہے تو اپنے آپکو بچانے کے لئے اندر ہی اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑتے رہتے ہیں۔ یہاں اگر

بڑا ہیرا دستیاب ہوتا ہے تو اس میں اچھا یا برا ثابت ہونے کی صلاحیت بھی انسان کے مانند ہوتی ہے، اس لئے مذکورہ جواہرات کا استعمال انبیاء کی سنتوں سے ثابت ہے۔(۲) مخلوق نباتا: یہ مخلوق بھی چار اقسام پر منقسم ہوئی ہے (۱) جمادات درنباتات (۲) نباتات درنباتات (۳) حیوانات درنباتات (۴) انسانات درنباتات۔

(۱) جمادات درنباتات: جس فصل کی اصل زمین کے اندر ہوتی ہے مثلاً رتالو، مولی، پیاز، لہسن وغیرہ یہ سب کچھ قسم مذکور سے متعلق ہے۔(۲) نباتات درنباتات: بالائے زمین جو نباتات نظر آتے ہیں اس مرتبہ کو نباتات درنباتات کہتے ہیں۔(۳) حیوانات درنباتات: وہ اشجار جن کو کریدنے یا کاٹنے سے دودھ بہنے لگتا ہے یا رسنے لگتا ہے، مثلاً درخت تاڑ، ماڑ، سیندھی اور ناریل اور تھوہڑ وغیرہ وغیرہ، یہ مرتبہ حیوانات سے متعلق ہے اگر کوئی اس دودھ کا استعمال حد اعتدال سے زیادہ کرتا ہے تو حیوان کی مانند بے وقوف ہو جاتا ہے۔(۴) انسانات درنباتات: درختِ خورما، یعنی کھجور کا درخت یہ انسان کی خاصیت رکھتا ہے کھجوریں اس درخت کے بچوں کی مانند ہوتے ہیں یہ درخت پہلے سال کھجوروں کو اپنی جڑ میں پیدا کرتا ہے جب انسان جڑوں سے کھجوروں کو نکال لیتا ہے تو (اپنے بچوں کو بچانے کے لئے) یہ دوسرے سال اپنے سرے پر کھجوروں کو پیدا کرلیتا ہے اور یہ خاصہ انسان ہے۔(۳) حیوانات: یہ درجہ بھی چار اقسام پر منقسم ہے (۱) جمادات درحیوانات (۲) نباتات درحیوانات (۳) حیوانات درحیوانات (۴) انسانات درحیوانات۔(۱) جمادات درحیوانات: زمین کے اندر بسنے والے حیوانات مثلاً سانپ، بچھو، کیچوے، کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض جو زیر زمین حیوانات کی مانند رہتے ہیں مگر درجہ جمادات درحیوانات میں آتے ہیں۔(۲) نباتات درحیوانات: وہ حیوان جن کے سروں پر شاخوں کی مانند سینگھ ہوتے ہیں جیسے ہرن چیتل اور بارہ سنگھا وغیرہ مذکورہ عنوان کے تحت آتے ہیں۔(۳) حیوانات درحیوانات: شیر، باگھ، گائے، بھینس، وغیرہ مذکورہ مرتبہ کے تحت آتے ہیں۔(۴) انسانات درحیوانات: بندر، ریچھ، بن مانس، جل مانس اور ہاتھی غیرہ زیر بحث عنوان کے تحت آتے ہیں، کیونکہ دیگر حیوانات سے ان میں عقل زیادہ ہوتی ہے۔

(۴) مخلوق انسانات: یہ درجہ بھی چار درجات پر منقسم ہے (۱) جمادات درانسانات (۲) نباتات درانسانات (۳) حیوانات درانسانات (۴) انسانات درانسانات، (۱) جمادات درانسانات: رعایا، رعیت، کسان اور کمہار وغیرہ، مٹی سے کام اور محبت رکھتے ہیں اور یہ مذکورہ عنوان کے تحت آتا ہے۔(۲) نباتات درانسانات: بال بچے وغیرہ ان کی پرورش ایسی ہی کرنی پڑتی ہے جیسے باغبان اپنے باغ کو پرورش کرتا ہے، بچے دن بدن پرورش کے ساتھ شجر کی مانند بڑھ جاتے ہیں۔(۳) حیوانات درانسانات: دنیا کے طلبگار، حرام وحلال کی تمیز کو بالائے طاق رکھ کر جینے والے، آپس میں فساد کرنے والے، عورت کے لئے حیوان کی مانند لڑائی جھگڑا کرنے والے مذکورہ عنوان کے تحت آتے ہیں۔(۴) انسانات درانسانات: علمائے کاملین، عارفین، عاشقین، اولیاء اور انبیاء کرام وغیرہم نفوس قدسیہ زیر بحث عنوان کے تحت آتے ہیں۔

سوالات وجوابات :

سوال: شاہد ومشہود میں کیا اول ہے؟

جواب: شاہد اول بعد مشہود کیونکہ شاہد کے بغیر مشہود کا کیا معنیٰ؟ شاہد کو نسبتیں میسر ہوتی ہیں (۱) ذاتی (۲) صفاتی! ذاتی نسبت بے چوں و بے چگونہ ہے اور صفاتی نسبت سے صورت شکل رنگ وروپ قد اور قامت اختیار کرتا ہے، عشق باقی رہتا ہے جب تک خدا اور بندہ ثابت ہیں تب تک دانائی بینائی فنا اور بقا ہے۔

سوال: دانائی کی اقسام کتنی ہیں؟

جواب: دو اقسام ہیں (۱) عام (۲) خاص، عام یہ کہ صرف صفات کو پہچاننا ہے، اور خاص یہ ہے کہ صفات ظہور صفات اور ذات کو پہچاننا ہے۔

سوال: شاہد اور مشہود فانی ہے یا باقی؟

جواب: جب تک دونوں ثابت ہیں باقی ہیں۔

سوال: لَا رَبٌّ وَلاَ عَبْدٌ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ،، یعنی وہ پہلے جیسا تھا آج بھی ویسا ہے، یہاں نہ بندہ ہے نہ خدا ثابت ہوتا ہے۔

سوال: سفلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ممکن کو کہتے ہیں۔

سوال: علوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ممتنع کو کہتے ہیں۔

سوال: علم الیقین کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب: عقل سے۔

سوال: حق الیقین کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جوب: کشف سے۔ اور یہ مرتبہ دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور کمال آخرت میں ظاہر ہوتا ہے۔

سوال: ھاھوت کیا ہے؟

جواب: خود سے بھی بے نیاز و بے خبر وہ جس مقام میں تھا اسے ھاھوت کہتے ہیں۔

سوال: لاھوت کیا ہے؟

جواب: خود سے آگاہ ہو کر جو خود پہ نظر کیا اس مقام کو لاھوت کہتے ہیں۔

سوال: جبروت کیا ہے؟

جواب: عقل اور قلم کے ساتھ وہ جس مقام میں آیا اسے جبروت کہتے ہیں۔

سوال: ملکوت کیا ہے؟

جواب: عقل اور علم سے وہ جسم خاکی میں آیا اس مقام کو ملکوت کہتے ہیں۔

سوال: ناسوت کیا ہے؟

جواب: لباس جسم کے ساتھ حس و حرکت کے مقام میں آیا اس مقام کو ناسوت کہتے ہیں۔

ان مقامات کی مزید تشریح: (۱) وہ خود سے بے خود اور بے نیاز ہے اس مقام کو گنج مخفی اور ھاھوت

کہتے ہیں۔ ’’ھاھوت،، مقام ذات ہے اس کا عکس زمین اور آسمان ہیں۔ (۲) جب وہ خود پر نظر کیا اس نظر کو روح کہتے ہیں اور اس نظر کے حال کو لاھوت کہتے ہیں، نظر سے علم پیدا ہوا اور علم سے اسم اللہ اخذ کیا، اس کا آئینہ اور عکس انسان ہے، اسی نظر کو عشق، نور اور جان کہتے ہیں۔ (۳) وہ خود میں عقل اور علم کا مشاہدہ کیا، اس مرتبہ کو دل کہتے ہیں، اور اس دل کے حال کو جبروت کہتے ہیں یہ شبیہ محمدی ﷺ ہے، اس حال کا عکس پیغمبری ہے (۴) خود پر جب وہ توجہ کیا اس مرتبہ کے حال کا نام ملکوت ہے، اس حال کا عکس فرشتہ ہے۔ (۵) خود میں جو فعل ہے اس مرتبۂ فعل کا نام نفس ہے اس کا عکس ابلیس ہے، اور اس فعل کے حال کو ناسوت کہتے ہیں، اس مقام کا ظاہر حیوان ہے۔

طریقہء بیعت:

غسل طریقت: نَوَیْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ طُهْرَةَ الْاَنْفُسِ مِنْ اَرْبَابِ الشَّرِیْعَةِ وَالطَّرِیْقَةِ وَ الْحَقِیْقَةِ وَالْمَعْرِفَةِ وَ مِنْ خُرُوْجِ الْاَغْیَارِ وَ رَفْعِ الْاِسْتِتَارِ مِنْ اَعْمَالِ الدُّنْیَا وَ اِسْتِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی اَوْ لِرَفْعِ الْحَدَثِ الْاَنَانِیَّةِ تَقَرُّباً اِلَی اللّٰهِ (بعد وضوء کے) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا تُوْبُوا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحاً☆ وَتُوْبُوا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعاً اَیُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ☆ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ☆ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الْعَظِیْمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ تَوْبَةً مُذْنِبَةً ظُلْماً بِنَفْسِهٖ لَا یَمْلِكُ نَفْسَهٗ ضَرًّا وَّلَا نَفْعاً حَیَاتاً وَّنُشُوْراً اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ مِنَ الذُّنُوْبِ كُلِّهَا صَغِیْرِهَا وَ كَبِیْرِهَا وَ سِرِّهَا وَجَهْرِهَا وَعَلَانِیَتِهَا وَتُبْتُ اِلَیْهِ مِنْ جَمِیْعِ الْمَعَاصِی مِنَ الذَّنْبِ الَّذِی لَا اَعْلَمُ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ،، بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ وَقُلُوْبَ الْوَالِدَیَّ وَجَلِیْسَ هٰذِهِ الْمَجْلِسِ،، بعد توبہ کرائے مثلاً فلاں دن فلاں مہینہ اور فلاں ہجری کو اے رب العلمین توبہ کرتا ہوں میں، توبہ میری قبول فرما، اے قاضی القاضات اے مجیب الدعوات اے ستار العیوب، اے غفار الذنوب، توبہ میری قبول فرما، توبہ کرتا ہوں میں ہر گناہ جو کچھ کہ زندگی میں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں

، گناہ صغیرہ وکبیرہ، ہوئے ہیں، خطائے کفری، کلمہ کفری، شروفساد، ریا، کبر، غیبت، فحش، بہتان، دروغ، یا غلط سوچ یا جرم یا عجب ہے، نفاق، ناحق شناسی، کراہت، فسق وفجور، حرام زنا، غفلت وتقصیر، ترک حق استاد، یا حق مادر پدر، یا مستحقین وغیرہا جو مجھے شریعت مطہرہ کے خلاف، اللہ اور رسول پاک کے خلاف سرزد ہوئے ہیں میری ہر خطا کو معاف فرما تیرے حبیب ﷺ کے صدقے اور طفیل میں، امین، نیز جانے یا انجانے میں قولاً، فعلاً حاضراً وناظراً ظاہراً وباطناً سراً وجہراً عمداً وسہواً دانستہ یا نادانستہ ہر گناہ سے توبہ کرکے آج میں ازسرنو مسلمان ہوتا ہوں، آج ایمان لاتا ہوں میں وحدانیت اور رسالت محمدی ﷺ پر اور حضور پیرومرشد کے دست حق پرست پر، کراماً اور کاتبین میرے گواہ ہیں اللہ اور اس کے رسول پاک کے اوامر اور ارشاد پیرومرشد کو ایک اور حق تسلیم کرتا ہوں، نیز اقرار وتصدیق کرتا ہوں دل وجان کے ساتھ۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل کلمہ جات پڑھائے۔

(۱) کلمہ شریعت، لا الٰہ الّا اللہُ محمدٌ رسولُ اللّٰہ،

(۲) کلمہ طریقت، لا الٰہ اِلا اللہ محمدٌ رسولُ اللّٰہ بنور عظمۃِ محمدِ رَسولِ اللّٰہِ خاتمِ خلیفۃٍ،

(۳) کلمہ حقیقت، لَا الٰہَ اِلَّا اللّٰہ بیدِ قدرۃِ محمدِ رسولِ اللّٰہِ

(۴) کلمہ معرفت، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و ھُوَ وَاحدٌ حقاً حقاً مُحَمَّدُ رسولُ اللّٰہِ وھو شاھدٌ صدقاً صدقاً

(۵) کلمہ احدیت ''لَا الٰہ الَّا اللّٰہُ اِنی اَنا اللّٰہُ محمَّدُ رسولُ اللّٰہِ اَنَا مِنْ نور اللّٰہِ

(۶) کلمہ وحدت، ھو اللّٰہ لا الٰہ الا انا احمدُ بلامیمٍ محمدُ رسولُ اللّٰہ اَنَا عَرَبٌ بلا عینٍ محمَّد رسولُ اللّٰہِ

﴿سلام بحضور خیر الانام﴾

فرش کے بدر الدجیٰ الصلوۃ والسلام
عرش کے شمس الضحیٰ الصلوۃ والسلام
نور ہیں نور الھدیٰ الصلوۃ والسلام
ائے حبیبِ کبریا الصلوۃ والسلام
آپ کے انوار کیا؟ عقل و دل روشنی
ائے امام الانبیاء الصلوٰۃ والسلام
آپ نے دیکھا خدا کو ہم نے دیکھا آپ کو
شافعِ روزِ جزاء الصلوٰ ۃ و السلام
کون واقف ہے جہاں میں آپ کے عرفان سے
مظہرِ ذاتِ خدا الصلوٰۃ و السلام
خود کو باطن کرلیا آپ کو ظاہر کیا
رب ہے رب کا آئینہ الصلوۃ والسلام
عالَمِ امکان سے آگے قدم ہے آپکا
تم پہ ہے عارفؔ فدا الصلوٰۃ والسلام

وماعلینا الا البلاغ المبین

زیور طباعت سے آراستہ شدہ تصنیفات

☆ جواہرُ العرفان (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)

☆ ثبوت سماع موتی (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)

☆ من عرف نفسہ ''معرفتِ ذات انسانی'' (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)
(وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ تفہیمات کلمہ کی کل (مجاہد ملت حضرت سید شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ)
(وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ حقیقت پیری مریدی (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ العلم نورٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ (صحیفۂ اسرار) صحيفة السرائر فی حقيقة النوادر
(حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ سبیل النجات من الغمات الی الهدايات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی)
(حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ جلوۂ نوری (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ روحِ سماع (شعری مجموعہ) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ کنزِ اخفی (کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِيًا) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ سرِ کن فکاں (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆ توحید و تصوف (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆☆☆

ہماری کتابیں ملنے کے پتے

۱) الہدی پبلی کیشنز، 2982، کوچہ نیل کنٹھ، قاضی واڑہ، دریا گنج، نئی دہلی۔2

Mobile : 8010503999

۲) نثار بکڈ پو، جی، ۶۷ سٹی مارکٹ بنگلور، پن کوڈ، 560002.

Mobile:9845451830.

۳) فردوس کتاب گھر، نزد کے سی سی بیا نک، رسول پور گلی، دھارواڑ، کرناٹک

Mobile : 9342211155

۴) جناب سید شاہد الطاف القادری، سجادۂ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ،
خانقاہِ قادریہ نوریہ سقافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

Mobile:9448467215,9986323902